جواہر گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
مشمولہ
حالات و واقعات تعلیمات اور کلام بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
اسرار الاولیاء
راحت القلوب
ترتیب و تدوین
محمد محسن

مشمولہ

حالات و واقعات، تعلیمات اور کلام بابا فرید گنج شکرؒ

ترتیب و تدوین محمد محسن

ادارہ پیغام القرآن

۴۰۔ اردو بازار ○ لاہور ☎ 042-7323241

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب جواہر گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: محمد محسن

84054

سن اشاعت: ۲۰۰۷ء

تعداد: ۶۰۰

کمپوزنگ منور فیروز 300/8076971

طابع: اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت: 75 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز ۴۰ اُردو بازار لاہور

چاند کتب خانہ درگاہ بابا صاحب

لبیک کتب خانہ سابقہ فریدی کتب خانہ درگاہ بازار پاکپتن شریف

نظامی کتب خانہ درگاہ بازار پاکپتن شریف

مکتبہ بابا فرید خواجہ عزیز مکّی روڈ پاکپتن شریف

حالات واقعات حضرت بابا فرید گنج شکرؒ

☆☆☆

بابِ اوّل:

حالات حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

آبا وٴاجداد:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا جو اپنے زمانے میں بڑا معزز اور صاحب حشمت تصور کیا جاتا تھا۔ آپ کے اجداد میں سے شیخ شہاب الدین احمد المعروف فرخ شاہ کا نام بہت قابل ذکر ہے جو اپنے عہد میں کابل کے فرمانروا تھے۔ ان کے عہد حکومت میں سلطنت کابل کو بہت عروج حاصل ہوا مگر بعد ازاں شاہان آل سبکتگین کے ہاتھوں ان کی حکومت ختم ہو گئی۔ حضرت بابا فرید کے دادا کا خاندانی تعلق فرخ شاہ کی اولاد ہی سے تھا۔ ان کا اسم گرامی شیخ قاضی شعیب تھا۔

حضرت شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف میں حضرت فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے جن کی چوتھی پشت میں حضرت شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ شیخ موصوف کے کردار و سیرت کا یہ عالم تھا کہ سلطان محمود غزنوی نے اپنی ہمشیرہ کا عقد ان سے کر دیا۔ اگر چہ سلطان محمود غزنوی بادشاہ وقت تھا اور ہمہ وقت اپنے خزانوں کا منہ شیخ موصوف کے لئے کھولے رکھنے کا متمنی تھا مگر ان کی حمیت نے کبھی گوارا نہ کیا کہ وہ ایک دُنیا دار کے سامنے دستِ سوال دراز کریں۔

جب سلطان محمود غزنوی دُنیا سے رُخصت ہو گیا تو اس کی سلطنت میں بھی انتشار پیدا ہوا جس سے تاتاریوں نے فائدہ اُٹھایا۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کی معرکہ آرائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اسی دوران ایک معرکہ میں حضرت شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی شہید ہو گئے۔ ان حالات میں حضرت شیخ

شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فیصلہ کیا کہ غزنی سے نقل مکانی کر لی جائے۔

حضرت شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اہل خاندان کو اس فیصلے سے آگاہ کیا اور ان کے خاندان کے لوگ ان کے قافلے میں آن ملے۔ حضرت شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اہلیہ اور تین صاحبزادیوں کے ساتھ سفر کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے بالآخر لاہور تشریف لے آئے اور یہاں سے قصور چلے گئے۔ اہل قصور کے پاس آپ کی شہرت پہلے ہی پہنچ چکی تھی انہوں نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔ قصور کے قاضی نے آپ کی تشریف آوری کے بارے میں سلطان شہاب الدین محمد غوری کو مطلع کیا تو اس نے آپ کو بے شمار مراعات و جاگیر کی پیش کش کی' تاہم آپ کے صرف عہدہ قضا پر اکتفا کیا اور کھوتوال کے قاضی مقرر ہو گئے۔ قاضی کا عہدہ سنبھالنے کے بعد آپ نے وہاں شریعت کا نفاذ بطریق احسن کر دیا۔

کھتوال کا قصبہ دریائے ستلج کے کنارے مہاراں اور اجودھن (پاک پتن) کے درمیان واقع تھا۔ آج کل ایک چھوٹا سا گاؤں بنام چاولی مشائخ آباد ہے۔ یہاں پہنچ کر حضرت شیخ شعیبؒ نے بحیثیت قاضی علاقہ فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کے تین صاحبزادوں میں قاضی جمال الدین سلیمان اور درمیانے شیخ عبداللہ اور چھوٹے شیخ سعد حاجی تھے۔

حضرت قاضی جمال الدین سلیمان:

حضرت قاضی جمال الدین سلیمان اپنے والد محترم قاضی شعیب کی طرح بڑے عالم اور فاضل تھے۔ اپنے والد محترم کے وصال کے بعد جمال الدین سلیمان قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ عدل وہ انصاف زہد و تقویٰ اور جود وسخا میں اپنے والد گرامی ہی کا نمونہ تھے اور اپنے ذاتی اوصاف اور کمالات کی بنا پر خوب شہرت پائی۔ اسی دور میں ایک اور معزز خاندان بھی نواح کابل سے ہجرت کر کے قصبہ لعل عیسن کروڑ (ضلع لیہ پنجاب) میں آ کر مقیم ہوا۔ اس کے سربراہ مولانا وجیہہ الدین خجندی تھے۔ وہ ایک متجر

عالم اور عابد وزاہد بزرگ تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی اولاد سے تھے۔ ان کی ایک صاحبزادی قرسم خاتون تھیں۔ خواجہ شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا وجیہ الدین خجندی سے اپنے فرزند حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بی بی قرسم خاتون کے رشتہ کی درخواست کی۔ مولانا خجندی فوراً رضامند ہو گئے اور اس طرح خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہ کا عقد نکاح عمل میں آیا۔

حضرت بابا صاحبؒ کی والدہ ماجدہ:

آپ ایک پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد شیخ جمال الدین کا وصال ہو گیا تو اولاد کی تربیت و پرورش کی ساری ذمہ داری حضرت بی بی قرسم خاتون پر آ گئی۔ ایک روز حضرت قاسم خاتون حسب معمول عبادتِ الٰہی میں مستغرق تھیں کہ ایک چور جو جانتا تھا کہ اس گھر میں ایک خاتون اور اس کے کم سن بچوں کے علاوہ کوئی نہیں رہتا، چوری کی نیت سے ان کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اس نے خاتونِ خانہ کو محو عبادت دیکھا تو رک گیا اس نے ادھر ادھر سے کچھ اشیاء اٹھا کر باندھ لیں اور جب وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو راستے اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور اس کی بصارت زائل ہو گئی۔

چور اس عجیب وغریب کیفیت سے گھبرا گیا اور اس کے دل نے کہا کہ خاتون خانہ کی حفاظت ضرور کوئی بڑی ہستی کر رہی ہے جس نے اس کی بصارت کو دھندلا دیا اس تاریکی کے جال میں قید کر لیا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے با آوازِ بلند خاتون خانہ سے معافی مانگنا شروع کر دی۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے اس شور وغل کو سنا اور عالم استغراق سے لوٹ آئیں۔ گھر کے صحن میں لڑکھڑاتے ڈگمگاتے اور دیواروں سے ٹکراتے ہوئے ایک اجنبی کو دیکھ کر انہیں حقیقت کا ادراک ہو گیا اور انہوں نے اللہ کے حضور دعا فرمائی کہ وہ اس شخص کی تقصیر معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور اس کی چور کی بینائی لوٹ آئی۔ اب اس نے دوبارہ اپنی جسارت کی معافی مانگی اور

جب خاتون خانہ نے اسے معاف کر دیا تو وہ تاریکی کی چادر میں لپٹا باہر نکل گیا۔

شب کی تاریکی میں تو وہ چور چلا گیا مگر اب اس کے دل کی تاریکی دور ہو چکی تھی اور اس کے دل کا دروازہ ایمان کی روشنی سے منور ہو چکا تھا۔ اگلے روز کا آفتاب اس چور کے لئے ایمان کا نور لے کر طلوع ہوا اور وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ حضرت قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہ کے درِ دولت پر حاضر ہو گیا۔ اس نے ان کے سامنے اپنے قبول ایمان کا اعلان کیا۔ حضرت قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے اسے کلمہ طیب اور کلمہ شہادت پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کر دیا۔

حضرت بی بی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قبول اسلام کے بعد کثرت مجاہدات وریاضات کی بدولت درجہ ولایت حاصل کر لیا۔ اسے خاندان خواجہ شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چاولے مشائخ کا لقب عطا ہوا اور قصبہ کھتوال بھی اسی کے نام پر چاولہ یا چاوَلے مشائخ مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ شعیب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ سلیمان اور بی بی قرسم خاتون کے مزارات اسی قصبہ میں ہیں۔

حضرت قاضی کی اولاد امجاد:

حضرت قاضی جمال الدین سلیمان کے تین فرزند تھے۔ پہلے بیٹے کا نام عزالدین محمود تھا۔ دوسرے کا نام فریدالدین مسعود تھا اور تیسرے کا نام نجیب الدین متوکل تھا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک لڑکی بھی عطا فرمائی جس کا نام جمیلہ خاتون تھا جو مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کی والدہ ماجدہ تھیں۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ کھتوال میں ۵۷۱ھ مطابق ۱۱۷۵ھ میں ہوئی۔

قصبہ کھتوال کا موجودہ نام دیوان چاولی مشائخ ہے۔ جو بورے والا سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ضلع وہاڑی میں موجود ہے۔

سن ولادت:

حضرت بابا فریدؒ کے سن پیدائش میں تذکرہ نویسیوں کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ صاحب ''بزم صوفیہ'' نے ۵۸۲ھ لکھا ہے ''جواہر فریدی'' میں آپ کا سال ولادت ۵۶۹ھ درج ہے۔ ''احوال الاثار گنج شکر'' میں آپ کا سن ولادت ۵۷۱ھ لکھا گیا ہے ''لائف اینڈ ٹائمز'' میں بھی ۵۷۱ھ ہے۔ سیر الاولیا اور دیگر تواریخ میں ۵۶۹ھ ہے اور آپ کے روضہ اقدس پر یہی تاریخ درج ہے۔

فوائد الفواد کے مطابق کسی نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے سوال کیا کہ حضرت بابا صاحبؒ کی کتنی عمر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ترانوے (۹۳) سال اس صحیح روایت کی موجودگی میں آپ کا سن پیدائش ۵۷۱ھ تسلیم کرنا پڑے گا۔

آپ قاضی جمال الدین سلیمانؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے کا نام نامی شیخ عزالدین محمود اور چھوٹے کا اسم گرامی شیخ نجیب الدین محمد توکل تھا۔

نام ونسب:

آپ کے والدین نے آپ کا نام مسعود رکھا۔ مگر آپ فریدالدین مسعود کے نام سے مشہور ہوئے مگر آپ نے گنج شکر کے لقب سے شہرت پائی ہے۔ اس کے علاوہ تذکرہ نگاری کی دنیا مین آپ کو شمس الحقیقت، سرحلقہ واصلان حق، قدوۃ الاخیار، قطب الاقطاب، فرد الاولیاء، آفتاب انوار ولایت، پیشوائے عالم ہدایت، بردالطریقت، زبدۃ اتقیائے ابرار، عمدۃ الابرار، سلطان السالکین، شمس العارفین، برہان العاشقین، شیخ کبیر، محرم اسرار مشیت ایزدی، سیر بیشتہ تقدیس ربانی، فردالحق شہباز طریقت اور شیخ الاسلام شیخ الشیوخ العالم کے القابات سے بھی پکارا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو اکثر لوگ شیخ فرید، صادق فرید، شاکر فرید، مولانا فرید، خواجہ فرید، حاجی فرید، درویش فرید، عبداللہ فرید، مقبول فرید، عالم فرید، امام فرید، مجتہد فرید، متدین فرید، متقی فرید، عارف فرید، ولی فرید، سخی فرید، جہاں گشت فرید، حامد

فرید، مخدوم فرید، فقیر فرید، محمود فرید، متوکل فرید، سالک فرید، زاہد فرید، عابد فرید، صوفی فرید، محبّ فرید، مرشد فرید کے اسماء سے بھی یاد کرتے ہیں۔

گنج شکر کی وجہ تسمیہ:

بابا صاحب کا سب سے مشہور لقب حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (یعنی شکر یا مٹھاس کا خزانہ) ہے۔ آپ اس لقب سے کیسے مشہور ہوئے؟ اس کے متعلق مختلف تذکروں میں مختلف روایات ہیں۔ اس سلسلہ کی کچھ مشہور روایت یہ ہیں۔

آپ کے والد کا انتقال آپ کے بچپن میں ہی ہو گیا اور آپ کی ابتدائی تربیت آپ کی والدہ ہی کی نگرانی میں ہوئی۔ انہوں نے چاہا کہ بچپن ہی سے آپ پابندی نماز کے عادی ہو جائیں۔ اس لئے آپ کی والدہ جانماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھی اور اپنے بچے مسعود سے فرمایا کرتی تھیں جو بچے نماز پڑھتے ہیں ان کی جانماز کے نیچے روزانہ ان کو شکر مل جاتی ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ والدہ شکر کی پڑیا رکھنا بھول گئیں اور انہوں نے گھبرا کر حضرت سے کہا مسعود تم نے نماز پڑھی یا نہیں۔ حضرت نے جواب دیا ہاں اماں نماز پڑھ لی اور شکر کی پڑیا بھی مل گئی۔ یہ جواب سن کر حضرت کی والدہ کو بہت تعجب ہوا اور وہ سمجھیں کہ اس بچے کی غیب سے مدد ہوتی ہے اور اس وقت سے انہوں نے اپنے بچے مسعود کو شکر بار اور شکر گنج کہنا شروع کیا جو آج تک مشہور ہے۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے بہن بھائی:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے دو بھائی اور ایک ہمشیرہ تھی۔ بھائیوں کے اسمائے گرامی حضرت اعز الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نجیب الدین متوکل تھے جبکہ آپکی ہمشیرہ کا اسم گرامی حضرت ہاجرہ رحمۃ اللہ علیہا تھا اور انہی نیک طعیت و دیندار خاتون کے بطن سے اپنے عہد کے مشہور و معروف بزرگ حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا۔

والد محترم کا انتقال:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف پانچ یا چھ برس تھی کہ ان کے والد محترم حضرت جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ ان کے سر سے اُٹھ گیا اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ یتیم ہو گئے۔ اب بچوں کی پرورش حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ حضرت قرسم خاتون کے ذمہ تھی۔

تعلیم و تربیت:

سیر الاقطاب میں ہے کہ جب حضرت بابا فریدؒ چار سال کے ہوئے تو والدہ محترمہ نے آپ کو تعلیم کے لئے مکتب میں بھیجا' آپ چونکہ خاص طور پر ذہین و فطین تھے' تو ڑے ہی عرصے میں قرآن شریف ناظرہ پڑھ کر حفظ کر لیا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ صرف ونحو' فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

اس زمانہ میں ملتان شہر قبۃ الاسلام تھا۔ علوم وفنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ وہاں موجود تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ اعلیٰ تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے گئے ملتان میں آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی بھی موجود تھے۔

آپ ملتان پہنچ کر سب سے پہلے ان سے ملے اور مولانا منہاج الدین کی مسجد میں قیام فرما کر تحصیل و تکمیل علوم میں مشغول ہو گئے۔

ملتان پہنچ کر آپ کا مشغلہ تحصیل علوم وعبادت وریاضت تھا۔ سبق اسباق سے فارغ ہو کر روزانہ ایک ختم قرآن آپ کا معمول تھا۔ علائق دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی' زمانہ طلب علمی میں ہی آپ کو گوشہ نشینی اور عبادت وریاضت کا چرچا ہو گیا۔

ملتان میں تحصیل علم:

انہی ایام میں حضرت خواجہ قطب الاقطاب ملتان تشریف لے گئے۔ مسجد منہاج

الدین میں قیام فرمایا۔ بابا صاحبؒ مطالعہ کتب میں مشغول تھے۔ کتاب نافع سامنے رکھی ہوئی تھی۔ حضرت قطب صاحبؒ کی نظر کیمیا اثر بابا صاحب پر پڑی۔ حضرت قطب صاحبؒ نے دوگانہ تحیۃ المسجد ادا فرما کر بابا صاحبؒ کی طرف متوجہ ہو کہ فرمایا۔ بیٹے تم کیا پڑھتے ہو؟

بابا صاحبؒ نے جواب دیا حضور نافع پڑھ رہا ہوں۔

قطب صاحبؒ نے فرمایا۔ اچھا تم کو نافع سے نفع ہوگا۔

''خادم کو حضور کی خدمت اور نظر سعادت اثر سے فائدہ ہوگا۔''

اور مضطربانہ جوش کے ساتھ کھڑے ہو کر قطب الاقطاب خواجہ قطب صاحبؒ کے ساتھ دہلی جانا چاہا حضرت قطبؒ نے فرمایا۔ ابھی علم حاصل کرو تکمیل کے بعد میرے پاس آ جانا پھر حضرت بابا صاحبؒ حضرت قطب صاحبؒ کو رخصت کرنے آئے۔

حضرت خواجہ قطبؒ ملتان سے روانہ ہو گئے۔ حضرت بابا صاحبؒ ملتان سے قندھار تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بغداد پہنچے۔ تکمیل تعلیم کے بعد دستار فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد ملتان واپس تشریف لے آئے اور شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت شیخ بہاؤالدین حمویؒ حضرت شیخ اوحدین کرمانیؒ، حضرت شیخ سیف الدین خضری سے ملاقات اور روحانی استفادہ حاصل کیا۔

بیعت:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں جب ملتان سے دہلی گیا تو شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی جو نعمت اور عظمت میں نے ان میں دیکھی آج تک کسی میں نہ دیکھی تھی میں ان کا مرید ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیسرے روز انہوں نے مجھ پر اپنی عطاؤں اور کرم کے دروازے کھول دیئے اور فرمایا کہ اے فرید

خوب ہوا کہ تم اپنا کام پورا کر کے میرے پاس آئے ہو۔ (راحت القلوب)

''فوائد السالکین'' میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔ ''جب اس بندۂ حقیر خادم درویشاں کو دولت قدم بوسی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی حاصل ہوئی تو آپ نے اسی وقت کلاہ چہارتر کی میرے سر پر رکھی۔ اس مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوری' مولانا علاؤالدین کرمانی' سید نورالدین مبارک' شیخ نظام الدین المویدؔ' مولانا شمس الدین ترک' شیخ محمود موئنہ دوز رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دوسرے درویش موجود تھے۔ اس موقع پر حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اے فرید مرشد میں اتنی قوت باطنی ضرور ہونی چاہئے کہ جو شخص اس سے بیعت کرنے کا طالب ہو اس کے سینہ کی آلائش کو اپنے تصرف روحانی سے ایک ہی نگاہ میں دور کر دے اور اس کے بعد اس سے بیعت لے کر واصل الی اللہ کرے۔ اگر مرشد میں اتنی قوت نہیں ہے تو پیر اور مرید دونوں منزل سے دور ہیں۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت خواجہ کے مرید ہو گئے تو انہوں نے آپ کو ریاضت و مجاہدے کا حکم دیا حکم پاتے ہی آپ پہلے سے زیادہ مجاہدات میں منہمک ہو گئے۔ کہا جاتا ہے آپ عرصہ دراز تک اپنے مرشد کی خدمت عالیہ میں رہے اور ان کی بے پناہ خدمت کی۔

شجرہ طریقت:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مدفن پاکپتن۔

۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ مدفن دہلی۔

۳۔ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مدفن اجمیر۔

۴۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مدفن مکہ معظمہ۔

۵۔ حضرت خواجہ شریف زندانی رحمۃ اللہ علیہ مدفن زندنہ۔

۶۔ حضرت خواجہ محمد مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدفن چشت نزد ہرات۔

۷۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ چشتی مدفن چشت۔

۸۔ حضرت خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدفن چشت۔

۹۔ خواجہ ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدفن چشت۔

۱۰۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (بانی سلسلہ چشتیہ) مدفن شام

۱۱۔ حضرت خواجہ ممشاد یا علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ مدفن دینور۔

۱۲۔ حضرت خواجہ امین الدین ابی ہیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ مدفن بصرہ۔

۱۳۔ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ مدفن بصرہ۔

۱۴۔ حضرت خواجہ ابراہیم اوہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ مدفن شام۔

۱۵۔ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مدفن مکہ معظمہ

۱۶۔ حضرت شیخ ابو الفضل عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ مدفن بصرہ۔

۱۷۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مدفن بصرہ۔

۱۸۔ امیر المومنین شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ مزار اقدس نجف اشرف۔

☆☆☆

باب دوم:

سیر وسیاحت

اولیاء کرام اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کی سرزمین کی سیر کا حکم ہوتا ہے تا کہ وہ اس سیر و سیاحت کے دوران اللہ کی قدرت کے عجائبات کا مشاہدہ کریں اس دوران مختلف حالات وواقعات بھی ان کی رہنمائی اور تربیت کرتے ہیں۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی عمر عزیز کا ایک طویل حصہ سیاحت میں گزرا۔ دوران سفر آپ ،کو بے پناہ مشقت اٹھانا پڑی اور مختلف تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جنہیں آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اس طویل سیر و سیاحت میں آپ کی بہت سے اولیاء اور بزرگان دین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ جس سے آپ کو بہت سے علمی اور دینی اسرار و رموز حاصل ہوئے جو آنے والے وقت میں ظاہری اور باطنی منازل کے لئے عقدہ کشا ثابت ہوئے۔ تصوف' شریعت' طریقت' حقیقت اور معرفت کے موضوعات پر مفید تجربات حاصل ہوئے۔ غرض یہ کہ آپ کے لئے یہ سیر و سیاحت بڑی مفید ثابت ہوئی۔

دوران سفر برصغیر اور دیگر ممالک کے جن شہروں اور علاقوں میں حضرت بابا فرید گنج شکر تشریف لے گئے۔ ان میں سیوستان غزنی قندھار بلخ بخارا بدخشاں چشت دمشق بغداد بیت المقدس مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور کئی دوسرے مقامات بھی شامل ہین۔ غرض یہ کہ آپ نے ہندو پاک کے علاوہ روس' ترکستان' افغانستان' ایران' عراق' شام' اردن اور سعودی عرب کے طویل وعریض ممالک کا سفر کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان ممالک میں کئی مقامات پر مشائخ کرام اور صوفیائے عظام نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ جن سے آپ نے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں اور بعض بزرگوں کی صحبت

میں چند دن قیام کر کے اکتساب فیض کیا۔ اس طرح بے شمار صوفیاء اور مشائخ سے باطنی نعمتوں کا استفادہ ہوا۔ جن اکابر اولیاء اور صوفیاء سے آپ کی گفت وشنید اور ملاقاتیں ہوئیں ان میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ' مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ' یاقوت حموی ہے' شیخ سیف الدین باخری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ' تقی الدین فقیہ شیخ ابو یوسف آمدی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ عبد الواحد بدخشانی صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ' عبداللطیف بغدادی رحمۃ اللہ علیہ' امام حدادی اور شاذلی بن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

بخارا میں حضرت اجل سنجریؒ سے ملاقات:

بخارا میں ان دنوں ایک بزرگ حضرت اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ تھا۔ یہ بزرگ امراء سے میل جول پسند نہیں فرماتے تھے اور ان کے نزدیک درویشی کا معیار یہ تھا کہ فقیر دنیا دار لوگوں اور امیروں سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ جب حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ اُن سے بڑے تپاک سے ملے اور ان کی آمد کو باعث طمانیت قرار دیا۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر میرے ساتھ مصافحہ کیا اور فرمایا۔ ''بیا اے لنگر عالم کہ نیک آمدی'' اس کے بعد میرے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آئے اور کئی روز مجھے مہمان رکھا۔ میں نے انکے پاس اپنے قیام کے دوران میں دیکھا کہ جو شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اسے کچھ نہ کچھ دے کر رخصت

کرتے۔ اگر اور کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو خستہ خرما جو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے عطا فرماتے۔ جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں برکت دے۔ میں وہاں سے روانہ ہوا تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ صاحب نفس بزرگ ہیں اور ان کی دعا ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پاتی ہے۔ بلکہ جس کے حق میں دعا کریں اس کی اولاد میں اس دعا کا اثر باقی رہتا ہے اور جس کو خواجہ نے خرما دیا وہ عمر بھر کسی کا محتاج نہ ہوا۔

بغداد میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملاقات:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد میں گئے تو آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چند روز قیام بھی کیا۔ اس ملاقات کا ذکر اسرار اولیاء میں یوں ہوا ہے کہ:

ایک دفعہ میں سفر بغداد کے دوران حضرت شیخ شہاب الدین سہرودی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر تھے۔ دوسرے احباب شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ بہاء الدین سہروردی، شیخ اوحدی الدین کرمانی، شیخ برہان الدین سیوستانی بھی موجود تھے اور خرقہ پوشی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحبزادہ صاحب جو شیخ بہاء الدین سہروردی کی تربیت بھی کرتے تھے۔ حاضر ہوئے آداب بجالا کر عرض کی کہ مجھے خرقہ مبارکہ سے نوازا جائے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا۔ آج معذرت خواہ ہوں کل صبح آیئے آپ کو خرقہ دے دیا جائے گا۔ جب رات ہوئی صاحبزادے نے خواب میں دیکھا کہ دو درویشوں کی گردن میں آگ کی زنجیر ڈالے ہوئے فرشتے عالم بالا کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرشتوں کے دامن کو پکڑ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ فرشتوں نے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا کہ یہ پیر ہے اور وہ مرید

ہے۔اس پیر نے خرقہ دیا تھا اوراس مرید نے خرقہ کا حق ادا نہ کیا۔گلیوں اور بازاروں میں دنیاداروں اور بادشاہوں کی صحبتوں میں رہ رہ کر اور پھر پھر کراس نے خرقہ صفا کی توہین وتذلیل کی۔ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس تاریک دل پیر کو اوراس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیر میں گھسیٹ کرلا یا جائے اور جہنم میں پھینک دیا جائے۔جب صاحبزادہ نے یہ خواب دیکھا۔فوراً بیدار ہوئے اور شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ مسکرائے اورارشاد فرمایا تو نے خرقہ پوشوں کا حال دیکھا بیٹے۔خرقہ پوشی اسے ہی زیب دیتی ہے جو ہردو عالم سے سلسلہ تعلقات منقطع کرلےاوراپنے مشائخ کے طریقہ پر چلے اورتو تو ابھی سترحجابوں میں ہے۔تیری خرقہ پوشی کاوقت نہیں آیا۔واپس چلا جاورنہ وہی پیش آئے گا جس کو تو عالم میں دیکھ چکا ہے۔

ایک اورمقام پر فرمایا کہ ایک دفعہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز اور شیخ اوحد الدین کرمانی کے حضور موجود تھا۔سلوک کے موضوع پر گفتگو جاری تھی۔شیخ شہاب الدین سہرودی فرمانے لگے کہ اصل علم ذات خداوندی کا ادارک ہے اور معرفت اس کی تدبیر ہے۔محبت مشاہدہ سے بڑھتی ہے اور مشاہدہ کے لئے مجاہدہ لازم ہے۔

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس اللہ سرہ العزیز) کو دیکھا ہے اور کچھ دن ان کی خدمت میں بھی رہا ہوں۔ایک دن ان کی خانقاہ میں قریباً ایک ہزار دینار بطور فتوح آئے۔انہوں نے سب کے سب راہ مولیٰ میں لٹا دیئے اور شام تک ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہ رکھا اور فرمایا کہ اگر میں اس میں سے کچھ اپنے لئے رکھ لیتا تو درویش نہ رہتا بلکہ درویش مالدار کا لقب پاتا۔

پھر اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک روز میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ

اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے اور حیرت و دہشت کی سرائے میں اس کو جگہ دیتا ہے۔ جو اس کی عظمت و جلال کا محل ہے۔ اسی طرح ہر بندہ خدا تعالیٰ کی حفاظت و حمایت میں آ جاتا ہے۔

سیوستان میں حضرت اوحدالدین کرمانی سے ملاقات:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرتبہ میں سیوستان میں شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ شیخ نے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ زہے سعادت کہ میرے پاس آئے۔ غرض کہ میں جماعت خانے میں بیٹھا تھا کہ دس درویش صاحب نعمت تشریف لائے اور آپس میں کرامت و بزرگی پر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر کوئی شخص صاحب کرامت ہے تو اسے چاہئے کہ اس کو ظاہر کرے۔ سب نے کہا اول تم ہی [illegible] دکھاؤ۔ شیخ اوحد کرمانی سے بھی ان کی طرف رخ کیا اور بولے کہ اس شہر کا حاکم ان دنوں مجھ سے بگڑا ہوا ہے اور مجھے روز کچھ نہ کچھ تکلیف دیتا رہتا ہے۔ لیکن آج وہ میدان سے سلامت نہیں آ سکتا۔ ان الفاظ کا شیخ کی زبان سے ہی نکلنا تھا کہ ایک شخص باہر سے آیا اور خبر سنانے لگا کہ بادشاہ سیر و شکار کو گیا تھا اور اس وقت گھوڑے سے گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

اس پر درویشوں نے دعا گو کی طرف دیکھا اور بولے تم کہو۔ میں نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر کہا ''آنکھیں سامنے کرو۔'' سب نے تعمیل کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں اور وہ سب خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ آخر واپسی ہوئی اور سب نے اقرار کیا کہ بیشک یہ درویش ہے اس کے بعد میں نے اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان درویشوں سے سوال کیا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اب تمہاری باری ہے یہ سن کر سب نے اپنے اپنے سر خرقوں میں کر لئے اور اندر ہی اندر غائب ہو گئے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے راقم دعا گو کو مخاطب کیا کہ اے مولانا نظام الدین! جو خدا کے کام میں لگا ہوا ہے خدا اس

کے کام بناتا رہتا ہے یعنی جو خدمت حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور جس کے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں اور جو اپنے نفس کے لئے ہر وقت غازی بنا رہتا ہے۔ خدا بھی اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔ (راحت القلوب)

شیخ عبدالواحد بدخشانی سے ملاقات:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایام سیاحت میں جب میں بدخشاں پہنچا تو وہاں میری ملاقات شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ذوالنون مصری کے مرید تھے۔ وہ شہر سے باہر ایک غار میں رہتے تھے اور کثرت عبادت سے حد درجہ ضعیف ہو گئے تھے۔ ان کا صرف ایک پاؤں تھا اور اسی پر عالم تحیر میں کھڑے تھے میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ جواب دے کر انہوں نے مجھے بیٹھنے کی اجازت دی اور پھر عالم تحیر میں کھو گئے۔ تین دن رات تک ان پر یہی کیفیت طاری رہی۔ تیسرے دن عالم صحو میں آئے اور بولے "اے فرید میرے متصل نہ ہونا ورنہ سوختہ ہو جاؤ گے اور دور بھی نہ رہو کہ مجبور رہو گے۔ میری حالت سنو کہ ستر سال سے اس غار میں مقیم ہوں اور خورش میری عالم غیب سے ہے۔ تیس برس گزرے کہ ایک عورت یہاں سے گزری۔ میری نظر اس پر پڑی اور بہ مقتضائے بشریت میری طبیعت اس پر مائل ہوئی اور غار سے باہر نکلنا چاہا۔ اس وقت غیب سے آواز آئی کہ اے مدعی یہی تیرا عہد تھا کہ سوائے میرے کسی اور سے کچھ سروکار نہ رکھے گا۔ بس اتنا سننا تھا کہ مجھے ہوش آ گیا۔ اسی وقت کمر سے چھری نکالی اور جو پاؤں غار سے باہر آیا تھا اسے کاٹ کر پھینک دیا۔ اس دن سے آج تک عالم تحیر میں کھڑا ہوں اور نہیں جانتا کہ قیامت کے دن جب اس واقعہ کے متعلق باز پرس ہو گی تو کیا جواب دوں گا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رات میں نے وہیں گزاری دسرے دن افطار کے وقت کچھ دودھ اور طباق میں لگے ہوئے دس خرمے غیب سے اترے حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''پہلے ہر روز میرے لئے پانچ خرمے اترا کرتے تھے۔ آج تمہاری وجہ سے دس بھیجے گئے ہیں۔ آؤ دودھ نوش کرو اور خرمے کھاؤ'' میں نے آداب بجالا کر تعمیل ارشاد کی اور شیخ پھر عبادت میں مشغول ہو گئے اتنے میں بدخشاں کا حاکم اپنے ارکان دولت کے ساتھ اس غار میں آیا اور تعظیم بجالا کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔'' کیسے آئے ہو'' بولا کہ والی سیوستان نے ناحق میرا مال غصب کر لیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ اپنے حق کے لئے ظلم کے خلاف تلوار اٹھاؤں۔''

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متبسم ہو کر فرمایا''لو ظالم کا خاتمہ میں کئے دیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر پاس پڑی ہوئی ایک چھڑی اٹھا کر سیوستان کی طرف پھینک دی۔ حاکم بدخشاں واپس چلا گیا۔ چند دنوں کے بعد سیوستان کے کچھ باشندے بدخشاں آئے اور حاکم بدخشاں کو اس کا مال واپس کرتے ہوئے یہ قصہ سنایا کہ والی سیوستان اپنے دربار عام میں بیٹھا تھا کہ یکا یک دیوار شق ہوئی اور اس سے ایک ہاتھ چھڑی پکڑے ہوئے نمودار ہوا۔ اس نے وہ چھڑی اس زور سے والی سیوستان کی گردن پر ماری کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھا جس نے ظالم کو ہلاک کیا۔ یہ واقعہ سنا کر بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر میں ان سے رخصت ہوا۔ اس سے مجھے بہت فیض پہنچا۔ (راحت القلوب)

غزنی میں ایک درویش سے ملاقات:

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ غزنی میں میری ملاقات ایک ایسے درویش سے ہوئی جو اہل محبت میں سے تھا۔ میں نے سوال کیا کہ اے درویش! عشق الٰہی کی انتہا ہے یا نہیں۔ فوراً چیخ پڑے اور مجھے کہا اے جھوٹے! عشق الٰہی کی کوئی انتہا نہیں۔ محبت خدا کی آگ کی وہ تلوار ہے جو جس جسم سے گزرتی ہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

ایک راسخ العقیدہ بزرگ کی زیارت:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوران سیاحت میں نواح غزنی میں ایک مقام پر میں نے چند درویشوں کو دیکھا جو ہر وقت ذکر حق میں مشغول رہتے تھے۔ میں ایک رات ان کے پاس ٹھہرا صبح کے وقت قریب کے ایک حوض پر وضو کے لئے گیا۔ وہاں ایک ضعیف العمر باعظمت بزرگ کو دیکھا کہ نور عبادت سے ان کا چہرہ منور تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ عرصہ سے میرے شکم میں تکلیف ہے۔ بار بار وضو کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے حوض کے کنارے ڈیرہ لگایا ہے میں نے یہ دن ان کی خدمت میں گزارا۔ رات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بزرگ ساری رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ عارضہ شکم کی وجہ سے انہیں بار بار قضائے حاجت کے لئے جانا پڑتا۔ لیکن ہر بار واپس آ کر وضو فرماتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ ایک بار وہ غسل کرنے تالاب میں اترے کہ پیغام اجل آ گیا اور انہوں نے پانی کے اندر ہی جان بحق تسلیم کی بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کر کے بے اختیار رونے لگے اور فرمایا زہے راسخ الاعتقادی کہ آخر دم تک حق تعالیٰ کی عبادت بجا لاتے رہے اور طہارت سے متعلق اپنے ضابطے کو ترک نہ کیا۔ (راحت القلوب)

چشت:

چشت میں حضرت شیخ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک تھا۔ حضرت بابا فریدؒ نے اس مزار پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی فرمائی۔

دمشق میں شیخ شہاب الدین زندلیس سے ملاقات:

فرمایا اے درویش! ایک دفعہ یہ دعا گو دمشق کی جانب سفر کر رہا تھا۔ ایک خانقاہ میں ایک نہایت عظیم بزرگ صاحب ولایت کا پتہ چلا۔ جن کا نام شیخ شہاب الدین زندلیس تھا اور جو خواجہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے تھے۔ جب

میں خانقاہ کے اندر گیا سلام عرض کیا حکم ہوا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ صوفیاء میں سے چند حضرات اور بھی موجود تھے۔ موضوع گفتگو گلیم وصوف اور دنیا داروں کے اس لباس کو پہننے کے بارے میں ہی تھا۔ ایک صاحب باہر سے آئے اور آداب بجالانے کے بعد عرض کیا کہ فلاں صاحب جو آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔ دنیا داروں کی مجلسوں میں زیادہ تر وقت گزارتے ہیں۔ بزرگ موصوف نے جب یہ سنا تو فرمایا۔ فوراً اسے میرے پاس بلائیں۔ جب وہ مرید حاضر ہوئے حکم دیا۔ اس کا لباس گلیم و صوف وغیرہ اس سے لے کر آگ میں ڈال دو۔ جب جل گیا تو غصے سے آنکھیں سرخ کرتے ہوئے اس مرید کی جانب دیکھا۔ فرمایا اسے باہر نکال دو کہ ابھی تک یہ صوف پہننے کے اہل نہیں ہوا۔ یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کا لباس مبارک ہے اور جو اس لباس میں خیانت کرتا ہے۔ قیامت کے دن یہی لباس اس کی گردن میں ڈال کر قیامت کے میدان میں پھرایا جائے گا اور آواز آئے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صوف اور گلیم کا لباس پہنا اور اس کا حق ادا نہیں کیا۔ (اسرار الاولیاء)

ملک شام میں ایک بزرگ سے ملاقات:

فرمایا ایک دفعہ فقیر شام کے علاقے میں سفر کر رہا تھا۔ وہاں شہر میں ایک بزرگ کا پتہ چلا۔ میں ان کی خانقاہ میں گیا۔ وہ بزرگ بڑے ذاکر و مشاغل تھے۔ میں نے سلام کیا جواب دیا اور فرمایا بیٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد بزرگ موصوف کے چند خرقہ پوش مرید آئے۔ انہوں نے اپنی ٹوپیاں زمین پر رکھ دیں۔ پھر ایک اور درویش آیا اور وہ بھی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے لئے بزرگ موصوف نے سر جھکایا اور پھر بات کا آغاز کیا کہ میں اس درویش کو خرقہ دینا چاہتا ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ ہم سب نے تعظیماً جھک کر عرض کیا۔ آپ کی جو رائے ہے وہی ہم سب کی رائے ہے۔ جو بات آپ پسند فرماتے ہیں ہم ہزار بار پسند کرتے ہیں۔ پھر یہ لوگ ایک دوسرے کے موافق طبع ومزاج احوال و کیفیات پر گفتگو کرنے لگے۔ وہ درویش

جسے خرقہ خلافت سے نوازا جاتا تھا۔ اس نے بھی بغیر پوچھے کچھ احوال یاران طریقت کے مخالف و ناموزوں کہنے شروع کر دیئے۔ بزرگ موصوف اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ جب فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ اس درویش کو واپس بھیج دو کہ یہ خرقہ کے لائق نہیں ہے۔ یہ جھوٹا اور مخالف آدمی ہے۔ خرقہ اسے زیب نہیں دیتا۔ (اسرار الاولیاء)

غزنین:

یہاں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چند درویشوں کے ساتھ یادِ الٰہی میں رات گزاری۔ ان درویشوں میں سے ایک درویش مرضِ اسہال میں مبتلا تھے۔ ہر قضائے حاجت کے بعد غسل کرتے تھے ایک سو بیس رکعتیں پڑھنے کے لئے ساٹھ مرتبہ غسل کر۔ آخری مرتبہ غسل کیا جو غسل آخر ثابت ہوا اور ان کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

اس کے بعد حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ایک غار میں گئے جہاں ایک خداترس یادِ الٰہی میں مشغول تھے اور قریباً تیس سال سے اسی غار میں رہ رہے تھے۔

ان کی خوراک کا اہتمام غیب سے ہوتا تھا ایک روز حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کے ساتھ نماز ادا کی تو دل میں خیال آیا کہ کہ آج افطار کس سے کریں گے۔

افطاری کا وقت ہوا تو اس مردِ درویش نے نزدیک ہی ایک کھجور کے درخت کو ہلایا جس پر سے دس کھجوریں جھڑیں ان میں سے پانچ انہوں نے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کر دیں۔ اس کے بعد انہوں نے زور سے زمین پر پاؤں مارا تو وہاں سے پانی ابل پڑا اور دونوں نے اس سے اپنی پیاس بجھالی۔

ذاکر بزرگ کا واقعہ:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ لاہور میں ایک

ذاکر و مشاغل اور عالی مقام بزرگ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی چند روز ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ فرض نماز کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاتے اور اتنا شدت سے ذکر فرماتے کہ ان کے روں روں سے پسینہ پھوٹ پڑتا۔ سینکڑوں دفعہ ذکر کرتے کرتے گر پڑتے اور پھر اٹھ کر ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ ایک دن ذکر کے بعد فرمانے لگے کہ کتاب عشق میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میرا ذکر بندہ مومن پر غالب ہو جاتا ہے۔ میں اللہ جو اس کا پروردگار ہوں اس کا عاشق ہو جاتا ہوں اور وہ میرا محبوب بن جاتا ہے عشق سے مراد محبت ہے پھر انسان کو اس سعادت عظمیٰ سے کیوں محروم رہنا چاہئے اور ذکر خدا سے کیوں غافل ہونا چاہئے۔ اے عزیز! اس خالق کائنات نے دل کو اس لئے پیدا فرمایا کہ عرش الٰہی کا طواف کرے۔ دل کی تین قسمیں ہیں ایک دل پہاڑ کی مانند ہوتے ہیں جو اپنی جگہ سے ذرہ برابر حرکت نہیں کرتے۔ یہ دل محبان صادق کے دل ہوتے ہیں کچھ دل درخت کی مانند ہوتے ہیں کہ جڑ تو ان کی قائم ہے مگر شاخیں ہوا سے ہلنے لگتی ہیں اور کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو درخت کے پتوں کی طرح ہوا کے جھونکے سے ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔ مگر محبت میں پختہ اور سچا وہ شخص ہے جو یاد محبوب کے سوا کسی چیز کو پسند نہ کرتا ہو۔ (اسرار الاولیاء)

صاحب اسرار درویش سے ملاقات:

آپ کا ارشاد ہے کہ ایک دفعہ میں لاہور کی حدود میں سفر کر رہا تھا ایک گاؤں میں ایک صاحب اسرار درویش رہتے تھے جن کا گزارہ کاشتکاری پر تھا۔ عمال حکومت ان سے کچھ مطالبہ نہ کرتے تھے۔ آخر اس گاؤں میں ایک بے مروت کوتوال کا تقرر ہو گیا۔ اس نے بزرگ موصوف سے لگان وغیرہ کا حصہ مانگنا شروع کر دیا اور حکم دیا کہ اتنے سال تو نے کھیتی باڑی کی ہے اور لگان ادا نہ کیا تو اتنے سال کا بقایا ادا کرو وگرنہ کوئی کرامت دکھاؤ۔ بزرگ نے فرمایا میں تو ایک مسکین آدمی ہوں

کرامت کیا ہوتی ہے کوتوال نے سختی شروع کر دی اور کہا کہ میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا یا تو اتنے سال کا لگان دو یا کرامت دکھاؤ۔ درویش مجبور ہو گئے۔ تھوڑی سی فکر کی پھر اس کی طرف روئے سخن کیا اور کہا کون سی کرامت چاہتا ہے۔ مانگ کوتوال نے کہا کہ گاؤں کے قریب دریا بہہ رہا ہے۔ تم اس کے اوپر سے گزر جاؤ۔ درویش نے آب رواں پہ مبارک قدم رکھے اور اس طرح دریا پر سے گزر گئے جیسے عام آدمی خشکی پر چلتا ہے۔ جب دریا عبور ہو گیا اور واپسی کا ارادہ کیا تو کشتی طلب کی لوگوں نے عرض کیا کہ جیسے آپ تشریف لائے تھے ویسے ہی واپس ہو جائیں۔ بزرگ نے جواب دیا کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں میرا نفس متکبر نہ ہو جائے اور کہیں یہ نہ سمجھنے لگ جائے کہ میں بھی کچھ بن گیا ہوں۔ (اسرار الاولیاء)

☆☆☆

باب سوم:

عبادت وریاضت

طے کا روزہ:

ایک موقع پر حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بابا صاحب سے فرمایا کہ وہ طے کا روزہ رکھیں۔ اس روزے میں افطار کے وقت پانی تو پی لیا جاتا ہے مگر کبھی تین دن، کبھی دس دن، کبھی مہینہ اور کبھی چھ مہینے اور کبھی ایک سال تک کچھ نہیں کھایا جاتا۔ بابا صاحب نے مرشد کے حکم کے مطابق یہ روزہ شروع کیا اور تین دن تک کچھ نہ کھایا، تیسرے دن افطار کے وقت ایک شخص ان کے لئے کھانا لایا۔ انہوں نے اسے رزق غیب سمجھ کر کھالیا۔ مگر فوراً ہی طبیعت متلانے لگی اور قے ہوگئی۔ جب یہ واقعہ بابا صاحب نے اپنے مرشد سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا ''مسعود! تو نے اس دن اپنا روزہ ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا تھا۔ لیکن خداوند کریم نے تجھ پر بڑا کرم کیا اور وہ کھانا تیرے پیٹ سے نکل گیا۔ اب پھر تین دن کا روزہ رکھ اور جو کچھ غیب سے ملے اس سے روزہ افطار کرنا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن تک روزہ رکھا، مگر افطار کے وقت کہیں سے کوئی کھانا نہ آیا۔ یہاں تک کہ ایک رات گزر گئی۔ کمزوری اور ضعف بڑھ گیا۔ بے اختیار ہو کر کچھ سنگریز زمین سے پکڑ کر منہ میں ڈال لئے۔ جو قدرت خداوندی سے ان کے منہ میں جاتے ہی شکر بن گئے۔ خیال کیا کہ یہ کہیں دھوکا نہ ہو، انہوں نے وہ شکر پارے منہ سے نکال دیئے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آدھی رات ہوگئی اب پھر ضعف نے شدت اختیار کر لی آپ نے پھر زمین سے کچھ سنگریزے اٹھا کر منہ میں ڈال دیئے۔ وہ بھی منہ میں جا کر شکر بن گئے بابا صاحب نے تین بار اس کو دہرایا۔ جب انہوں نے اپنے مرشد حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے سے اس واقعے کا ذکر کیا

تو انہوں نے فرمایا ''مسعود! یہ دست غیب تھا۔ جاؤ تو ہمیشہ شکر کی مانند میٹھے رہو گے۔

چلہ معکوس:

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو عبادت وریاضت میں خوب حلاوت محسوس ہوتی تھی مرشد کی خدمت میں مزید مجاہدہ کرنے کی اجازت کے لیے حاضر ہوئے مرشد نے آپ کو چلہ معکوس کرنے کا حکم دیا چلہ معکوس کرنے کی غرض سے آپ ایسی جگہ تلاش کرنے میں سرگرداں ہوئے کہ جہاں پر کوئی ایسی مسجد ہو کہ اس میں کنواں بھی ہو اور کنویں کے پاس ہی ایک درخت ایسا ہو جس کی شاخیں کنویں کے اوپر سے گزرتی ہوں اور اس مسجد میں کوئی ایسا موذن ہو جو درویشوں سے محبت وانس رکھتا ہو اور محبت کے قابل ہو۔ اس طرح کی جگہ تلاش کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے مجاہدہ کی شہرت ہو اور کسی کو اس بارے میں علم ہو ایسی جگہ کی تلاش میں آپ پھرتے پھراتے ہانسی چلے گئے وہاں کے قرب و جوار میں تلاش کرتے رہے مگر کامیابی نہ ہوئی آخر اچ شریف تشریف لے گئے وہاں پر آپ کو مطلوبہ مسجد کی تلاش میں کامیابی ہوگئی یہ مسجد جو آپ نے تلاش کی مسجد حاج کے نام سے مشہور تھی اور ایک پرفضا مقام پر تھی اس مسجد میں ایک کنواں بھی تھا اور اس کے نزدیک ایک درخت بھی تھا جس کی شاخیں کنویں کے اوپر سے گزرتی تھیں۔ مسجد کے موذن خواجہ رشید الدین مینائی تھے جو ہانسی کے رہنے والے تھے اور آپ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

حضرت اقدس نے چند روز اس مسجد میں قیام فرمایا جب امام مسجد کو اعتماد میں لے لیا اور اس سے وعدہ کرلیا کہ یہ راز فاش نہیں ہوگا تو آپ نے چلہ شروع کردیا۔ ایسا ہوتا تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد وہ موذن آپ کے پاؤں میں رسی باندھ کر کنوئیں میں الٹا لٹکا دیتا تھا اور صبح صادق ہونے سے پہلے باہر نکال لیتا تھا۔

ہر صبح صادق سے قبل موذن آکر دیکھتا تھا کہ حضرت اقدس مشغول بحق ہیں۔

اس کے بعد وہ آواز دیتا تھا کہ اے مخدوم کیا حکم ہے آپ پوچھتے تھے کہ صبح صادق ہوئی

ہے یا نہیں وہ جواب دیتا تھا کہ ہونے والی ہے۔ حضرت اقدس فرماتے تھے کہ اچھا باہر نکال لو۔ آپ کنوئیں سے باہر آ کر مسجد میں مراقب ہو جاتے تھے اسی طرح چالیس شب آپ نے چلہ جاری رکھا اور اپنے شیخ کا حکم اس طرح پورا کیا کہ کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ وہ مسجد اب تک اوچ میں موجود ہے اور زیارت گاہ اور حاجت روائے خلق ہے۔

اس کے بعد خواجہ رشید الدین موذن نے حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور میں بال بچے دار آدمی ہوں۔ میرے ہاں بہت سی لڑکیاں ہیں روزی تنگ ہے دعا کریں کہ روزی فراخ ہو جائے آپ نے فرمایا وعظ کیا کرو۔ سب کام درست ہو جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور میں عالم نہیں ہوں۔ وعظ کیسے کروں آپ نے فرمایا منبر پر قدم رکھنا تمہارا کام ہے۔ اور کرم حق تعالیٰ کا کام ہے چنانچہ اس نے وعظ شروع کر دیا اور بہت کامیاب ہوا اور تنگی جاتی رہی۔

روزے رکھنا:

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ روزے رکھا کرتے تھے جیسے بھی حالات ہوتے روزہ نہ چھوڑتے تھے۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح کے دوران دس دس سپارے پڑھتے تھے۔ آپ نے سلوک و معرفت کی منازل طے کرنے کے لیے بہت سے مجاہدے کیے مسلسل مجاہدے کرنے کے باعث جسم میں نقاہت اور کمزوری واقع ہو گئی تھی ایک مرتبہ دہلی میں تھے کہ فوراً اٹھ کر تھوڑی دور تک چلنا چاہا مگر ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ چلا نہ گیا اور رک گئے عصا مبارک ہاتھ میں لیا اور اس کے سہارے چلنے لگے کچھ ہی دور گئے تھے کہ عصا مبارک چھوڑ دیا۔ چہرہ مبارک زرد ہو گیا اور چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے کسی نے پوچھا کہ حضور! کیا ہوا؟ فرمایا' مجھ پر عتاب ہوا کہ غیر کا سہارا لیتے ہو اس لیے اس بات سے شرمندہ ہو گیا۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں اس قدر ریاضت کی کہ پھر آپ کی زندگی میں وہ مرتبہ آپ کو عطا ہوا کہ اس بارے میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ چالیس برس تک بندہ مسعود نے وہ کیا کہ جو حضرت حق نے فرمایا اب چند برسوں سے بندہ مسعود کے دل میں جو گزرتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔

حضرت غریب نواز کی نظر کرم:

ایک مرتبہ خواجہ غریب نواز دہلی میں حضرت قطب الاقطاب کے پاس تشریف لائے۔ حضرت قطب الاقطاب نے اپنے تمام مریدوں کو سرکار غریب نوازؒ کے حضور میں پیش کیا۔ ہر شخص نے اپنی حسب لیاقت سرکار غریب نوازؒ سے نعمت حاصل کیا۔

سرکار غریب نوازؒ نے فرمایا' اور کوئی مرید تو نہیں رہا؟

حضرت قطب صاحب نے فرمایا۔ ہاں ایک فقیر مرید چلہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ سرکار غریب نوازؒ نے فرمایا' آؤ اسے دیکھ کر آئیں۔ یہ دونوں بزرگ غزنی دروازے کے برج پر تشریف لے گئے۔ دروازہ کھلوایا۔ مدت کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے حضرت باباصاحبؒ اس درجہ ضعیف اور کمزور ہو گئے تھے کہ تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہو سکے۔ اٹھتے ہی گر پڑے۔ سنبھل کر قدموں میں سر رکھ دیا۔ سرکار غریب نوازؒ نے حضرت قطب صاحبؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''بختیار اس نوجوان کو کب تک مجاہدات کی آگ میں جلائے گا۔ آؤ ہم تم دونوں مل کر اس فقیر کو کچھ عطا کریں۔'' یہ فرما کر داہنا بازو سرکار غریب نوازؒ نے اور بایاں بازو حضرت قطب الاقطابؒ نے پکڑ کر حضرت باباصاحبؒ کو کھڑا کیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ ''یا جل جلالہٗ فرید کو قبول فرما کر درویش کامل کا مرتبہ فرما۔''

ندا آئی۔ ''ہم نے فرید کو قبول کیا' فرید یگانہ روزگار ہوگا۔''

غیبی آواز سن کر حضرت باباصاحبؒ پر کیفیت طاری ہوگئی حضرت قطب صاحبؒ نے یہ حال دیکھ کر حضرت باباصاحبؒ کو اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ علم لدنی حاصل ہو گیا۔ خدا اور بندے کے درمیان کے تمام حجابات دور ہو گئے۔ اس کے بعد سرکار غریب نوازؒ نے اپنا خرقہ خاص حضرت باباصاحبؒ کو عطا فرمایا۔ حضرت قطب صاحبؒ نے دستار اور دوسری

چیزیں جو خلافت کے لئے ضروری ہوتی ہیں، بابا صاحب کو عطا فرمائیں۔ اس وقت سرکار غریب نواز کے ساتھ قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا علی کرمانی، سید نور الدین غزنوی، مولانا مبارک اور شیخ نظام الدین ابو المؤید، مولانا شمس الدین ترک، خواجہ محمود موئنہ دوز قدس اسرار ہم بھی تھے۔

اس کے بعد سرکار غریب نواز نے فرمایا، بختیار تم بخت کے بڑے اچھے ہو تم نے ایسے شہباز کو دام میں لیا ہے جو سدرۃ المنتہیٰ میں اپنا آشیانہ بنائے گا۔

حصول خلافت:

کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ اجمیری کی باطنی عطا کے بعد ہی آپ کے سر پر دستار خلافت باندھ دی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت قطب عالم نے اپنے مرید بابا فرید الدین مسعود کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور خلافت کی سند لکھ کر بھی عطا فرما دی مگر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سند خلافت ملنے کے باوجود اپنے مرشد کی زندگی میں ان کی خدمت کرتے رہے اور ان کی زیر نگرانی راہ سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ روحانیت میں کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے فرمایا اب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی خدمات سرانجام دیں اور فرمایا کہ اے میرے مرید باصفا تم میرے وصال کے وقت میرے پاس نہ ہو گے۔ البتہ میرے وصال کی خبر ملتے ہی دہلی آ جانا حضرت قطب عالم کے ارشاد کے مطابق آپ تبلیغ دین کے لئے ہانسی چلے گئے اور وہاں اپنے آپ کو تبلیغ اسلام اور مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول کر لیا اور کچھ عرصہ تک آپ ہانسی میں قیام پذیر رہے۔

مسند خلافت پر جلوہ افروزی:

ہانسی میں قیام کے دوران ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی

آپ مرشد گرامی سے والہانہ محبت کی بناء پر ہانسی سے دہلی کی طرف چل دیئے جب آپ اپنے مرشد خواجہ قطب عالم کی خانقاہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مرشد کامل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا وصال ہوگیا ہے۔ آپ مرشد کے وصال کی وجہ سے بے حد رنجیدہ ہوئے اور اللہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوئے کہ مرشد نے مجھے جو فریضہ سونپا ہے اس پر مجھے تادم آخر استقامت فرما۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ قطب الدین عالم کے وصال کا وقت آیا تو حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے تو حضرت خواجہ نے اپنا خرقہ عصا نعلین، مصلی اور دیگر تبرکات حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے دوست یہ بابرکت اشیاء میرے وصال کے بعد فرید الدین مسعود گنج شکر کو دے دینا۔ وصال کے بعد جب حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہانسی سے دہلی تشریف لے گئے تو قاضی حمید الدین ناگوری نے ایک مجلس میں آپ کی امانت آپ کے حوالے کر دی اس مجلس میں حضرت خواجہ بختیار کاکی کے خلفاء اور دیگر ارباب عقیدت موجود تھے اور سب نے آپ کو حضرت قطب عالم کا جانشین تسلیم کر لیا اس روز سے آپ اپنے مرشد کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہو گئے۔

ہانسی میں قیام:

حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے اپنے مرشد کی خانقاہ دہلی میں ہی قیام کر لیا شب و روز یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے کچھ عرصہ جب گزر گیا تو ایک روز یوں ہوا ایک شخص ہانسی سے آ کر آپ کو ملا یہ جمعہ کا دن تھا اس نے آپ کی خدمت میں التماس کی کہ یا حضرت اہل ہانسی آپ کی جدائی میں بڑے مضطرب ہیں اور تمام حضرات چاہتے ہیں کہ آپ واپس ہانسی میں آ جائیں آپ نے اس کے اس پیغام پر واپس ہانسی جانے کا ارادہ کر لیا۔

نماز جمعہ کے بعد لوگوں میں آپ نے ہانسی جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو خانقاہ کے خدام اور عقیدت مندوں میں بے حد بے چینی پیدا ہوئی انہوں نے دہلی میں رہنے کی التماس کی لیکن آپ نے فرمایا کہ دہلی کی نسبت ہانسی کو میری ضرورت زیادہ ہے اس لئے میرا وہاں جانا زیادہ ضروری ہے تا کہ جس فریضہ تبلیغ کو وہاں جاری کیا گیا تھا اسے قائم رکھا جائے اس جواب سے لوگ مطمئن ہو گئے آخر کار آپ دہلی سے ہانسی تشریف لے گئے اور پھر عرصہ دراز تک وہاں قیام پذیر رہے۔ ہانسی میں آپ کے رہنے کے دوران لوگوں نے خوب آپ کی ذات بابرکات سے فیوض و برکات حاصل کیے۔

اسرار الاولیاء میں ہے حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ تمام حالات کے متعلق یوں فرمایا ہے کہ اے درویش! میں اپنے شیخ قدس سرہ العزیز کی بارگاہ شکستہ پناہ میں ہفتہ دو ہفتہ کے بعد حاضر ہوتا تھا۔ اکثر یاران سلوک مثلاً شیخ بدرالدین غزنوی اور دیگر حضرات ہمیشہ خانقاہ معلی میں حضور خواجہ میں رہنے کی سعادت سے بہرہ ور تھے۔ جب حضرت کے وصال کا وقت قریب آیا ایک بزرگ کو سجادہ نشینی کی آرزو تھی لیکن وقت وصال حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ العزیز نے فرما دیا کہ یہ عصا لکڑی کی کھڑاؤں اور جامہ مبارک شیخ فرید کے سپرد کر دیا جائے۔ جس رات میرے حضور نے وصال فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کو دربار الٰہی میں لئے جا رہے ہیں۔ دن ہوا تو یہ فقیر ہانسی سے جانب دلی روانہ ہوا۔ چوتھے دن شہر میں پہنچا۔ قاضی حمید الدین ناگوری وہ جامہ مبارک۔ کھڑاؤں اور عصا میرے پاس لے آئے میں نے دوگانہ ادا کیا اور جامہ مبارک زیب تن کیا۔ حضرت کی خانقاہ میں تین روز ہی قیام کیا تھا کہ ہانسی کی طرف روانہ ہو گیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ ہانسی میں میرا ایک ساتھی سرہنگام نامی تھا۔ وہ ہانسی سے مجھے ملنے کے لئے آیا۔ دو تین دن تک خانقاہ معلی کے دربان نے اسے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ ایک دن گھر سے نکلا وہ سرہنگام آیا وہ میرے قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ میں نے کہا کیوں روتے ہوئے کہا آپ ہانسی میں تھے تو زیارت کرنا آسان تھا۔ یہاں آپ کی ملاقات بڑی دشوار ہو گئی ہے۔ میں نے اسی وقت ساتھیوں سے کہا کہ ہم ہانسی جائیں

گے۔ حاضرین نے تقاضا کیا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے آپ کو یہاں قیام کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ آپ کیوں جاتے ہیں میں نے کہا میرے حضور خواجہ قطب الاقطاب نے مجھے جس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا ہے اس کا فیضان شہر و بیابان میں یکساں ہیں۔ مقصود اس بات کے کہنے کا یہ تھا کہ ہر حال میں بزرگوں کو دست بوسی کا شرف حاصل کرنا چاہئے ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا مغفور انسان ہو جس کے مصافحہ سے آپ کی بھی مغفرت ہو جائے۔

☆☆☆

باب چہارم:

پاک پتن میں قیام

ہانسی کو چھوڑنے کے بعد حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے آبائی قصبے کھتوال میں جا کر قیام پذیر ہو گئے اور والدہ محترمہ کی خدمت عالیہ میں رہ کر زندگی کے شب و روز بسر کرنے لگے۔ مگر جلد ہی آپ کی روحانیت اور بزرگی کی شہرت گرد ونواح کا ہجوم رہنے لگا آپ کی طبیعت چونکہ تنہائی پسند تھی۔ اس لئے آپ کو زیادہ لوگوں کا آنا اچھا نہ لگتا تھا۔ لہٰذا ایک روز آپ کھتوال سے نکل کر ایک غیر معروف مقام پر آ گئے اور ہمیشہ کے لئے اسے اپنا جائے مسکن بنالیا۔ اس جگہ کا نام اجودھن تھا بعد ازاں آپ کی وجہ سے اس کا نام بدل کر پاک پتن ہو گیا۔ جس زمانے میں حضرت بابا فرید نے اجودھن میں قیام کیا تھا ان دنوں اجودھن کے گرد نواح بہت ویرانہ تھا کئی مقامات پر جنگل تھے۔ ان جنگلوں میں درندے اور موزی جانور رہتے تھے اس لئے اس پر خطر مقام پر رہنا بہت مشکل تھا مگر آپ نے اللہ کے بھروسے پر اس اجودھن میں رہنا ہی پسند فرمالیا۔

حضرت بابا فرید الدینؒ اور جوگی:

جن دنوں خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہانسی سے چل کر پاکپتن پہنچے تو آپ نے جنگل میں ہی کریر کے درختوں کے نیچے قیام کیا۔ یہ ایک ویران جگہ تھی آپ ایک دن راستے میں بیٹھے تھے ایک عورت سر پر دودھ کا گھڑا رکھے جا رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اے نیک بخت اتنی تیز کہاں جا رہی ہو اور تمہارے سر پر کیا ہے۔ عورت نے رو کر کہا کہ اے اللہ کے بندے اس قصبے میں ایک جادوگر جوگی رہتا ہے۔ ہم غریبوں پر اس نے اس قدر مصیبت ڈال رکھی ہے کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ وہ جو چیز ہم سے مانگتا ہے اگر ہم نہ دیں تو درد اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہر روز ایک نہ ایک گھر سے اسے دودھ پہنچانا ہوتا ہے۔ اگر اسے دودھ نہ پہنچایا جائے تو ہمارے گھر کا سارا دودھ خون بن جاتا ہے

میں اس لئے تیز تیز جا رہی ہوں کہ اگر دیر ہو گئی تو کوئی نئی مصیبت ہمارے سر پر ٹوٹ پڑے گی۔

حضرت خواجہ نے اس کی داستان سنی فرمایا کہ آج تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ دودھ ان درویشوں میں تقسیم کر دو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جوگی کیا کرتا ہے۔ عورت وہیں بیٹھ گئی دودھ کا گھڑا سر سے اتارا اور تمام غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ خود جوگی کے خوف سے کانپ رہی تھی کہ جوگی کا ایک چیلا وہاں آ پہنچا اس نے دیکھا کہ عورت نے جوگی کے حصے کا دودھ فقیروں میں بانٹ دیا۔ وہ حسد اور غیرت سے جل اٹھا۔ عورت کو گالیاں دینے لگا۔ حضرت شیخ نے اسے سمجھایا کہ اس قسم کی بدزبانی سے باز آ جاؤ یہ سنتے ہی اس کی زبان بند ہو گئی۔ اس کے پاؤں زمین میں جکڑے گئے۔ اب نہ بول سکتا تھا اور نہ اپنی جگہ سے ہل سکتا تھا۔ اب جوگی کا ایک اور چیلہ پہنچا۔ وہ بھی پہلے کی طرح جکڑا گیا۔ اس طرح جوگی کے تمام چیلے ایک ایک کر کے آتے رہے اور زمین میں جکڑے جاتے رہے۔ آخر کار جوگی خود اٹھا اور اپنے چیلوں کی تلاش میں وہاں پہنچا۔ انہیں دیکھ کر غضب میں آ گیا اور گالیاں بکنے لگا۔ حضرت شیخ نے آواز دی کہ اے زمین اس بے دین کو بھی پکڑ لو اس کے بھی پاؤں زمین میں جم گئے۔ اس نے اپنے جادو اور منتر سے بڑی کوشش کی مگر اسے رہائی نہ ہوئی۔ آخر اس نے آہ وزاری شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس شرط پر چھوڑا جائے گا اگر تم اسی وقت بوریا بستر باندھ کر یہاں سے چلے جاؤ اور پھر کبھی اس طرف منہ نہ کرنا۔ جوگی نے یہ بات مان لی اور اپنے چیلوں کے ساتھ پاک پتن کی سرزمین کو چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا۔

اجودھن کے مذہبی احوال:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جب اجودھن کو اپنی جائے مسکنت بنایا تو اس شہر کے لوگ غیر مسلم تھے اور اجودھن کے گرد ونواح میں بھی ہندوؤں کی بستیاں اور گاؤں تھے۔ خیر المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید نے جب اجودھن میں ڈیرہ لگایا تو

اس وقت شہر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور عام طور پر وہاں کے باشندے کیا ہندو اور کیا مسلمان سخت طبیعت سخت دل تھے اور ظاہر پرست جوگیوں کے پیروکار تھے اور اللہ والوں کے منکر اور مخالف تھے۔

اخبار الاختیار میں بھی یہی لکھا ہے کہ اجودھن کے لوگ عادتوں کے درویشوں کے منکر تھے۔ غرض یہ کہ اس شہر کے لوگ کج طبع بدمزاج اور بداعتقاد تھے۔ لہٰذا حضرت بابا فرید جب اس غیر معروف جگہ پر تشریف لائے اور وہاں کے حالات دیکھے تو انہوں نے کہا کہ یہی میرے رہنے کی جگہ ہے۔ کیوں کہ یہاں خلوت بہت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ ابراہیم ثانی نے کہا ہے۔

چل فریدا اوتھے ویئے جتھے وسن انھے
نہ کوئی سانوں جانے نہ کوئی ساڈی منے

سیر العارفین میں لکھا ہے اس وقت شہر کے باشندوں میں چند جوگیوں کا بڑا اثر تھا۔ لوگ ان کے جادو سے ڈرتے ہوئے ان کی عزت کرتے تھے غیر مسلمانوں کے علاوہ جو مسلمان اس شہر میں رہتے تھے وہ بھی جادو سے متاثر تھے۔ حضرت بابا صاحب نے ایسے حالات میں شہر کے باہر ایک ویرانے میں ڈیرہ لگالیا۔ وہاں کریر کے چند درخت تھے اور قریب میں شہداء کی بھی قبور تھیں۔ ایک بڑے درخت کے نیچے اپنی گلیم بچھائی اور اللہ کی یاد میں مشغول ہوگئے۔ وہاں کوئی آدمی آپ کے معمولات میں دخل انداز نہ ہوتا اور آپ کو مکمل طور پر خلوت حاصل ہوگئی۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ ہانسی میں رہے۔ وہاں پر علم کے مطابق عمل کیا تو وہاں بہت جلد شہرت پا گئے۔ وہاں سے کھوتوال چلے گئے یہ جگہ بھی اگرچہ تنہا تھی۔ لیکن ملتان کے قریب تھی اس لئے یہاں پوشیدہ نہ رہ سکے اور مشہور ہوگئے۔ بارہا سوچا کہ یہاں سے کہاں چلا جاؤں لاہور زیادہ پرآشوب نہیں ہے۔ دریا بھی اس کے قریب ہے وہاں اقامت اختیار کرلوں الغرض اجودھن میں جاکر رہائش اختیار کرلی۔ (سیر الاولیاء)

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ جب پاکپتن میں یادالٰہی میں مصروف ہو گئے تو جوں جوں وقت گزرتا گیا تو آپ کی بزرگی کا چرچا ہونا شروع ہو گیا۔ دکھی اور مصیبت زدہ لوگ دعائیں لینے اور فیض و برکات حاصل کرنے کے لئے آنا شروع ہو گئے۔ اس سے حضرت کی شہرت پاک پتن کے علاوہ گردونواح میں بہت جلد پھیل گئی۔ آپ نے جب مخلوق خدا کی آمدورفت کا سلسلہ دیکھا تو آپ نے یہاں سے بھی کسی اور مقام کی طرف جانے کا ارادہ کرلیا۔ مگر ایک روز آپ کو خواب میں آپ کے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ملے۔ انہوں نے آپ سے فرمایا کہ اسی شہر میں مستقل طور پر اپنی سکونت اختیار کرلو اور مخلوق خدا کو راہ حق کی طرف دعوت دو کیوں کہ یہاں کفر و شرک بہت زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں شمع ہدایت روشن کرنا بہت ضروری ہے۔ انشاء اللہ اجودھن اور اس کا گردونواح نور ہدایت سے جگمگا اٹھے گا۔ مرشد گرامی سے خواب میں حکم ملنے کے بعد آپ نے بقیہ زندگی اجودھن ہی میں گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔

پاک پتن میں قیام اور تبلیغ:

پاک پتن یعنی اجودھن دریائے ستلج کے قرب ہی میں اس زمانے میں واقع تھا۔ ملتان اسے دہلی جانے والوں کے راستے پر واقع ہونے کی وجہ سے کافی مشہور تھا یہ شہر بہت قدیم ہے۔ لوگ دریا کو اسی مقام سے عبور کرتے تھے۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پر آنے کے بعد اجودھن کے لوگ اسے پاک پتن کہنے لگے۔ اجودھن دراصل راجپوتوں کا دارالحکومت تھا۔

ہانسی میں جب حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر تھے تو لوگ کثرت سے آپ کے پاس آنے لگے۔ آپ نے ہانسی کو چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے کھتوال رہائش اختیار فرمائی۔ لیکن بالآخر اجودھن کو اپنے قدوم پاک سے نوازا۔ شہر سے باہر ویرانے میں کریر کے درختوں کے جھنڈ میں ڈیرے ڈال دیئے۔

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

یہاں کے لوگ جوگیوں کی شعبدہ بازیوں کے دالدہ تھے اور فقراء کے سخت دشمن جاہل اور درشت مزاج تھے۔ حضور بابا جی نے فرمایا یہی جگہ ہمارے رہنے کے قابل ہے۔

اجودھن ان دنوں جنگلوں سے گھرا ہوا تھا اور حشرات الارض کا دل پسند مسکن تھا۔ اس قصبہ کے اطراف میں دور دور تک کفار اور مشرکین کی بستیاں تھیں۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیام کے لئے اسی جگہ کو پسند فرمایا۔ کیونکہ یہاں نہ صرف خلوت اور سکون میسر تھا بلکہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے بھی یہ ایک موزوں مرکز تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک خواب (یا مراقبہ) کی حالت میں آپ کو اپنے مرشد گرامی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ملے اور انہوں نے ہدایت کی کہ اس قصبہ میں مستقل طور پر اقامت اختیار کرلو اور مخلوق خدا کو راہ حق کی طرف بلاؤ۔ کیونکہ اس علاقہ میں ہر طرف کفر و شرک کی بجلیاں کوندرہی ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک روز آپ اجودھن میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے کہ غیب سے آواز آئی۔ ''اے فرید تم گمراہوں کو راہ ہدایت دکھانے پر مامور کئے گئے ہو پریشان مت ہو اور اسی جگہ رہ کر تبلیغ حق کا فرض انجام دو۔ اللہ کے بندوں کو راہ حق میں ہر قسم کی مصیبتیں اور لوگوں کی جفا کاریاں خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہیئے۔''

غرض اجودھن سے باہر مغرب کی سمت ایک کریر کے درخت کے نیچے بابا صاحب نے ڈیرہ ڈال دیا اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔''

☆☆☆

باب پنجم:

کرامات

مٹی کو سونے میں تبدیل کرنا:

اجودھن میں قیام کے دوران ایک روز ایک بیوہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ اس کی تین جوان بیٹیاں ہیں' ان کی شادیاں کرنی ہیں' مگر میرے پاس کچھ نہیں ہے اس لئے بڑی امید لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ میری بیٹیوں کیلئے دعا فرمائیں کہ ان کی شادیوں کا بندوبست ہو جائے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت کے بار بار اصرار سے مجبور ہو کر اس سے فرمایا:

''جاؤ! باہر سے مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھا کر لے آؤ۔''

عورت باہر گئی اور مٹی کا ڈھیلا لے کر واپس آ گئی۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی کا وہ ڈھیلا اس کے ہاتھ سے لیا اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو وہ مٹی کا ڈھیلا سونے کی ڈلی میں تبدیل ہو گیا۔

یہ دیکھ کر عورت حیران رہ گئی۔

آپ نے فرمایا:

''جاؤ! اس سے اپنی بیٹیوں کی شادی کیلئے زیورات وغیرہ بنوالو''

عورت نے ان کا شکریہ ادا کیا اور گھر کی طرف روزانہ ہو گئی۔

گھر جا کر اس عورت نہایت اہتمام سے غسل کیا اور اپنے بدن کو خوشبو میں بسا کر

اس نے بھی مٹی کا ڈھیلا لیا اور سورۂ اخلاص پڑھ کر اس پر پھونک ماری مگر اس کے ڈھیلے میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

اس عورت نے سینکڑوں بارہ سورۂ اخلاص پڑھی اور بے شمار مرتبہ وہی عمل کیا مگر اس مٹی کا سونا نہ بنا۔

آخر زچ ہو کر وہ عورت حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور ان سے اپنی ساری کوششوں کا حال بیان کرنے کے بعد بولی کہ جو عمل آپ نے کیا وہی میں نے کیا پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مٹی سونا نہیں بنی۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت کی سادگی پر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

''اس لئے کہ تیرے منہ میں زبان فرید کی نہیں تھی۔''

مفلس کے رزق میں اضافہ:

خواجہ رشید الدین مینائی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت بابا صاحبؒ سے عرض کیا' میں مفلس ومحتاج آدمی ہوں' آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ میرے لئے وسعت وفراخی' رزق کی دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ تم وعظ کہا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ میری اتنی علمیت اور قابلیت نہیں کہ وعظ کہہ سکوں۔ آپ نے فرمایا' تم منبر پر جا کر بیٹھو اللہ فضل کرے گا۔ میں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت بابا صاحبؒ کی دعا سے میرا سینہ کھول دیا۔ اب ایک بے نظیر واعظ ہوں۔ میری زندگی وسعت وفراخی کے ساتھ بسر ہونے لگی۔

خستہ کھجوروں کا اشرفیاں بن جانا:

ایک دن کچھ درویش حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم مسافر ہیں۔ زادراہ ختم ہو گیا ہے اور سفر بہت باقی ہے۔ بابا صاحب نے سامنے پڑی ہوئی خستہ کھجوریں ان کو دے کر فرمایا ''جاؤ اللہ تمہارا سفر پورا کرے گا۔'' درویش مایوس ہو گئے اور باہر نکل کر ان کھجوروں کو پھینکنا چاہا' لیکن یکا یک دیکھا کہ

کھجوریں اشرفیوں کی صورت میں بدل گئیں۔ اپنی مایوسی پر پشیمان ہوئے اور بابا صاحب کو دعائیں دیتے وہاں سے رخصت ہوتے۔

مریض کا تندرست ہو جانا:

سیر الاقطاب میں ہے حضرت بابا صاحبؒ کا ایک مرید ایک شخص محمد شاہ غوری تھا۔ وہ ایک روز باحال پریشان حاضر خدمت اقدس ہوا۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ محمد شاہ کیا حال ہے؟

عرض کیا حضرت میرا بھائی جاں بلب ہے۔ عجب نہیں کہ فوت ہو گیا ہو۔ بابا صاحب نے فرمایا تیرا بھائی تو اچھا ہے۔ محمد شاہ نے گھر جا کر دیکھا تو بھائی بالکل تندرست تھا۔ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

اغوا شدہ بیوی واپس دلا دی:

سیر الاقطاب میں ہے کہ حاکم دیپالپور نے ایک گاؤں کو تخت و تاراج کر دیا۔ اس گاؤں کی تمام عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے گیا ان اسیران بلا میں ایک روغن گر کر بیوی تھی۔ جو نہایت حسین وجمیل تھی۔ وہ روغن گر بہ حال پریشاں بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حاکم ضلع انہی ایام میں گرفتار ہو کر اجودھن آیا۔ وہ کسی نہ کسی تدبیر سے بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھ تو انشاء اللہ بری ہو جائے گا۔ بلکہ حاکم تجھے انعام اور ایک لونڈی عطا کرے گا' تو اس لونڈی کو اس روغن گر کے حوالے کر دینا۔ اگلے روز حاکم کے سامنے پیشی ہوئی۔ حاکم نے خوش ہو کر خلعت و انعام اور ایک لونڈی عطا فرمائی۔

بابا صاحبؒ کی ہدایت کے مطابق وہ لونڈی روغن گر کے حوالے کر دی۔ لونڈی چہرے سے برقعہ ہٹا کر روغن گر کے قدموں میں گر پڑی۔ روغن گر نے اسے دیکھا تو وہ اس کی بیوی تھی۔

نمک شکر، اور شکر نمک بن گئی:

ایک روز اجودھن میں ایک سوداگر اونٹوں پر شکر بار کیے ہوئے چلا جارہا تھا۔ بابا صاحبؒ نے اس سے شکر طلب فرمائی۔ سوداگر نے کہا میرے پاس شکر نہیں نمک ہے۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا خیر نمک ہی ہوگا۔ سوداگر نے منڈی جاکر بوریوں کو کھولا تو نمک برآمد ہوا۔ سوداگر کو غلط بیانی پر سخت ندامت ہوئی بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر عذر معذرت کرنے لگا۔ عرض کیا دعا فرمائیے کہ نمک شکر ہو جائے۔ آپ نے فرمایا جاؤ نمک شکر ہو جائے گا۔ اب سوداگر نے دیکھا تو اس کی بوریوں میں شکر تھی۔

گم شدہ لڑکے کا ملنا:

ایک روز بابا صاحبؒ کی خدمت میں ایک بڑھیا با حال پریشان حاضر ہوئی۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا کیا حال ہے، کیوں پریشان ہو؟ بڑھیا نے عرض کیا، میرا لڑکا عرصے سے غائب ہے۔ اس کا کچھ پتہ نشان نہیں، دعا فرمائیے۔ بابا صاحبؒ نے تھوڑی دیر مراقبہ کرکے فرمایا، جا تیرا لڑکا گھر آ گیا۔ بڑھیا گھر واپس آئی تو لڑکا موجود تھا۔

بڑھیا نے لڑکے سے حال دریافت کیا تو کہاں چلا گیا تھا۔ کس طرح واپس آیا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ میں دریا کے کنارے آپ کی جدائی میں رو رہا تھا کہ ایک بڑھے خرقہ پوش نے دریا سے برآمد ہوکر مجھ سے پوچھا، بیٹے کیوں رو رہا ہے؟ میں نے سارا حال عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا بیٹے آنکھ بند کر میں نے آنکھ بند کرلی، اس کے بعد جو میں نے آنکھ کھولی تو اپنے مکان کے دروازے پر موجود تھا۔ بڑھیا نے کہا وہ بوڑھے آدمی حضرت بابا صاحبؒ ہی تھے۔

اینٹ سونے کی ہوگئی:

ایک دن حسن قوال بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری لڑکی کی شادی ہے بہت خرچ اٹھے گا کہ کچھ عنایت فرمائیے کہ اس فرض سے بخوبی عہدہ برآء

ہوسکوں۔حضرت نے فرمایا۔

''میں ایک درویش ہوں اور مال دنیوی کا درویشوں کے پاس کیا کام؟''

حسن اقوال نے اصرار کیا کہ آپ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرمائیں۔میرے لئے وہی دنیا جہاں کی دولت کے برابر ہوگا۔

ایک اینٹ پاس پڑی تھی بابا صاحب نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''اچھا یہ اینٹ لے جاؤ۔''

حسن قوال نے فوراً وہ اینٹ اٹھالی۔ دیکھا تو وہ اینٹ سونے کی صورت اختیار کر چکی تھی۔حضرت کو دعائیں دیتا گھر پہنچا اور نہایت دلجمعی سے بیٹی کی شادی کی۔

بلا دیکھے ایک شخص کا حلیہ بیان کر دیا:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نماز صبح پڑھ رہے تھے۔آپ سجدہ میں سر زمین پر رکھے اپنے شغل میں مستغرق تھے آپ اس ہیئت میں بہت دیر تک رہے' سردی کا موسم تھا۔ایک پوستین لا کر آپ پر ڈال دی گئی۔ اس وقت وہاں کوئی خدمت گار موجود نہ تھا۔بس صرف میں وہاں موجود تھا اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے بہت بلند آواز سے سلام کیا۔اس سے شیخ کی کیفیت میں خلل پڑا۔شیخ نے اسی طرح زمین پر سر رکھے اور پوستین کو ویسے ہی اوڑھے ہوئے کہا کہ یہاں کوئی ہے تو میں یعنی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میں ہوں تو حضرت بابا فرید نے فرمایا کہ جو شخص آیا ہے کیا ترک ہے قد درمیانہ ہے اور رنگ زرد ہے۔ میں نے اس کو دیکھا تو اس کا یہی حلیہ تھا جواباً میں نے عرض کیا کہ یا حضرت ایسا ہی ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اس کی کمر میں زنجیر ہے میں نے دیکھا تو ایسا ہی تھا۔چنانچہ میں نے کہا کہ ہاں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے کان میں کوئی چیز ہے؟ میں نے جو اسے دیکھا تو اس کے کان میں بھی کچھ تھا۔چنانچہ میں نے کہا

جی ہاں کان میں حلقہ ہے اسی طرح میں آپ کے ہر استفسار پر اسے دیکھتا تھا اور آپ کو جواب دیتا جاتا تھا۔ اس سے اس شخص کا رنگ بدلتا جاتا تھا اس دفعہ جو میں نے کہا کہ جی ہاں اس کے کان میں حلقہ ہے تو شیخ فرمانے لگے کہ اس سے کہو کہ وہ چلا جائے۔ قبل اس کے کوئی فضیحت و بدنامی ہو۔ مگر اس اثناء میں کہ میں اس کی طرف دیکھوں وہ جا چکا تھا۔ (فوائد الفواد ص ۳۰۷)

باطنی راہنمائی:

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد الفواد میں بیان فرمایا ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز کے مریدوں میں ایک فوجی سپاہی شامل تھا جسے محمد شہ کہتے تھے۔ وہ جس کام کا عزم کرتا اس کے خیال کے دوران میں حضرت شیخ کو خواب میں دیکھتا۔ وہ جس ہیئت وصورت میں انہیں خواب میں پاتا۔ اسی مناسبت سے اس خواب کی تعبیر کرتا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ اس نے ہندوستان کا عزم کیا۔ رات کو اسی خیال کے سلسلے میں اس نے حضرت شیخ کو خواب میں دیکھا کہ گویا وہ فرما رہے ہیں کہ اجودھن کی جانب جاؤ جب وہ نیند سے بیدار ہوا اس نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے اسی طرف جانا چاہئے۔ اس نے نہ تو خواب میں حضرت شیخ کا کوئی قول سنا تھا نہ ان کا کوئی اشارہ دیکھا تھا۔ اس نے تو اتنا ہی دیکھا تھا کہ وہ اجودھن کی طرف جا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے ہندوستان جانے کا عزم فسخ کر دیا۔ اجودھن کی طرف روانہ ہو گیا اس سفر میں اسے بڑی راحت اور آسائش میسر آئی۔

اللہ پر بھروسہ:

سیر الاقطاب میں لکھا ہے حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں بیابانوں میں مجاہدات وریاضیات میں مشغول تھے تو ایک دن ان کو سخت پیاس لگی۔ پانی کی تلاش میں ایک کنوئیں کے پاس پہنچے۔ مگر وہاں کوئی ڈول اور رسی نہ تھی جس سے پانی کھینچتے۔ مایوس ہو کر کنوئیں کے پاس بیٹھ گئے اتنے میں جنگلی ہرن دوڑتے ہوئے کنوئیں کے

کنارے پر پہنچے۔ یکا یک کنوئیں کا پانی اچھل کر کناروں تک پہنچ گیا۔ ہرنوں نے اپنی پیاس بجھائی اور چل دیئے۔ بابا صاحب بہت حیران ہوئے اور آگے بڑھ کر اپنی پیاس بجھانی چاہی، لیکن پانی نیچے اتر گیا۔ بابا صاحب کی حیرت میں اور اضافہ ہوا۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا۔ ''الٰہی تو نے ہرنوں کو تو پانی پلا دیا مگر معلوم نہیں اپنے بندے کو کیوں محروم رکھا۔'' غیب سے آواز آئی ''تو نے ڈول اور رسی کا سہارا ڈھونڈا اور ہرن صرف میرے سہارے پر یہاں آئے تو محروم رہا اور وہ سیراب ہوئے۔''

حضرت بابا صاحب ندائے غیبی سن کر بہت پشیمان ہوئے اور پھر بیابان میں جا کر ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ چالیس دن تک عبادت کرتے رہے اور اس عرصے میں پانی کا ایک قطرہ بھی حلق میں نہ ڈالا۔ چلہ ختم ہونے پر خاک کی ایک مٹھی منہ میں ڈالی جو فوراً شکر بن گئی۔ غیب سے آواز آئی۔

''اے فرید تجھے ہم نے برگزیدہ بندوں میں جگہ دی اور تیری عبادت قبول کی اور آج سے تجھے شیریں سخنوں کے گروہ میں ''گنج شکر'' بنایا۔

قلندروں کو دہی ملنے کا واقعہ:

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ایک دفعہ دعا گو اور شیخ جمال الدین ساکن اوچ ایک جگہ جمع تھے۔ شیخ جمال الدین صاحب نعمت اور باقوت درویش تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا چند قلندر کمرے میں لوہے کی میخیں لگائے ہوئے آئے اور سلام کر کے شیخ مذکور کے پاس بیٹھ گئے۔ ان قلندروں میں سے ہر فرد نہایت اوندھے مزاج کا تھا۔ چنانچہ ان دنوں اتفاقاً جماعت خانہ شیخ میں دہی موجود نہ تھا۔ قلندروں نے اسی کو طلب کیا۔ شیخ نے میری طرف دیکھا اور میں نے شیخ کی طرف۔ اس خیال سے کہ کوئی تدبیر دہی پیدا کرنے کی جائے۔ ندی قریب بہتی تھی شیخ نے قلندروں سے کہا دہی چاہیے تو اس ندی میں گھس جاؤ اور جس قدر چاہو کھاؤ' قلندروں کو یہ بات بہت دشوار معلوم ہوئی۔ تاہم زور میں آ کر کھڑے ہو گئے اور پانی کے پاس پہنچے۔ نظر اٹھا

کر کیا دیکھتے ہیں کہ سب دہی ہی دہی ہے خوب شکم سیر ہوئے۔ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے درویشوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا اب خانقاہ کے اندر چلے جاؤ اور آرام کرو۔ (راحت القلوب)

چشم زدن میں دور کے مقام پر پہنچنے کی کرامت:

حضرت شیخ فرید کی خدمت میں چند درویش حاضر ہوئے۔ یہ درویش بیت المقدس سے آئے تھے۔ وہ مجلس میں بیٹھ گئے مگر ہر ایک درویش خواجہ فرید کو بڑی تیز نظر سے دیکھتا تھا۔ حضرت خواجہ سر اپنا مبارک جھکائے بیٹھے رہے آخر ایک درویش سے نہ رہا گیا اور اس نے عرض کیا یا مخدوم ہم نے تو آپ کو بیت المقدس میں دیکھا تھا۔ آپ وہاں جھاڑو دیا کرتے تھے اور اپنا نام فرید الدین بتاتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میں نے وہاں تم سے وعدہ لیا تھا کہ یہ بات کسی پر ظاہر نہ کرنا مگر تم نے اپنا وعدہ بھلا دیا اب غور سے سنو کہ اللہ کے بندے جہاں کہیں ہوتے ہیں۔ وہاں ہی بیت المقدس ہے وہاں ہی کعبہ ہے وہاں ہی عرش ہے اور وہاں ہی کرسی ہے۔ اللہ کی ساری مخلوق ان کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے۔ اگر تمہیں یقین نہ آئے تو اپنی آنکھیں بند کرو۔ درویش نے آنکھیں بند کیں ایک لحہ بعد آپ نے فرمایا کہ اب آنکھیں کھولو اس نے اہل مجلس کو قسم کھا کر بتایا کہ جو کچھ بتایا کہ جو کچھ حضرت شیخ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے میں نے اسے باطنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ وہ شخص آپ سے بیعت ہوا۔ تکمیل حاصل کی اور خرقہ خلافت پا کر سیستان کی طرف خدمت خلق کے لئے مامور ہو گیا۔

حضرت بابا فرید کے خرقہ کی برکت:

حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ جب مجھے شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز نے خرقہ ملا۔ یہ گلیم (کمبل) چشتی سلسلے کا خرقہ تھا اور یہ اب تک میرے پاس ہے۔ الغرض یہ خرقہ پانے کے بعد جب میں اجودھن سے دہلی کی طرف آ رہا تھا تو اس خرقے کو بھی ہمراہ لا رہا تھا۔ بس میں تھا اور ایک میرا ساتھی جب ہم اس جگہ پہنچے

جہاں رہزنوں کا ڈر تھا تو بارش ہونے لگی۔ میں اور میرا ساتھی ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ اسی اثناء میں وہ چند ہندو رہزن جن کی طرف سے ہمیں خوف لاحق تھا۔ نمودار ہوئے اور وہ ہمارے سامنے آ گئے میں اس خرقے کی وجہ سے جو میرے پاس تھا کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ میرے دل میں آیا کہ وہ اس خرقہ کو جو حضرت شیخ کا عطا کردہ ہے مجھ سے چھین کر نہیں لے جا سکتے۔ پھر میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر یہ مجھ سے چھین کر لے گئے تو میں اس کے بعد ان شہروں میں اور آبادیوں میں نہیں رہوں گا۔ تھوڑی دیر بعد ان ہندوؤں میں سے ایک‘ ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف چلا گیا۔ (فوائد الفواد)

روحانی بصیرت کا واقعہ:

شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مریدوں میں سے ایک مرید یوسف نامی تھا۔ ایک دفعہ اس نے حضرت شیخ کی خدمت میں اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں کئی سال سے حضرت کی خدمت میں ہوں۔ ہر شخص حضرت کی بخشش سے فیض یاب ہوا ہے۔ چاہیئے تھا کہ میں ان سب سے پہلے فیض یاب ہوتا بہر حال اس نے یہ یا اس سے ملتی جلتی کوئی بات کہی۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا یہ کوتاہی میری طرف سے نہیں ہوئی اس کے لئے کچھ تم میں بھی تو استعداد و قابلیت موجود ہونی چاہیئے۔ نیز میں کوئی خود اپنے پاس سے تھوڑا ہی دیتا ہوں۔ اگر خدا کسی کو نہ دے تو اس کے لئے کیا کیا جائے مرید اسی طرح شکایت کر رہا تھا کہ اس دوران میں حضرت شیخ کی نگاہ ایک چھوٹے بچے پر پڑی۔ آپ نے بچے سے فرمایا یہاں آؤ‘ یعنی وہاں جہاں حضرت شیخ بیٹھے تھے۔ وہاں اینٹوں کا ایک ڈھیر تھا آپ نے اس چھوٹے بچے سے کہا کہ جاؤ اور ان اینٹوں سے میرے لئے ایک اینٹ لے آؤ بچہ گیا۔ ایک سالم اینٹ لے آیا اور شیخ کے سامنے رکھ دی۔ ایک صاحب شیخ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے پھر اس بچے سے کہا‘ جاؤ اور ان صاحب کے لئے اس ڈھیر سے ایک اور اینٹ لے آؤ۔ بچہ گیا پھر ایک سالم اینٹ لے آیا اور ان صاحب کے آگے رکھ دی۔ پھر حضرت شیخ نے اس بچے

سے کہا کہ جاؤ ایک اور اینٹ ان صاحب کے لئے لے آؤ اور آپ نے اسی مرید یوسف کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بچہ گیا اور آدھی اینٹ لے آیا اور آ کے اس کے سامنے رکھ دی۔ حضرت شیخ نے فرمایا اب میں اس کا کیا کروں میں نے اپنی طرف سے جو بس میں تھا کیا' لیکن جب تمہارے مقدر ہی میں صرف اسی قدر ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر کیسے عائد ہو سکتی ہے۔(فوائد الفواد)

دعا یکدم یاد ہوگئی:

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہاتھ میں ایک لکھی ہوئی دعا تھی اور آپ فرمارہے تھے کہ کوئی ہے جو اس دعا کو یاد کرے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا مقصود یہ ہے کہ میں اسے یاد کروں۔ میں آداب بجا لایا اور عرض کیا اگر حکم ہو تو بندہ اسے یاد کرے۔ انہوں نے وہ دعا مجھے دے دی میں نے عرض کیا کہ میں اس دعا کو ایک بار حضرت کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ پھر میں اسے یاد کرلوں گا۔ جب میں نے یہ دعا حضرت کے سامنے پڑھی آپ نے ایک اعراب کی اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ اس طرح پڑھو۔ میں نے اسی طرح جیسے حضرت نے فرمایا تھا پڑھا۔ اگرچہ جس طرح میں نے پڑھا تھا وہ بھی معنی رکھتا تھا' القصہ اسی وقت وہ دعا یاد ہوگئی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے وہ دعا یاد کرلی ہے اگر حکم ہو تو پڑھوں۔ فرمایا پڑھو میں نے وہ دعا پڑھی اور اس اعراب کو جیسے حضرت نے فرمایا تھا۔ اسی طرح پڑھا جب میں حضرت کے پاس سے باہر آیا تو مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اچھا کیا کہ اس اعراب کو اسی طرح پڑھا۔ جیسے حضرت نے فرمایا میں نے کہا کہ اگر سیبویہ جو اس علم کا وضع کرنے والا ہے اور دوسرے وہ جو اس علم کے قواعد کے بانی ہیں۔ آئیں اور مجھ سے کہیں کہ اعراب وہی صحیح ہے جو تم نے پڑھا تو پھر بھی میں اسے اسی طرح پڑھوں گا۔ جیسے حضرت نے فرمایا ہے مولانا بدر الدین نے کہا یہ پاس آداب جو تم کرتے ہو ہم میں سے کسی کے بس میں نہیں۔(فوائد الفواد)

بال کی برکت کا واقعہ:

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ حضرت شیخ کی ریش مبارک کا ایک بال جدا ہو کر آپ کی گود میں گر گیا۔ میں نے عرض کی کہ میری ایک درخواست ہے اگر حضرت شیخ قبول فرمائیں! آپ نے فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ریش مبارک سے ایک بال جدا ہو کر گر گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اسے تعویذ کے طور پر اپنے پاس رکھ لوں۔ فرمایا اسی طرح کر لو میں نے اس بال کو بڑی عزت واحترام سے اٹھایا۔ ایک کپڑے میں لپیٹا اور اپنے ساتھ اس شہر میں لے آیا۔ حضرت خواجہ نے...... اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے۔ جب یہ ذکر فرما رہے تھے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس موئے مبارک کے بڑے بڑے اثرات دیکھے ہیں۔ اس کے بعد جب بھی کوئی مصیبت زدہ اور دردمند آتا اور مجھ سے تعویذ مانگتا۔ میں اسے وہ موئے مبارک دیتا۔ وہ اسے لے جاتا کچھ عرصہ اسے اپنے پاس رکھتا اور اس کی وہ تکلیف جاتی رہتی۔ صحت دتی کے بعد وہ مجھے واپس کر دیا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک بار میرے ایک دوست کا جسے تاج الدین مینائی کہتے تھے۔ ایک کم سن بیٹا بیمار ہو گیا۔ تاج الدین مینائی میرے پاس آیا اور مجھ سے تعویذ مانگا میں نے وہ موئے مبارک جو کہ ایک طاقچہ میں رکھا تھا بہت ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا۔ میں نے اس طاقچہ کے خیال سے دوسرے طاقچوں میں بھی اسے ڈھونڈا کہ شاید غلطی سے میں نے اسے وہاں رکھ دیا ہو۔ لیکن مجھے وہ نظر نہ آیا چنانچہ وہ دوست خالی ہاتھ واپس چلا گیا اس کا لڑکا اس بیماری میں موت ہو گیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد کوئی اور آدمی آیا اور اس نے اپنی حاجت کے لئے وہ تعویذ مانگا۔ میں نے نظر دوڑائی تو اسی طاقچہ میں پڑا دکھائی دیا۔ جہاں میں اسے ہمیشہ رکھتا تھا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ نے فرمایا چونکہ میرے دوست کے بچے کی موت مقدر تھی۔ لہٰذا وہ تعویز غائب ہو گیا تھا۔

(فوائد الفواد)

درخت کے چلنے کی کرامت:

پاک پتن کے قریب ہی ایک قصبہ نوشہرہ ہے۔ ایک دن حضرت خواجہ وہاں تشریف لے گئے آپ نے مسواک کی' مسواک کرنے کے بعد اسے اپنے ہاتھ سے زمین میں گاڑھ دیا یہ مسواک اسی وقت ایک درخت بن گئی اور بڑا قد آور درخت بن کر لہلہانے لگا۔ جس دن حضرت خواجہ فریدؒ پاک پتن کو روانہ ہوئے تو یہ درخت بھی اپنی جڑوں کو سمیٹا ہوا حضرت شیخ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا اسکن یا شجر (اے درخت یہیں رک جا) لیکن درخت, وہاں رکنے کی بجائے آپ کے پیچھے پیچھے آتا رہا آپ نے اسے پھر کہا لیکن وہ عشق ومحبت کی وجہ سے وہاں نہ رکا۔ تیسری بار آپ نے غصے سے رکنے کو کہا اور اس کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور فرمایا اور بے ادب یہاں رک جاؤ اس کی جڑیں زمین کے باہر ہی تھیں اور شاخیں زمین میں جا لگیں۔ وہ درخت اس طرح جھکا رہا۔ سیر الاقطاب کے مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس درخت کی زیارت کی ہے۔

نوجوان کو فحاشی سے بچانے کی کرامت:

سیر المشائخ کے مولف نے لکھا ہے کہ ایک نوجوان دہلی سے چلا اور توبہ کرنے کے ارادے سے حضرت خواجہ فرید الدین کی خدمت میں پاک پتن کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک فاحشہ اور گانے والی عورت کے ہمراہ سفر کرنے لگا۔ چونکہ یہ نوجوان خوبصورت اور خوس شکل تھا وہ عورت اس کے بڑے قریب ہوتی گئی مگر وہ چونکہ توبہ کے ارادے سے نکلا تھا اس کی طرف توجہ نہ کرتا۔ سفر کے دوران ان کا قافلہ ایک ایسی جگہ رکا کہ دونوں کو ایک ہی کمرے میں رات گزارنا پڑی۔ چونکہ دونوں ہی تھے دوسرے لوگ دوسری جگہوں پر تھے اس عورت نے کوشش کی کہ اسے قابو کر لے۔ آدھی رات کا وقت ہوا عورت جتن کر رہی تھی کہ اچانک کوئی شخص کمرے میں پہنچا اور ایک زوردار طمانچہ اس نوجوان کے منہ پر مارا اور فرمایا او بے ادب تم توبہ کے ارادے سے حضرت بابا فرید الدین

گنج شکرؒ کے پاس جا رہے ہو اور راستے میں ان کاموں میں مبتلا ہو گئے ہو یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہو گیا۔ نوجوان اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ کہتے ہوئے اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ جب پاک پتن میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ تم اس فاحشہ عورت کے مکر سے بچ گئے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

دوستی کا اخلاص:

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ دونوں بڑے کے خلوص دوست تھے۔ حضرت فرید کی زبان پر شیخ بہاء الدین کا نام آتا تو برادرم بہاء الدین کہہ کر ادا فرماتے۔ زندگی کے کئی سال دونوں حضرات ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اخلاص سے رہے۔ وہ رشتہ داری میں بھی ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے جس دن حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا انتقال ہوا تو حضرت خواجہ فرید اس دن پاک پتن میں تھے۔ پہلے مراقبہ میں بیٹھے رہے پھر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب آپ دیر تک بے ہوش پڑے رہے تو آپ کے خادموں کو بڑی حیرانی ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی خرقہ لا کر شیخ پر ڈال دیا۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے شیخ عبداللہ احمد بلخی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ آج میرے بھائی بہاء الدین ملتانی واصل بحق ہو گئے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہزاروں فرشتے زمین پر اتر رہے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی بھی ملتان میں تشریف لا رہے ہیں۔ فرشتوں کے جھرمٹ میں شیخ بہاء الدین کو اٹھا کر آسمانوں کی طرف لے جا رہے ہیں آؤ ہم بھی جنازہ ادا کریں۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے پاک پتن میں ہی آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ (خزینۃ الاصفیاء)

سنگریزوں کے شکر بننے کی کرامت:

اخبار الاخیار کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ فرید الدین کو ابتدائی مجاہدے اور ریاضت کے دوران حکم ہوا کہ وہ متواتر روزہ رکھیں اور تین دن کے بعد افطار کریں۔ ایک دن افطار کے وقت کوئی شخص کھانا پکا کر لایا۔ حضرت شیخ نے ایک دو لقمے کھائے مگر

چند لمحوں بعد قے کر دی۔ دوسرے دن اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا بابا فرید رات کو تم نے جو کھانا کھایا تھا وہ ایک شراب فروش کے گھر سے آیا تھا۔ اللہ نے تم پر مہربانی کی قے ہوگئی اور یہ کھانا تمہارے پیٹ میں نہ رہا۔ اب تین دن بعد جو چیز غائب سے آئے وہ کھالینا۔ تین دن گزر گئے مگر کوئی چیز کھانے کو نہ آئی حتی کہ چھ دن گزر گئے تو شیخ کو کھانے کی خوشبو تک میسر نہ ہوئی۔ آدھی رات ہوئی تو آپ بھوک کی وجہ سے نڈھال تھے ہاتھ زمین پر مارا چند سنگریزے اٹھائے اور منہ میں ڈال لئے۔ وہ اسی وقت شکر بن گئے جس وقت آپ کو محسوس ہوا کہ یہ شکر کی ٹکڑیاں ہیں تو منہ سے تھوک دیں کہ شاید یہ شیطانی خوراک ہو۔ دوسری رات پھر ایسی ہی واقعہ پیش آیا تو سوچنے لگے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے روزہ افطار کیا۔ صبح حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا بابا فرید جو غائب سے آتا ہے بے عیب ہوتا ہے آج سے تم گنج شکر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مٹی کو بھی شکر بنا دیا ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

پیش گوئی درست ہوگئی:

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی مجلس میں شیخ نجیب الدین کے احوال وکوائف اور شیخ کبیر فرید الدین کے مناقب واوصاف کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی میں ایک ترک تھا اس نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ اس کی امامت شیخ نجیب الدین کے سپرد کی اور ان کے لئے ایک گھر بھی مہیا کیا۔ اس ترک نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور اس پر ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ جیت لی (ایک سکہ) خرچ کئے۔ ایک موقعہ پر باتوں باتوں میں شیخ نجیب الدین نے اس ترک سے کہا۔ پورا مومن وہ ہوتا ہے جس کے ہاں حق کی محبت' اولاد کی محبت پر غالب ہو۔ اب تم نے ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ جیت لی اپنی صاحبزادی پر خرچ کئے ہیں اگر تم اس سے دوگنی رقم راہ حق پر خرچ کر دو تو پھر پورے مومن ہو سکتے ہو۔ ترک اس بات سے خفا ہو گیا اور اس نے شیخ نجیب الدین نے مسجد کی امامت بھی لے لی اور مکان بھی شیخ نجیب الدین دہلی سے اجودھن چلے گئے اور انہوں نے یہ

ساری صورت حال شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا خدائے عزوجل کا ارشاد ہے ہر آیت جو ہم منسوخ کرتے ہیں اس کے بدلے میں ہم اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا زیادہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اس ترک کا نام ایتمر تھا۔ شیخ اسلام نے زبان مبارک سے فرمایا اگر ایتمر مر گیا تو خدائے عزوجل ایتکری پیدا کر دے گا۔ انہی دنوں ایک بڑا سردار ایتکر نامی اس علاقے میں پہنچا۔ اس نے شیخ الاسلام اور ان کے بلند مرتبت خاندان کی بڑی خدمت کی اور وہ اس خاندان کے خدمت گاروں کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔

(خزینۃ الاصفیاء)

☆☆☆

باب ششم

وصال

اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ دستور کے مطابق وقت مقرر پر انسان کو اس دار فانی سے کوچ کرنا پڑا۔ خواہ وہ اللہ کا کتنا ہی برگزیدہ بندہ تھا اس تقاضا فطرت کے تحت حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ضعیف العمری میں آپ کو انتڑیوں کا مرض لاحق ہو گیا جس سے آپ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ چونکہ آپ نے آخری عمر تک کثرت ریاضت مجاہدہ مسلسل شب بیداری اور فقر و فاقے کو اپنائے رکھا۔ اس لئے آخری عمر میں آپ کی صحت بہت، کمزور ہو گئی۔

آخری ایام:

بیان کیا جاتا ہے کہ وصال سے چند دن پہلے آپ کے سامنے نظامی گنجوی کی مثنوی کے یہ اشعار پڑھے گئے۔

جہاں چیست بگوزد نیرنگ او — رہائی بجنگ آر از چنگ او
مقیمے نہ بینی دریں باغ کس! — تماشا کند ہر یکے ہر نفس
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست — کہ کیسہ بر مرد خود کامہ نیست
درد ہر دے از نو برے می رسد — یکے می رود دیگرے می رود!
جہاں اگر چہ آرامگاہے خوش است — شتا بندہ رالغل در آتش است
دو دردارو ایں باغ آراستہ — درو بند ایں سے ہر دو برخاستہ
در آ از درے باغ بنگر تمام — زدیگر درے باغ بیرون خرام
اگر زیرکے باگلے خو گمیر — کہ باشد بجا ماند نقش ناگزیر

دریں دم کہ داری بشادی بپیچ ؏ کہ آئندہ در زیر پیچپیت و پیچ
یکے رادر آرد بہ ہنگامہ تیز ؏ دگر راز ہنگامہ گوید کہ خیز
نظامی سبک باش یاران شدند ؏ تو ماندی بہ غم غمساران شدند

مثنوی کے مندرجہ بالا اشعار آپ کے ایک مرید خاص شمس دبیر نے پڑھے تھے۔ان اشعار کے سننے سے آپ پر بے خودی کا عالم طاری ہوگیا اور آپ حقیقت میں پوری طرح منہمک ہوگئے۔ جب بے خودی کے عالم سے ہوش میں آئے تو آپ نے شمس دبیر کو اپنا خاص پیرہن عنایت فرمایا اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔

امیر خورد صاحب سیر الاولیاء نے بیان کیا ہے کہ:

کہ وصال کے وقت آپ کو جسم میں سوئیاں چبھنے کا عارضہ کچھ عرصے سے لاحق تھا۔شعبان ۶۶۳ء ہجری کو بیماری میں اضافہ ہوگیا۔یہاں تک کہ رمضان شریف سے غلبہ مرض کی وجہ سے کچھ روزے بھی قضا ہو گئے۔محرم ۶۶۴ ہجری کے آغاز ہی میں مرض کی حالت اتنی شدید ہوگئی کہ آپ کو گھڑی گھڑی بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے۔ جب ہوش آتا تو سوال کرتے کہ میں نے نماز ادا کر لی ہے اور ہر نماز دو دو تین تین مرتبہ پڑھتے تھے۔

وصال:

۵ محرم الحرام ۶۶۴ء ہجری کا دن حضور بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے سخت بے چینی اور تکلیف میں گزارا۔مگر تمام نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کیں اور تمام وظائف بھی پورے کئے پھر عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا آپ نے مولانا بدرالدین اسحٰق سے پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے۔ مولانا بدرالدین اسحاق نے جواب دیا کہ حضور تو عشاء کی نماز وتر کے ساتھ ادا کر چکے ہیں۔اس کے بعد آپ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا میں دوسری مرتبہ عشاء ادا کروں گا۔خدا جانے پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے۔مولانا بدرالدین کہتے ہیں

کہ اس رات آپ نے تین مرتبہ نماز عشاء ادا کی۔ پھر فرمایا نظام الدین دہلی میں ہے۔ میں بھی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات کے وقت ہانسی میں تھا۔ پھر آہستہ سے میرے کان میں فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد وہ خرقہ جو مجھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے عنایت کیا تھا۔ وہ نظام الدین اولیاءؒ کو پہنچا دینا۔ پھر آپ نے وضو کے لئے پانی منگوایا۔ وضو کیا اور دوگانہ ادا فرمایا پھر سجدے میں چلے گئے اور سجدے ہی میں آہستہ آواز سے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھتے آپ واصل حق الی الحبیب ہو گئے۔

اِنَّ لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعونَ

سن وصال:

اسرار اولیاء مطبوعہ اُردو سائنس بورڈ لاہور کے صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر کا سن وصال ۵ محرم ۶۶۴ھ مطابق ۱۱۵ اکتوبر ۱۲۶۵ء ہے۔ سفینۃ الاولیاء اخبار الاخیار اور جواہر فریدی کے مصنفوں نے آپ کا سن وصال یہی تحریر فرمایا ہے مگر دیگر تذکرہ نگاروں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ مخبر الواصلین (مملوکہ علامہ اسد نظامی) میں آپ کا سن وصال ۶۷۰ھ مرقوم ہے۔

تجہیز و تکفین:

حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر بہت جلد ہی پاک پتن شہر اور اس کے گردونواح میں پھیل گئی۔ آپ کے وصال کی خبر سے لوگوں میں کہرام مچ گیا اور وہ بڑے شوق کے ساتھ آپ کی آخری زیارت کے لئے آستانہ مبارک پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کے ورثاء اور قریبی متعلقین نے بندوبست کرنا شروع کیا اور یہ مشورہ کیا گیا کہ آپ کو شہر سے باہر شہر کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور لوگوں کے اژدہام کے باعث جنازہ بھی شہر کے باہر میدان میں پڑھایا جائے ابھی یہ تیاریاں ہو رہی تھیں کہ حضرت بابا فرید کے صاحبزادے جن کا نام شیخ نظام الدین تھا وہ تشریف لے آئے۔ جوان دنوں سلطان غیاث الدین کی فوج میں ملازم تھے وہ پٹیالہ میں رہتے تھے۔ جو ضلع

پٹنہ میں واقع ہے انہوں نے والد محترم کے وصال کے بارے میں ایک خواب دیکھا۔ حضرت بابا صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ ملازمت سے رخصت لے کر پاک پتن کی طرف آئے۔ جب شیخ نظام الدین شہر پاک پتن پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ والد محترم کا انتقال ہو چکا ہے تو آپ کے ذہن میں آیا کہ اس لئے بابا حضور مجھے خواب میں بلا رہے تھے۔ تا کہ میں ان کے جنازے میں شامل ہو جاؤں۔ ان کے آنے پر انہوں نے اپنے دوسرے بھائیوں کو رائے دی کہ حضرت بابا صاحب کو اسی جگہ دفن کیا جائے۔ جہاں آپ کا وصال ہوا ہے ان کی یہ تجویز پر اتفاق رائے ہوئی۔ ان کی یہ تجویز پر اتفاق رائے ہونے سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک اسی جگہ پر کھودی گئی جہاں آپ کا وصال ہوا تھا اور یہ وہی مقام ہے جہاں آپ آج کل مدفن موجود ہے۔ الغرض غسل اور کفن کی تیاری کے بعد جنازہ تیار ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کے جنازے کو ایک کھلے مقام پر لے کر جہاں وہاں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جن کے بعد آپ کے جسد مبارک کو واپس اس مقام پر لا کر اسی حجرہ خاص میں دفن کیا جہاں آپ کا وصال ہوا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ساتھ ہزار ہا حافظ قرآن آئے۔ وہاں پر مرید خلفاء بھی جمع ہو گئے اور قبر مبارک پر گنبد مبارک بنانا شروع کیا گیا اور ہر ایک اینٹ پر ایک قرآن مکمل پڑھا گیا۔ اس طرح آپ کا مزار اقدس مکمل ہوا جو آج تک مرجع خلائق ہے۔

مزار فریدؒ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری:

میں مورخہ ۲۰۰۷۔۱۔۲۸ کو اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ سرکار بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ عرس پاک کے موقع پر حاضری دینے کا ارادہ کیا۔ تین گھنٹوں کی مسافت کے بعد اس سرزمین پر داخل ہو گئے جہاں چشت نگر کی عظیم شخصیت حضرت بابا فرید مدفون ہیں۔ بس اسٹینڈ سے اُترنے کے بعد ایک رکشہ پر سوار ہوئے جس نے ہمیں مزار بابا صاحبؒ کے

قریب اتار دیا وہاں سے چلتے ہوئے پہلے ہم نے حضرت خواجہ عزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر پہنچے تو نماز عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ تمام دوستوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ خواجہ عزیز صاحب کے دربار پر حاضری دینے کے بعد ہم اب مزار بابا صاحب کی طرف جانے لگے۔ میں دل میں بابا صاحب کے روضے کو دیکھنے کا بڑا متمنی تھا۔ اس سے قبل کئی بار پاکپتن شریف آنے کا ارادہ کیا۔ لیکن حاضری نہ دے سکا۔ سو آج دل کی یہ خواہش پوری ہوگئی اور ہم مزار بابا صاحب کی طرف رواں دواں تھے۔ جب ہم مزار شریف کے پاس پہنچے تو مزار شریف کا دروازہ بند تھا۔ پھر وہاں سے چلتے ہوئے دوسرے دروازے پر گئے تو وہ بھی بند تھا۔ قریب کھڑے ایک پولیس اہلکار سے پوچھا یہ دروازہ کب کھلے گا تو اُس نے کہا کہ صبح نماز فجر کے وقت کھلے گا جب اُس نے یہ کہا تو دل میں ایک مایوسی پیدا ہوگئی کہ ہم بابا فرید صاحب کے آستانے پر حاضری نہ دے سکیں گے اور خالی دامن لیے جانا پڑے گا۔ میں دل میں بہت غم زدہ ہوا کہ آج اتنی مسافت طے کرنے کے بعد سرکار کے آستانے پر پہنچا بھی تو اس گنبد کے سائے میں چند لمحے بھی نہ گزار سکوں گا۔ میں واپسی کا ارادہ کرنے والا ہی تھا دل میں یہ خیالات ہی تھے کہ لطف بابا صاحبؒ نے صدا دی ارے نادان کدھر جاتا ہے ہمارے آستانہ پر آئے ہو اور بغیر حاضری دیے جا رہے ہو۔

میرے ذہن میں یہ خیالات ہی تھے کہ میں نے اپنے عزیز دوست جناب اقبال لھرل صاحب کو فون کیا کہ میں اس وقت یہاں پاکپتن میں موجود ہوں اور دربار بابا صاحب جانے کا خواہش مند ہوں اُنہوں نے بڑی محبت کا ثبوت دیا اور اپنے دوست اسد بخاری صاحب کا نمبر دے دیا۔ بخاری صاحب سے رابطہ کرنے کے بعد وہ ہمیں اپنے دفتر میں لے گئے ہم نے یہاں آرام کیا۔ اور کھانا کھایا۔ ساڑھے سات بجے بخاری صاحب ہمیں اپنے گھر لے گئے چائے سے ہماری خاطر کی۔ اس کے بعد ہم کو سرکاری گیسٹ ہاؤس سے سرکاری گاڑی کے ذریعے مزار بابا صاحب لے گئے اور مزار پاک کی سڑھیوں سے گزرتے ہوئے حجرہ صابر صاحب کے سامنے ایک قیام گاہ پر جا کر بیٹھ گئے اور نماز ادا کی بندہ ناچیز نے دل ہی دل میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ وہ رات کا اس

خوبصورت پہرتھا ہمیں بہشتی دروازہ سے گزارا گیا۔ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔رات کے ایک خوبصورت عالم میں گنبد پر ایک نورانی گھٹا برس رہی تھی لاکھوں زائرین ''حق فرید یا حق'' کے نعرے لگا رہے تھے کچھ دیر وہاں ٹھہر کر ہم نے ذکر اذکار کیا اور پھر اپنے میزبان سے اجازت لی اور واپس آ گئے۔

ازواج واولاد

منازل ولایت کے حصول کے بعد حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ازدواجی زندگی اختیار کی۔اس کے لئے آپ نے مختلف اوقات میں چند عورتوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ نے تین عورتوں سے شادی کی مگر چند روایات سے یہ بات بھی ملتی ہے کہ آپ نے چار عورتوں سے شادی کی۔مگر تین بیویوں کے اسماء گرامی تاریخ میں ملتے ہیں۔ آپ کی پہلی بیوی کا نام شہزادی ہزیزہ بانو تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ غیاث الدین بلبن کی بیٹی تھی۔دوسری کا نام بی بی مجیب النساء تھا اور تیسری بیوی کا نام ام کلثوم تھا۔

شہزادی سے شادی کا واقعہ:

سیر الاقطاب کی روایت صاحب اقتباس الانوار نے یوں بیان کی ہے کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے وصال کے بعد جب حضرت خواجہ گنج شکر اقدس سرہٗ مسند نشین ہوئے تو سلطان غیاث الدین بلبن حضرت اقدس سے بے حد عقیدت رکھتا تھا اور اکثر خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا۔ایک دن اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ یہ بندہ خود تو حاضر ہو کر آستانہ بوسی کی سعادت حاصل کرتا ہے لیکن بندہ کے حرم کے لوگ پردہ کی وجہ سے زیارت سے محروم ہیں۔وہ اس نعمت عظمیٰ کے بے حد خواہش مند ہیں اگر حضور مہربانی فرمادیں تو تشریف لے چلیں۔تا کہ وہ سب زیارت سے مشرف ہوں۔حضرت

اقدس نے بادشاہ کی درخواست قبول فرمالی اور محل کے اندر تشریف لے گئے۔ تمام مستورات نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف زیارت حاصل کیا لیکن بادشاہ کی بیٹی جس کا نام شہزادی ہزیرہ بانو تھا دور کھڑی رہی۔ حضرت اقدس نے سراوپر اٹھا کرایک طرف دیکھا تو شہزادی کو کھڑے ہوئے پایا۔ اس کے بعد گردن جھکالی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے دوبارہ سر اٹھایا اور شہزادی کو غور سے دیکھا اور پھر سرنگوں ہو گئے۔ جب حضرت اقدس محل سے تشریف لے گئے تو بادشاہ عقلمند تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی بات ضرور ہے چنانچہ اس نے وزیر کو حضرت اقدس کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ حضور نے دو مرتبہ میری بیٹی کو غور سے دیکھا ہے اگر حضور کا حکم ہو تو یہ بندہ درگاہ اپنی بیٹی کو خدمت گزاری کے لئے پیش کرے۔ جب وزیر نے حضرت اقدس کی خدمت میں جا کر بادشاہ کی عرضداشت پیش کی تو آپ نے دعوت قبول فرمائی اور کہلا بھیجا کہ میری خواہش مطلقاً یہ نہیں تھی کہ اپنے آپ کو اس تعلق سے آلودہ کرلوں۔ لیکن میرے پروردگار کا متواتر حکم آ رہا تھا کہا اے فرید میری رضامندی یہی ہے کہ تم میرے حبیب ﷺ کی سنت کے مطابق نکاح کرو۔ چنانچہ میں نے یہ بات تسلیم کرلی۔ لیکن مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ کہاں کا حکم ہوتا ہے۔ جب بادشاہ مجھے محل کے اندر لے گیا تو میں متوجہ الی اللہ تھا۔ مجھے حکم ہوا کہ فرید سر اٹھا کر دیکھو۔ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادشاہ کی بیٹی کو کھڑا پایا۔ اس کے بعد میں نے سرنگوں کرلیا۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ اس لڑکی کے ساتھ شادی کرو گے۔ چنانچہ میں دوبارہ سر اٹھا کر اچھی طرح دیکھا اور حق تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ بندہ حکم کی تعمیل کرے گا۔ جب وزیر یہ پیغام لے کر بادشاہ کے پاس آیا تو وہ بے حد خوش ہوا خاص طور پر اس بات سے زیادہ خوش ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس کی بیٹی کے لئے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً شادی کا انتظام کیا اور شہزادی کو حضرت اقدس کی خدمت میں بھیج دیا۔ رات کے وقت جب حق تعالیٰ کے حکم سے حضرت اقدس منکوحہ کے پاس تشریف لائے تو گھر میں ساز و سامان دیکھ کر کافی دیر تک حیرت زدہ ہو کر کھڑے رہے اور عبادت کے لئے جگہ تلاش کرتے رہے۔ کونے میں ایک خالی جگہ دیکھ کر آپ نے مصلیٰ بچھایا اور عبادت میں

مشغول ہو گئے۔ یہ دیکھ کر شہزادی فوراً اپنی مسند سے اٹھ کر نیچے آئی اور دست بستہ ہو کر پاس کھڑی ہو گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور حضرت اقدس باہر چلے گئے۔ دوسری رات پھر یہی واقعہ ہوا۔ تیسری رات بھی یہی ہوا چوتھی رات شہزادی نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے کہ حضور میری طرف توجہ نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا بی بی فقیروں کی رضامندی خدا تعالیٰ کی رضامندی میں ہوتی ہے۔ اگر تجھے خدا تعالیٰ کی رضامندی درکار ہے تو دنیا کو ترک کر دے، درویشوں کا لباس پہن لے اور عبادت میں مشغول ہو جا اور سارا مال و متاع راہ خدا میں خیرات کر دے۔ بی بی نے یہ سنتے ہی دوسرے روز فوراً سارا مال و متاع درویشوں کو دے دیا اور گھر میں کوئی چیز نہ رکھی۔ اس نے حضرت اقدس بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کے محل سے جو اس نے اپنی بیٹی کو دیا تھا۔ باہر آ کر احباب سے کہا کہ ایک جوڑا موٹے کپڑوں کا میرے اہل خانہ کے لئے لاؤ۔ شیخ محمود موئنہ روز وہاں موجود تھے۔ وہ اٹھ کر چلے گئے اور کپڑوں کا جوڑ لا کر پیش کیا۔ حضرت اقدس نے وہ جوڑا حضرت بی بی صاحبہ کو پہنایا۔ جب بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے اسی مقدار میں دوبارہ مال و متاع بھیج دیا۔ بی بی صاحبہ نے وہ بھی خرات کر دیا اور صرف تین سو باندیاں رہ گئیں۔ جو خدمت گزاری کے لئے بی بی صاحبہ کے ساتھ آئی تھیں۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ ان میں سے اکثر قدیمی خدمتگار ہیں میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ ان کو کسی اور کے حوالے کر دوں۔ اس لئے ان کو میں اپنے والد کے پاس بھیجنا چاہتی ہوں۔ اس میں سے جو آپ کو پسند آئیں اپنی خدمت کے لئے رکھ لیں۔ چنانچہ حضرت اقدس نے ان میں سے دو خادماؤں کو رکھ لیا۔ ایک کا نام شارو تھا اور دوسری کا نام شکرو اور باقی سب کو بادشاہ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ اب ہمارا اس جگہ رہنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جب میں فقر و فاقہ میں زندگی بسر کروں گی تو میرے والد یہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ میری خبر گیری نہ کریں اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ پر چلے جائیں جہاں ہمیں کوئی نہ جانتا ہو اور پھر ہم دل کھول کر عبادت کریں گے۔ یہ بات حضرت اقدس کو بہت پسند آئی اور وہاں سے رات

کے وقت لوچ کر کے اجودھن پہنچ گئے۔ بعض روایات میں ہے پہلے کچھ عرصہ ہانسی رہے اور پھر وہاں سے اجودھن تشریف لے گئے۔ سیر الاقطاب کی اس روایات کے متعلق کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

اولاد:

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت خواجہ شہاب الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت خواجہ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

بیٹیاں:

۱۔ حضرت بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہا

۲۔ حضرت بی بی شریفہ رحمۃ اللہ علیہا

۳۔ حضرت بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا

خلفائے کرام

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام کی تعداد بے شمار ہے۔ جن میں بائیس کے اسم گرامی درج ذیل ہیں۔ یہ عظیم المرتبت خلفاء قطب کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۱۔ حضرت خواجہ قطب جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ (آپ سے سلسلہ چشتیہ جمالیہ جاری ہوا جو بعد میں چشتیہ نظامیہ میں مدغم ہو گیا۔)

۲۔ حضرت سیدنا مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ (آپ حضرت بابا صاحب کے خواہرزادہ اور داماد بھی ہیں۔آپ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ جاری ہوا۔)

۳۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (بانی سلسلہ چشتیہ نظامیہ)

۴۔ حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (داماد حضرت بابا صاحب)

۵۔ حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ (برادر خورد حضرت بابا صاحب)

۶۔ حضرت خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت خواجہ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت شیخ زکریا سندھی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت شیخ منتخب الدین زر بخش رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت امام علی الحق سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت شیخ علی شکر باران رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت زین الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ حضرت شیخ محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ حضرت شیخ صدر دیوانہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ حضرت شیخ نور جمال کابلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ حضرت شیخ محمد سراج رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت مولانا داؤد پالہی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حضرت مولانا تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ حضرت شیخ دھاور رحمۃ اللہ علیہ

اقوال بابا فریدؒ

آپ کے ارشادات بے شمار ہیں جو سیر الاولیاء' اسرار الاولیاء' مراۃ الاسرار' راحت القلوب' اخبار الاخیار اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔ ان کی اہمیت کے پیش نظر میں نے ان سے چنداں منتخب کر کے یہاں درج کر دیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام ان کے مطالعہ سے فیض یاب ہوں۔

فرمایا اے درویش! اگر آپ کو خرقہ پہننے کا شوق ہے تو خداوند کریم جل وعلا کی رضا کے لئے پہنیں۔ مخلوق خدا کو دکھانے کے لئے نہیں کہ وہ آپ کی عزت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن آپ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔

☆ فرمایا فقراء اہل عشق ہیں اور علماء اہل عقل ہیں۔ اسی لئے ان میں تضاد ہے۔ اس لئے ایسے گروہ سے وابستگی پیدا کر جس میں عشق و عقل ہر دو موجود ہوں۔ یہ گروہ انبیاء کا ہے۔ راہ سلوک میں عشق فقراء عقل علماء پر غالب ہے۔

☆ فرمایا جو شخص محبت و عشق کا دعویٰ کرتا' اس وقت تک در محبوب پر دستک دیتا رہتا ہے جب تک اس کے بدن میں جان باقی رہتی ہے۔ شاید کبھی کھل جائے اور وہ منزل مقصود پر پہنچ جائے۔

☆ فرمایا اے درویش! فقیروں کا وجود اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب کا سب نور الٰہی کے تانے بانے سے بنایا گیا ہے۔ تو وہ کیسے جل سکتا ہے۔...... معلوم ہوا کہ درویشوں کا خمیر خاک عشق وانوار تجلی سے اٹھایا گیا۔

☆ فرمایا ہزار سال بھی اگر روزی کے پیچھے مارے مارے پھرو۔ ہرگز زیادہ نہیں ہو گی۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ ہر حال میں صادق الیقین رہیں۔

☆ فرمایا اے درویش! جو خدائے کریم کے راستے سے ذرا برابر تجاوز نہیں کرتے وہ لوگ روزی کی خاطر فکر مند اور پریشان کیسے ہو سکتے ہیں۔

☆ فرمایا اس لئے اے درویش! جہاں تک ہو سکے کوئی بات اپنی طرف سے نہ سمجھے

اور لوگوں کے ظاہر و باطن حرکات و سکنات سے جو وقوع پذیر ہو سب خداوند تعالیٰ عزوجل کی طرف سے جاننا چاہئے کہ یہ سب کچھ اسی کی رضا سے ہے۔

☆ فرمایا اے درویش! عاقل تلاوت قرآن سے غافل نہ رہ سکتا۔ کیونکہ اس قرآن کریم کا ایک ایک حرف اپنے اندر اسرار و انوار کا خزانہ رکھتا ہے۔ جب کسی چیز سے نعمت الٰہیہ کا ظہور ہو تو انسان کیسے اپنے آپ کو اس سے محروم رکھ سکتا ہے۔

☆ فرمایا سورۃ اخلاص تمام وحدانیت خدا پر مشتمل ہے۔ قل ھو اللہ احد خداوند کریم کی صفت عالیہ ہے۔ جو شخص یقین کامل کے ساتھ اس سورۃ مبارک کی تلاوت کرے گا۔ صفات خداوندی سے متصف ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ ذات پاک کسی صفت میں سما نہیں سکتی۔

☆ فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سے روایت ہے کہ جو ختم قرآن پاک کا ثواب حاصل کرنا چاہے اس چاہئے کہ رات کو پچیس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ لے۔ گویا اس نے پورا قرآن پاک ختم کر لیا۔

☆ فرمایا ایک دفعہ میں ذکر و شغل میں مشغل تھا۔ جب میں سورۃ اخلاص پر پہنچا تو مجھ پر انوار تجلی نازل ہونے شروع ہوئے۔ میں دریائے عشق و محبت حق میں سات شبانہ روز محو رہا اور پھر عالم ہوش میں آیا۔

☆ فرمایا صوفی وہ شخص ہوتا ہے کہ بشریت کی کوئی میل یعنی دنیا کی کوئی آلودگی اس میں نہ ہو۔

☆ عاشق کے لئے معشوق کا ہر حکم واجب التعمیل ہوتا ہے۔ خواہ ایسے اپنی گلی میں داخلے ہی سے روک دے۔ یہ کمال اشتیاق ہی کی وجہ سے ہے۔

☆ فرمایا اے درویش! کامل عاشق حق وہ ہے کہ ابتدائے مشاہدۂ محبوب میں کیف و جذب و مستی میں بے خود ہو جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب وہ جمال یار میں محو ہو جاتا ہے تو لازماً بے خود ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا محبت حق میں صادق و مخلص وہی ہے جو ہر وقت یاد دوست میں مشغول

رہے۔ ایک لحظہ ذکر حق سے غافل نہ رہے۔

☆ فرمایا عشاق الٰہی کا دل ایسا چراغ ہے۔ جسے قندیل انوار میں آویزاں کیا گیا ہے اور اس کی روشنی سے سارا عالم ملکوت جگمگاتا ہے۔ پس ان کو اندھیروں سے کیا خوف؟ اپنی ذات کو بھول جانا یاد حق کی دلیل ہے۔ جسے یاد حق کی نعمت میسر ہوگئی اس کا دل کبھی نہیں مرتا۔

☆ فرمایا میں نے ایک بزرگ سے سنا کہ درویش وہ ہے جو دل کے خزانے کے اندر غوطہ زن ہو جائے پس وہ موتی جس کا نام محبت ہے اگر حاصل کر لے تو درویش کامل ہو جائے گا۔

☆ فرمایا اے درویش! عشق کی راہ میں مخلق وہی ہے' جو دکھ' تکلیف اور مصیبت کی آرزو کرے کیونکہ یہ درد و رنج بھی اسرار وانوار محبوب کا حصہ ہیں۔

☆ فرمایا کہ انسان کی ہر وقت یہ حالت رہنی چاہئے۔ کیونکہ ایسے شخص پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں آواز نہ آتی ہو کہ ''زندہ دل وہ ہے جس میں ہماری محبت کو برابر ترقی ہوتی رہے۔''

☆ فرمایا کہ بے سوچے سمجھے اور خلاف رضائے خدا جو کچھ خرچ ہو وہ سب اسراف ہے اور جو رضائے الٰہی کے موافق ہو وہ اسراف نہیں ہے۔

☆ فرمایا کہ انسان جب دنیا کی لذتوں اور خواہشوں اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت اور خرابی اس پر اثر کرتی ہے اور ہوا و حرص اس پر غالب آجاتی ہے۔

☆ فرمایا امیر غریب' درویش مسکین' کوئی آئے اسے خالی پیٹ مت جانے دو۔ کچھ نہ کچھ دے دو تا کہ وہ درویش صفت بن جائے۔ فرمایا کہ میرے اُوپر لازم ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ دوں۔

☆ فرمایا جو درویش دنیا میں مصروف رہتا ہو اور جاہ و رفعت کا طلب گار ہو سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔ کیونکہ فقر نام ہی اس چیز کا ہے کہ دنیا سے اعراض کیا جائے۔

☆ فرمایا کہ جب تک کھانا کھائے تو لازم ہے کہ طاعت بجالائے تاکہ وہ کھانا بھی عبادت میں شامل ہو جائے۔ فقیر کو نفس کی خواہش پر ہرگز نہ کھانا چاہئے۔

☆ فرمایا کرامت کو مکاشفہ نہیں کہتے اور یہ کام کم حوصلے والوں کا ہے۔ مشائخ عظام نے اس کو کچھ وقعت نہیں دی۔ لہٰذا لازم ہے کہ جسے کشف ہو وہ اپنے تئیں کسی کو شمار میں نہ لائے۔

☆ فرمایا کہ مردان خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں اور کرامات کو کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے۔

☆ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک شخص نے کسی درویش صاحب نعمت سے درخواست کی کہ جس وقت آپ یاد حق میں مشغول ہوں تو مجھے بھی یاد رکھیں۔ درویش نے فرمایا کہ افسوس ہے اس گھڑی پر کہ جب یاد خدا بھی ہو اور تیرا خیال بھی آئے۔

☆ فرمایا کہ اگر اہل سلوک کبھی خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مردہ ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو مولیٰ کا ذکر ہم سے الگ نہ ہوتا۔

☆ فرمایا کہ زبان پر مولیٰ کا ذکر رکھنا ایمان کی نشانی اور نفاق سے بے زاری اور شیطان سے حصار اور آتش دوزخ سے حفاظت ہے۔

☆ فرمایا کہ دنیا ترک کرو تاکہ قیامت کے روز دوزخ سے محفوظ رہو۔

☆ فرمایا کہ جس قدر فتوحات اور نقد میرے پاس آتا ہے۔ میں اگر اسے جمع کروں تو خزانے بھر جائیں، لیکن میں سب کچھ اسی کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں۔

☆☆☆

ملفوظات حضرت بابا فریدؒ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی دو مشہور کتب یعنی راحت القلوب اور اسرار الاولیاء آج بھی دستیاب ہیں۔ یہ دونوں اصل فارسی زبان میں ہیں اور ان کے تراجم بھی اردو زبان میں موجود ہیں۔ ملفوظات کے ان دونوں مجموعوں میں سے میں نے ان عنوانات کو اخذ کیا ہے۔ جو حضرت نے خود بیان فرمایا ہے اور ان فرمانوں میں آپ کے ذاتی علم اور تجربات کا نچوڑ شامل ہے۔ لہٰذا ان کی افادیت کے لحاظ سے انہیں یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ آپ کے حالات اور واقعات جاننے والے آپ کی بیان کردہ باتوں سے بھی مستفید ہوں۔

غلبہ شوق:

آپ نے فرمایا جس وقت درویش اسرار محبت سے مالا مال ہو جائے اگر کچھ زبان سے ظاہر فرما دے تو کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ جب ظرف میں جگہ ہی نہ رہے تو پھر اسے کہاں رکھے اور یہ حال کامل لوگوں کا ہے مگر وہ شخص جو آغاز کار ہی میں اپنے اسرار غلبہ شوق سے ظاہر کرنے لگ جائے تو یہ اس کی خامکاری کی دلیل ہے۔ کیونکہ جہاں تک ہو سکے ان انوار و اسرار کو اخفاء میں رکھے مگر جب کثرت اسرار ہو جائے اور اس میں سے افشاء کر دے تو بعض اہل سلوک نے معاف کیا ہے کیونکہ یہ جائز ہے۔

محبت حق میں تجلیات کا نزول:

اے درویش! جب فقیر پر عالم حال و وجد آتا ہے عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک کوئی چیز ان پر مخفی نہیں رہتی۔ حضرت حق کے نازل کردہ انوار اس کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ جس طرح اولیاء اللہ کے احوال ہیں ویسے ہی انبیاء کرام بھی احوال رکھتے ہیں۔ قاضی حمید الدین ناگوری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ درویش کے حالات محبت حق کے غلبہ سے عالم "شوق" میں قرار گیر ہوتے ہیں جب فقیروں پر محبت حق غلبہ کرتی ہے۔

محبوب کے نور تجلی کا نزول ان کے قلوب اطہر پر اتنا ہوتا ہے کہ وہ لوگ دنیا و مافیھا کو بھول جاتے ہیں۔ان الفاظ کے ساتھ حضرت اقدس پر عالم بے خودی طاری ہوگیا۔

بیت:

ہر لحظہ کو در شوق جمال تو شوم غرق
جز روئے تو در پیش نظر جلوہ گرے نیست

(ترجمہ) جس وقت تیرے شوق جمال میں غرق ہوتا ہوں۔میرے سامنے تیرے روئے اقدس کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا۔

درویش کا فقر:

جب کوئی انسان فقیری کا دعویٰ کرتا ہے اور امراء وملوک کے پاس طلب زر کے لئے جاتا ہے اور کچھ مانگتا ہے۔تاکہ اس کی روزی چلے حقیقت میں وہ فقیر صاحب نعمت نہیں ہوتا۔اگر وہ صاحب نعمت ہوتو مخلوق کے دروازے پر ہرگز نہ جاتا اور کسی نے توقع نہ رکھتا۔جہاں درویش کا مقام ہے وہاں تو کسی اور کا گزر ممکن نہیں۔کیونکہ قدرت نے درویش پر اپنی نعمت کے دروازے کھولے ہوئے ہیں اور اپنی مملکت کے خزانے اس کو عطا کردیئے ہیں۔تاکہ جس کو چاہیں وظیفہ برائے گزر اوقات تقسیم فرمائیں ان کو تو کسی کی محتاج نہیں ہوتی بشرطیکہ درویش ہو۔

کلام پاک کے حافظ کا مقام:

اے درویش! جب حافظ کلام پاک کا وصال ہوتا ہے اس کی روح کو قندیل نور میں رکھ کر عرش کے قریب آویزاں کرتے ہیں اور ہر روز ہزار دفعہ تجلی انوار اس پر ہوتا ہے۔فرمایا قیامت کا دن جب سب کو آمنا وصدقنا کے سوا چارہ کار نہ ہوگا۔کلام اللہ شریف کے حافظوں کے لئے فرمان جاری ہوگا کہ ان کو بہشت میں لے جاؤ ہر حافظ پر فرداً فرداً تجلی ذات ہوگی۔چنانچہ روایت ہے کہ قیامت کو بہشت میں تمام انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم

اجمعین واولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یکبارگی تجلی ذات ہوگی اور امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تنہا اور یہ ان کی فضیلت کے سبب ہوگی۔

حقیقی محبت کا اصول:

اے درویش! جس چیز کو اللہ کریم نے دشمن جانا آپ کو بھی اس سے دشمنی کرنا ضروری ہے اور اس کے قریب نہ پھٹکیں۔ اس کی عداوت ومحبت کا ذکر کسی کے پاس نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ جل وعلا نے جب سے دنیا تخلیق فرمائی از راہ عتاب اسے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ پس وہ انسان بڑا نادان ہے جو معتوب ومغصوب خدا تعالیٰ کو دوستی کی نظر سے دیکھتا ہے۔

جو شخص اطاعت خداوندی اختیار کرتا ہے دنیا اس کی خدمت گزار بن جاتی ہے اور جو شخص دنیا کی خدمت میں مگن ہو جاتا ہے۔ وہ مصیبتوں اور تکلیفوں میں گرفتار رہتا ہے۔ جتنا کوئی خداوند کریم سے غافل ہوتا ہے اتنا ہی وہ دنیا میں مشغول رہتا ہے۔

عشق کی حقیقت:

فرمایا کہ عشق کی تحریک مشاہدہ معشوق سے ہوتی ہے۔ جب لوگ مجاہدہ میں مبالغہ کرتے ہیں تو وہ مجاہدہ مکاشفہ بن جاتا ہے اور جب مکاشفہ مشاہدہ بنتا ہے تو عاشق اپنے آپ کو معشوق کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے۔ اس کا جذبہ عشق ترقی پذیر ہوتا ہے بتدریج منازل عرفان طے کرتا جاتا ہے۔ حجابات درمیان سے اٹھتے چلے جاتے ہیں ایک مقام پر پہنچتا ہے تو اسے اقرار آجاتا ہے گویا وہ عالم تحیر میں پڑ گیا۔

سلوک کے پندرہ درجے:

فرمایا اے درویش! ہمارے خواجگان سلسلہ عالیہ چشتیہ نے سلوک کے پندرہ درجے مقرر فرمائے ہیں اور ان میں سے پانچ درجے کشف وکرامت کے ہیں۔ اس لئے سالک کو انہیں پانچ درجات میں مقید ہو کر نہ رہنا چاہئے بلکہ جملہ درجات پانزدہ کی سیر

کرنی چاہیئے۔ جب تمام مقامات کا حصول ہو جائے تو بے شک اظہار کرے۔

درویشی درحقیقت پردہ پوشی ہے:

فرمایا درویشی پردہ پوشی کا نام ہے اور خرقہ پہننا اس شخص کا کام ہے جو مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کے عیبوں کو چھپائے اور انہیں کسی پر ظاہر نہ کرے۔ مال دنیا میں سے اس کے پاس جو کچھ آئے اسے راہ خدا میں صرف کرے اور جائز مصرف میں اٹھائے اور خود اس میں سے ایک ذرے پر نظر نہ رکھے۔

راہ سلوک پر چلنے کا اصول:

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ جو شیخ مریدوں کو قانون مذہب سنت و جماعت پر نہیں چلاتا اور اپنی حالت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق نہیں رکھتا وہ رہزن ہے۔ دھوئیں سے آگ کا پتہ چلتا ہے اور مرید سے پیر کا یہ جو بیسوں آدمی گمراہی میں پڑے دکھائی دیتے ہیں پس اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا پیر کامل نہیں ہے۔ (راحت القلوب)

فقراء کے درجات:

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرات تابعین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز فقراء کو ایسے درجے ملیں گے کہ خلق ہاتھ ملے گی کہ کاش ہم دنیا میں فقیر کیوں نہ ہوئے اور مریضوں کو وہ اجر ملے گا کہ لوگوں کو حسرت ہوگی کہ ہم بھی زندگی بھر رنجور رہے ہوتے اور ان مرتبوں کو پہنچتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ ہر درد رنج کے وقت اس کی علت پر غور کرے۔ کیونکہ اپنے نفس کا علاج اپنے ہی سے خوب ہوتا ہے یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پرآب ہو گئے اور یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی۔

اے بسا دردکاں ترا دردست | اے بسا شیرکاں ترا آہوست

بیعت کرنے کا طریقہ:

ارشاد ہوا میں نے سیر العارفین میں پڑھا ہے کہ جب کوئی مسلمان چاہے کہ کسی پیر کا مرید ہو تو اوّل غسل کرے اور اگر ہو سکے تو رات بھر جاگے اور اپنی بھلائی کے لئے حضرت حق میں ملتجی رہے اگر یہ ممکن نہ ہو تو خیر' جمعرات کے دن چاشت کے وقت یار دوشنے کو۔ سب دوستوں اور عزیزوں کو جمع کر کے پیر کے پاس جائے پھر پیر قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دو رکعت استخارہ پڑھے۔ اس کے بعد مرید کو سامنے بٹھا کر آیات متبرکہ پڑھے اور اس پر پھونکے اور مرید سے استغفار کرائے اور قبلہ رو بیٹھ کر قینچی ہاتھ میں لے اور تین مرتبہ با آواز تکبیر کہے۔

بعض کہتے ہیں کہ تکبیر پڑھتے وقت نفس امارہ کی طرف متوجہ ہو اور سمجھے کہ آج اس سے جنگ کرنی ہے۔ بالکل وہی حالت ہو جیسی ایک غازی لشکر اسلام کی لڑائی کے وقت ہونی چاہیئے۔ (تکبیر بالجہر سے مدد کے لئے فرشتے اتر آتے ہیں) پھر **لَا حَــوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ** پڑھے اور کوئی وسوسہ نہ آنے دے۔ تیسری تکبیر سے فارغ ہو کر ایک بار کلمہ توحید' اور بیس دفعہ درود شریف اور ایک دفعہ استغفار پڑھے۔ جب سب کچھ ہو چکے تو ایک بال مرید کی پیشانی سے لے لے اور کہے "بادشاہوں کے بادشاہ! تیری درگاہ سے بھاگا ہوا غلام پھر تیرے حضور میں آیا اور چاہتا ہے کہ تیری عبادت کرے اور جو کچھ ماسوا ہے اس سے بیگانہ ہو جائے۔ اس کے بعد ایک بال پیشانی کی دائیں طرف سے اور ایک بائیں طرف سے کترے۔"

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ صرف ایک بال پیشانی سے لے لے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ حسن بصری امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ہی بال لینا بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفہ کے خلیفہ ہیں اور حدیث ان کی شان میں آئی ہے۔ **اَنَـا مَـدِيْـنَـةُ الْـعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا** اس کے بعد دعا گو نے عرض کی کہ حضور یہ قینچی چلانے کی رسم کہاں سے پیدا ہوئی؟ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے (صلوات اللہ

علیہ و علی نبینا) اور انہیں تلقین کیا تھا جبرئیل علیہ السلام نے۔

مرید کو جانچنا:

فرمایا ایک دن حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی شخص آیا اور بولا کہ فلاں فلاں کا مرید ہوں آپ نے پوچھا تمہارے پیر نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے؟ اس نے کہا میرے پیر نے بال تو کترے تھے باقی تعلیم وغیرہ کچھ نہیں دی۔ دونوں بزرگوں نے چلا کر کہا (ھُوَ مُضِلٌّ وَ ضَالٌّ) یعنی وہ خود بھی گمراہ ہے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ پیر کو چاہئے کہ مرید کرنے سے پہلے مرید کو جانچ لے۔

☆☆☆

(اُردو ترجمہ)

اسرارُ الاولیاء

ملفوظات

شیخ الاسلام، شہباز طریقت، انوار ولایت

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ پیغام القرآن

40۔ اُردو بازار لاہور

پہلی فصل

اسرار عشق اولیاء

سرِ الٰہی اور حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

سوموار کے روز اٹھارھویں ماہ شعبان ۶۳۱ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہمشیرہ تھیں۔ جن کی یہ عادت تھی کہ بغداد کے ایک جنگل میں جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوا کرتیں اور جب واپس آتیں تو فرشتے کو حکم ہوتا جو کہ اَسرارِ الٰہی کے بہشتی شراب کا ایک پیالہ لا کر آپ کے ہاتھ پر رکھتا اور آپ اسے پی لیتیں اور واپس اپنے مکان میں آجاتیں۔ جب اس حال کی خبر خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپ چھپ کر دیکھتے رہے۔ جب آپ باہر نکلیں اور حسبِ عادت روانہ ہوئیں اور پیچھے پیچھے خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ بھی روانہ ہوئے۔ جب رات کے آخری حصے میں یادِ الٰہی سے فارغ ہوئیں اور فرشتہ حسب معمول شراب کا پیالہ لایا اور آپ پینے لگیں۔ ابھی تھوڑا سا پیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ خواجہ منصور پکارتے ہوئے آئے کہ بہن! میرا حصہ رکھ لینا۔ آپ نے مڑ کر منصور کو دیکھا تو بہت افسوس کیا کہ میرا بھید ظاہر ہو گیا۔ پھر منصور کو کہا۔ اے منصور! تو پی جائے گا لیکن اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔ العرض! خواجہ منصور نے اسے پی لیا۔ جونہی ایک گھونٹ پیا از خود رفتہ ہو گئے۔ اور ''انا الحق انا الحق'' پکار اٹھے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ رونے لگیں اور کہا۔ اے منصور! تنگ حوصلہ! تو نے اپنے تئیں بھی رسواء کیا اور مجھے بھی۔ پھر خواجہ صاحب شہر میں آئے اور ''انا الحق'' کہا۔ تو سولی پر چڑھائے گئے اس وقت آپ کی ہمشیرہ نے واپس جا کر کہا۔ ''اے منصور! کیا میں تجھے نہ کہتی تھی؟ کہ تو اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ چونکہ تو نے بھید ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے اب تو مارا جائے گا۔''

الغرض! خلقت نے یہ کہنا شروع کیا کہ منصور (رحمۃ اللہ علیہ) مرد تھا۔ جس نے دوست کی راہ میں جان دے دی اور آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے مسکرا کر فرمایا۔ اے غافلو! اگر

میرا بھائی مرد ہوتا تو محبت کی شراب کا ذرّہ بھر پی کر از خود رفتہ نہ ہو جاتا۔ وہ مرد ہی نہ تھا جو اس طرح مدہوش ہو گیا۔ پھر اپنی حکایت یوں بیان فرمائی۔ کہ قریباً بیس سال سے ہر رات اسرار دوست کا ایک پیالہ مجھے ملتا ہے۔ میں پی لیتی ہوں لیکن کبھی از خود رفتہ نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر روز ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ پکارتی ہوں۔ اس وقت شیخ الاسلام آب دیدہ ہو کر زار زار روئے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ اے درویش! راہِ خدا میں ایسے مرد بھی ہیں۔ کہ ایک ساعت میں دوست کے اسرار کے لاکھ لاکھ دریا پی جاتے ہیں لیکن ذرّہ بھر اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ اے درویش! جو شخص محبت میں ثابت قدم اور سچے وعدے والا نہیں۔ جان لے کہ وہ قیامت کے دن محبتوں میں ضرور شرمندہ ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن مجنوں کو حاضر کرنے کا حکم ہوگا۔ جب اسے لایا جائے گا۔ تو پھر تمام اولیاء کو جو محبت کے مدعی ہوں گے۔ اس کے پاس لایا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اگر تم محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو ایسا کیوں نہ کیا۔ جیسا کہ مجنوں نے کیا کہ جب تک وہ زندہ رہا۔ لیلیٰ کی دوستی میں غرق رہا اور جب مرا تو بھی اسی کی محبت میں غرق تھا اور جب کہ اس کا حشر ہوا ہے۔ تو بھی اسی کی محبت میں مستغرق ہے۔

نظامی گنجوی کی محفل سماع

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ ایک وہ صاحب نعمت تھے کہ جو کچھ آپ نے سلوک کے بارے میں لکھا ہے۔ کسی نے نہیں لکھا' میں نے ایک مرتبہ جب کہ میں درویشوں کی مجلس میں حاضر تھا۔ سماع میں قوالوں نے یہ دو شعر گائے جن کے سننے سے ہر بار اور ہی حالت اور حیرت طاری ہوتی تھی۔ اگر سو سال تک بھی ایسا وقت طلب کریں تو شاید نہ ہی ملے۔ وہ شعر یہ ہیں۔

آں عشق کہ بود کم نگردد ・ تابا شد ازاں قدم نگردد
عشقے کہ نہ عشق جاودان است ・ بازیچۂ شہوت جوان است

ترجمہ: عشق وہ ہے جو کبھی کم نہ ہو جب تک وہ رہتا ہے اس سے قدم نہیں ڈگمگاتا ہے۔ وہ عشق جو عشق جاوداں نہیں وہ جوانوں کی خواہش نفسانی کا کھیل ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! فقیر اہلِ عشق ہیں اور علماء اہلِ عقل اسی واسطے ان کے مابین تضاد رہتا ہے۔

پھر فرمایا۔! اے درویش! کام سے واقف وہی لوگ ہیں۔ جن میں یہ دونوں باتیں یعنی عشق اور عقل پائی جاتی ہیں۔ راہ سلوک میں درویش کا عشق علماء کی عقل پر غالب ہے۔

بھیا غریب کا واقعہ

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک درویش بھیا نام میرا دوست تھا۔ جو واصل خدا اور صاحب درد تھا۔ جب وہ رستہ چلتا تو مستوں کی طرح جھوم جھوم کر چلتا۔ اپنے عہد شباب کے دنوں میں ایک عورت پر عاشق تھا۔ ایک رات وہ اپنی معشوقہ کے مکان کی دیوار کے پاس کھڑکی کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اس کی معشوقہ نے کھڑکی سے سر نکالا اور دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے شام سے لے کر صبح تک باتیں ہی کرتے رہے جب صبح کی اذان ہوئی تو انہوں نے سمجھا کہ شاید ابھی عشاء کی اذان ہوئی ہے۔ لیکن جب اچھی طرح دیکھا۔ تو صبح کا وقت تھا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ اے جوان! تو نے عورت کے عشق میں شام سے صبح کر دی۔ کبھی یادِ حق کی طرف بھی ایسا کیا ہے۔ جب اس جوان نے یہ آواز سنی۔ تو فوراً توبہ کی اور یادِ حق میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ان اسرار میں سے ایک یہ ہے کہ وہ واپس چلا گیا۔ (حق کی طرف) پس اے درویش! جسے اس قسم کا ذوق ہو گیا' بھلا وہ کب غیر سے الفت کرتا ہے۔

مجنوں کا رقص

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ صدقہ دے رہی ہے اُٹھ کر لکڑی کا پیالہ ہاتھ میں لئے لیلیٰ کے اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ لیلیٰ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا۔ لیکن مجنوں کو کچھ نہ دیا جب اٹھ کر اندر چلی گئی تو مجنوں مارے خوشی کے رقص کرنے لگا۔

لوگوں نے طعن کی کہ یہ کونسا موقع رقص کا ہے؟ نہ ہی اس نے تجھے کچھ دیا اور نہ ہی تیری طرف توجہ کی۔ مجنوں نے کہا۔ بے شک دیا تو اس نے کچھ نہیں، لیکن اتنا تو دیکھ لیا کہ مجنوں ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! اس بات کی قدر اس کو معلوم ہوتی ہے۔ جو دریائے محبت میں غرق ہو یا عالم غیب چشمۂ رواں سے اسے روزی نصیب ہو۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! جو شخص محبت اور عشق کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ معشوق کا دروازہ اس وقت تک کھٹکھٹاتا رہتا ہے۔ جب تک اس کے قالب میں جان ہے۔ اس واسطے کہ شاید کسی وقت کھل جائے اور کسی مرتبے کو پہنچ جائے۔

بنی اسرائیل کا زاہد

پھر فرمایا۔ اے درویش! بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ آخر اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا کہ فلاں زاہد کو کہہ دو کہ طاعت میں بے ہودہ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ ہمیں تمہاری عبادت منظور نہیں۔ جب پیغمبر وقت نے یہ پیغام دیا تو زاہد رقص کرنے لگا۔ وجہ پوچھی تو کہا۔ اگر میری طاعت قبول نہیں، تاہم شمار میں تو ہوں۔ مجھے یاد تو کیا ہے۔

پھر فرمایا: اے درویش! اس راہ میں صادق اور عاشق وہی ہے کہ عالم اسرار میں سے جو مصیبت وغیرہ اس پر نازل ہو، اس پر صبر کرے اور راضی رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے۔

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ. (البقرہ آیت: ۲۵۰)

اے ہمارے رب ہمارے صبر میں اضافہ فرما اور ثابت قدمی مرحمت فرما اور قوم کفار پر نصرت عطا فرما۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھے۔ جن سے خاص ہی حالت اور حیرت طاری ہوئی۔

سرّ یست مرا دردن جان درعشقت گر سرّ رود اے دوست نگویم باکس

سرّ یست عاشقاں را در طاقت نہانی پوشیدہ دار از خود را تا آنجا تجل نمانی

ترجمہ: تیرے عشق کا راز میرے دل میں پنہاں ہے اگر سر بھی چلا گیا اے محبوب کسی سے وہ ظاہر نہیں کروں گا۔ عاشقوں کو یہ راز طاقت سے چھپانا چاہیے۔ اِس لیے اپنے سے بھی پوشیدہ رکھتا تاکہ وہاں شرمسار نہ ہونا پڑے۔

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! صاحب سرّ میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیے کہ جو سرّ حق اس پر نازل ہو۔ اسے محفوظ رکھ سکے۔

خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اور رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

پھر فرمایا۔ اے درویش! خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دوست کے اسرار خوبصورت ہیں اور خوبصورت عاشق کے ہی دل میں قرار پکڑتے ہیں۔ اس واسطے کہ جب یحییٰ معاذ رازی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ آپ کو کبھی ہنستے یا بات کرتے نہیں دیکھا گیا تو فرمایا کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے انوار اور اسرار میرے دل میں نہ ہوں۔ پس جس دل میں دوست کے اسرار و انوار ہوں۔ اسے ہنسی اور باتوں سے کیا واسطہ۔ پس! اے درویش! ہنسی اور بات چیت اسی روز ہوتی ہے۔ جب یہ حکم ہوتا ہے کہ "وصل الحبیب الی الحبیب" یعنی دوست دوست سے جاملا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سر الٰہی

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیا بات دیکھی جو حق تعالیٰ سے آشنائی کی۔ فرمایا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ محبت کا آئینہ میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ میں نے اس میں نگاہ کی تو مجھے ایک صورت دکھائی دی جس پر میں شیفتہ ہو گیا۔ فریاد کر اٹھا اور توبہ و استغفار کی اور کہا کہ یہ نعمت مجھے عطا ہو۔ حکم ہوا کہ یہ نعمت تجھے دیتے ہیں۔ لیکن کسی پر ہمارا یہ بھید ظاہر نہ کرنا۔ تاکہ اور بھید کے لائق ہو سکے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی۔ جو جناب قاضی حمید الدین ناگوری کی زبان مبارک سے ایک مجلس میں سنی تھی۔

رباعی

عشق تو مرا اسیر وحیران کردہ است
در کوئے خرابات پریشاں کردہ است
بااین ہمہ رنج و محنت اے دوست ببیں
اسرار تو دردلم کہ پنہاں کردہ است

ترجمہ: تیرے عشق نے مجھ کو اسیر و حیران کر دیا ہے ویرانوں میں پریشان کر رکھا ہے۔ ان سب تکالیف اور مصائب کے باوجود اے دوست دیکھ تیرے اسرار کو کس طرح میں نے دل میں پوشیدہ رکھا ہے۔

خواجہ حسن ابوالخیر خاقانیؒ اور نائی

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! خواجہ حسن ابوالخیر خاقانی رحمۃ اللہ علیہ راستہ پر چل رہے تھے آپ کی مونچھیں بڑھ گئی تھیں۔ ایک نائی نے کہا کہ لاؤ آپ کی حجامت بنا دوں! آپ نے فرمایا۔ میرے پاس پیسہ نہیں۔ نائی نے کہا پھر دے دینا۔ جب نائی نے حجامت بنائی۔ جس درخت کے تلے بیٹھے' اوپر کی طرف دیکھ کر عرض کی۔ یا الٰہی! میں کیا درخواست کروں خواجہ صاحب نے یہ بات ابھی کی ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ درخت ہلا اور زمین سرخ دیناروں سے پُر ہوگئی اور نائی حیران رہ گیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جتنا اٹھا سکتے ہو۔ اٹھا لو! یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! مردانِ خدا ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک درماندہ کو نعمت عطا کر کے وہاں سے چل دیتے ہیں۔

ایک صاحب حال

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک صاحب حال ہر روز صبح کو اٹھ کر فریاد کیا کرتا تھا۔ تا کہ دوست کا عشق آ جائے اور ہستی کا نام و نشان مٹا دے۔ ایک روز وہ اپنے عشق کی آگ سے جل ہی گیا اور یگانہ ہو گیا۔ پس اے درویش! جہاں پر محبت آتی ہے۔ دوئی

درمیان سے اٹھ جاتی ہے محبت کے معاملہ میں یگانہ ہونا چاہیے۔ تاکہ محبت کے وصال خانہ میں دخل پاسکیں۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز دخل نہیں پایا جائے گا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ مثنوی پڑھی اور فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے مجلس میں سنی تھی اور اب تک اس مثنوی کے ذوق میں ہوں ؎

تا نفس من ز عشق دوست زدم خاست از ما لبے دوئی جز دوست

ترجمہ: جب سے میں نے دوست کے عشق کا دم بھرا پھر ما سوائے دوست میرے دل سے سب دور ہو گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا علیہا السلام

بعد ازاں غلبات شوق سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا۔ زلیخا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا دین قبول کیا۔ یادِ حق میں مشغول ہوئی تو ایک روز حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کا پیچھا کرتے تھے۔ آپ پیچھا چھڑاتی تھیں۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ ایک دن وہ تھا تو میرا پیچھا کرتی تھی اور میں پیچھا چھڑاتا تھا اور آج میں پیچھا کرتا ہوں اور تو چھڑاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟ کہا' اے یوسف اس دن مجھے اللہ تعالیٰ کی آشنائی حاصل نہ تھی۔ اس کی پرستش سے دور تھی' تیرے سوا کسی سے آشنائی نہ تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ بس تو ہی تو ہے۔ اس واسطے میں تیرا پیچھا کرتی تھی۔ لیکن اب میں نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے اور اس کی پرستش میں مشغول ہوں۔ مجاہدہ سے مشاہدہ تک پہنچ گئی ہوں اور اس کی دوستی میرے دل میں قرار پکڑ گئی ہے۔ پس اے یوسف! اب تو تُو اور لاکھ تجھ سے بہتر میری نگاہ میں نہیں۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ سے الفت ہو گئی۔ اب میں اس کے غیر سے الفت کروں۔ تو میں جھوٹی مدعی بنوں گی۔ نہ کہ اس کی محبت میں صادق۔

حضرت موسیٰ اور سرِ الٰہی

فرمایا کہ اے درویش! جب موسیٰ علیہ السلام نے رویت کی درخواست کی کہ رَبِّ

اَرِنِیۤ اَنظُرْ اِلَیْكَ۔تو حکم ہوا کہ اے موسیٰ یہ کیا گستاخی ہے۔جو تو نے ہماری بارگاہ میں کی ہے۔کیونکہ ہم نے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تک محمد پیغمبر آخر الزمان ﷺ اور ان کے امتی جو میرے محب ہیں۔ہمارا دیدار نہ کریں گے۔کوئی شخص ہمارا دیدار نہیں کر سکے گا۔پس اے درویش! چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام محبت حق کے شوق سے مالا مال تھے۔اس بات کو نہ سنا اور دوسری مرتبہ پھر وہی درخواست کی۔حکم ہوا کہ اے موسیٰ! ہم تجلی تو کریں گے۔لیکن تو برداشت نہیں کر سکے گا۔عرض کی' کر سکوں گا۔حکم ہوا اچھا کوہ طور پر جا کر بندوں کی طرح دوگانہ ادا کرو اور دوزانو ہو کر باادب بیٹھو۔تاکہ ہم تجلی کریں۔جب ایسا کیا اور ذرّہ بھر نور سے تجلی کی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آپ تین دن تک بے ہوش پڑے رہے پھر آواز آئی (وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا) اے موسیٰ! کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ تو نور کی طاقت کو برداشت نہیں کر سکے گا۔پھر یہ فرمان ہوا۔اے موسیٰ! تو ہماری ذرّہ بھر تجلی سے بے ہوش ہو گیا۔ہمارا بھید ظاہر کر دیا۔میرے ایسے بندے بھی ہوں گے جو آخر الزمان میں پیدا ہوں گے۔اور امت محمدی ﷺ میں ہوں گے۔جن پر روز ہزار مرتبہ تجلی کروں گا۔پھر بھی وہ ذرّہ بھر تجاوز نہیں کریں گے بلکہ " اَنَا مُشْتَاقٌ اِلَی الْحَبِیْبِ"(یعنی محبوب کے لیے میرا اشتیاق بڑھتا جا رہا ہے) کی فریاد کریں گے۔

پھر فرمایا۔عشق کی آگ ایسی ہے جو درویش کے دل کے سوا اور کہیں قرار نہیں پکڑتی اگر صاحب ذکر اپنے سینے سے ایک آہ نکالے تو شرق سے غرب تک جو کچھ ہے سب کو جلا کر خاکستر بنا دے۔

نورِ عشق

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔اے درویش! جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انوار کی تجلی ہوئی تو عشق سے مشرف ہوئے۔

پھر فرمایا۔جب نور عشق سے آپ جلنے لگے تو سونے چاندی کی اوٹ کی۔وہ بھی نہ رہی اور جل گئیں۔پھر حکم ہوا کہ موسیٰ! اگر لاکھ پردے بھی کرے گا۔تو بھی نہیں رہیں گے ہاں! اگر بچنا ہے۔تو کسی گودڑی پوش کا خرقہ مانگ کر اس کا برقع بنا۔البتہ وہ نہیں جلے گا۔

جب آپ نے اسی طرح کیا تو اس خرقہ کا تار بھی نہ جلا۔

اَسرار و انوارِ الٰہی

اِس کے بعد شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ اے درویش! واضح رہے کہ درویش اور جو کچھ اس کے وجود میں ہے وہ سب کچھ تجلی ہی کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس جو حقیقت ہے وہ کس طرح جل سکتی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ درویشوں کو عشق کی خاک اور انوار تجلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! زاد المحبین میں لکھا دیکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت سے اہل عشق کو عالم موجودات میں پیدا کرنا چاہا تو زمین کا ایک ایسا قطعہ تھا جس کی طرف شوق و اشتیاق' انوار تجلی اور اَسرارِ عشق کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ قطعہ ہلنے لگا۔ ابتداء ہی میں عالم سکر میں پڑ کر فریاد کرنے لگا۔ ''اَنَـا الْـمُشْتَـاقُ فِـی الْقَاءِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' (دونوں جہان کے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں)۔ پھر اس زمین سے اہل عشق پیدا کیے گئے اسی لئے درویشوں کو ولولہ عشق ابتداء سے لے کر انتہاء تک رہتا ہے اور دریائے محبت میں غرق رہتے ہیں۔

آتشِ محبت

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ ایک واصلِ حق مناجات میں کہا کرتا تھا۔ اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن مجھے جلائے گا یا دوزخ میں بھیجے گا تو مجھے تیرے جلال اور عزت کی قسم! کہ دوزخ کے دروازے پر سینے سے ایک ایسی آہ نکالوں گا جو دوزخ کی ساری آگ کو نگل جائے گی۔ ناچیز کر دے گی۔ اس سے پوچھا گیا کہ اے خواجہ! یہ تو کیسی بات کہتا ہے؟ دوزخ کی آگ کس طرح نگلی جا سکتی ہے؟ فرمایا! اس واسطے کہ اگر آتش محبت کے بالمقابل دوزخ کی سی لاکھوں آگیں جلائی جائیں تو جب صاحب عشق اپنے سینے کی آہ نکالے گا تو سب کو نابود کر دے گا۔ اسی واسطے محبت کی آگ سے بڑھ کر تیز آگ اور کوئی نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! درویش کے سینے میں اس قسم کی آگ رکھی گئی ہے کہ خدانخواستہ اگر ایک شعلہ اس کا نکل جائے۔ تو عرش سے تحت الثریٰ تک سب کچھ جلا کر

راکھ کر دے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

در سینہ عاشقاں ہمہ درد نہند

ترجمہ: (یعنی عاشقوں نے دلوں میں درد یکجا کر دیا ہے)۔

آپ بار بار اس مصرعہ کو پڑھتے' بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ تین وقت میں رحمت نازل ہوتی ہے۔ اول سماع کے وقت اہل سماع پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے درویشوں کے ماجرائے (تذکرے) کے وقت۔ تیسرے جب کہ عاشق انوار تجلی کے عالم میں مستغرق ہوتے ہیں۔

مجلس سماع میں شمولیت

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں' خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہما سماع کی ایک مجلس میں تھے۔ ایک رات دن رقص کرتے رہے لیکن نماز کے وقت نماز ادا کر لیتے۔ اسی اثناء میں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اڑنا شروع کر دیا' وہاں بھی رقص ہی کرتے رہے۔ جس قصیدے سے وجد ہوا وہ یہ ہے۔

من آں نیم کہ زعشق تو پائے پس آرم ‫ ‫ اگر بہ تیغ کشندم در تو نگزارم

مپرس از شب ہجراں چگونہ میگزرد ‫ ‫ مباداہیچ کسے را قوی است دشوارم

من از جمال تو اے سرو باغ تا دیدم ‫ ‫ ہوس نشد کہ گہے دل رود بگلزارم

اگر دہند بفردا بہشت باہمہ چیز ‫ ‫ بجبۂ نخرم من کہ مست دیدارم

ترجمہ: میں وہ نہیں ہوں تیرے عشق سے گریز پائی اختیار کروں اگر تلوار سے بھی مجھ کو مارا جائے گا تیرا در نہ چھوڑوں گا۔

مجھ سے شب جدائی کا حال مت پوچھ کہ کیسی گزرتی ہے کسی شخص کو میری جیسی مشکلات نصیب نہ ہوں۔

جب سے میں نے تیرے جمال کا سرو باغ دیکھا ہے میرے دل میں کسی اور باغ

میں جانے کی خواہش نہیں رہی۔

اگر کل مجھے بہشت تمام لوازمات کے ساتھ دی جائے تو اُس کو ایک دانہ کے بدلے بھی نہیں خریدوں گا کیونکہ میں آرزومند دیدار ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں ایک صاحب حالت درویش کے پاس گیا۔ جو عام شوق و اشتیاق میں تھا۔ درد اور حال کی وجہ سے ہر بار سر سجدے میں رکھتا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہوتا اور یہ شعر پڑھتا۔

جان وہم از برائے جانانِ من گر بود صد ہزار جان در تن

ترجمہ: میں نے اپنے محبوب پر اپنی جان نثار کر دی اگر میری ہزار جانیں بھی ہوں تو میں محبوب پر قربان کر دوں۔

میں گنتا گیا' تقریباً ہزار مرتبہ اس نے ایسا کیا۔ ہر مرتبہ بے ہوش ہو جاتا اور سر سجدے میں رکھتا تھا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے تو اندر چلے گئے۔ میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

دوسری فصل

عابدوں اور درویشوں کے ذکر میں

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو درویش کمال الدین۔ حاکم اجودھن اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے' جو خانہ کعبہ کی زیارت سے آرہے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ متعبد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کا ظاہر و باطن حق سے آراستہ ہو اور کسی قسم کا ریا' حسد' بغض اور کھوٹ ان کے ظاہر و باطن میں نہ ہو جو طاعت کریں خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر کریں' نہ کہ خلقت کو دکھانے کیلئے۔ کیونکہ جو متعبد ظاہر میں عبادت کرے اور باطن اس کا خراب ہو۔ اس کی ہر ایک عبادت لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ بلکہ راہ سلوک میں تو اس بات کا بھی ڈر ہے کہ کہیں اس کے ایمان میں خلل نہ آجائے۔ نعوذ باللہ منہا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! بعض متعبد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے اور ظاہر میں خلقت کو دکھانے کے لئے بہت عبادت کرتے ہیں لیکن باطن میں اس یار کی طرف نہیں ہوتے۔

عابدوں کی اقسام

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! متعبدوں کی چار قسمیں ہیں:

اوّل وہ جن کا ظاہر طاعت سے آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔

دوسرے وہ جن کا ظاہر خراب لیکن باطن آراستہ ہوتا ہے۔

تیسرے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب۔

چوتھے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش سنو! جن کا ظاہر طاعت سے آراستہ ہے لیکن باطن خراب ہے وہ ایسے لوگ ہیں' جو لوگوں کے دکھاوے کی خاطر بہت عبادت کرتے ہیں

اور وہ انہیں عزیز جانتے ہیں' اور ان کا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل کا ایک زاہد

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے پانچ سو سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب وہ مر گیا تو اسے خواب میں دیکھا گیا کہ آگ کے طوق اس کے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں اور آگ کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں پہنائی ہوئی ہیں اور اس کے گردا گرد تمام آگ ہی آگ جل رہی ہے اور فرشتے گرزیں مارتے ہیں اور وہ توبہ توبہ پکار رہا ہے۔اس سے پوچھا گیا کہ تو زاہد تھا اور پانچ سو سال تو نے عبادت بھی کی پھر تیری یہ حالت کیوں ہے؟ اس نے کہا' اے مسلمانو! جو عبادت میں کرتا تھا۔سب دکھلاوے کی تھی۔محض خلقت کو دکھانے کی خاطر کیا کرتا تھا۔باطن میں دنیا میں مشغول تھا۔اس لئے وہ ساری طاعت میرے منہ پر ماری گئی اور حکم ہوا کہ زاہد سخت عذاب کے لائق ہے' اسے عذاب کرو۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! دوسرا گروہ وہ جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتا ہے۔وہ مجانین یعنی دیوانے ہیں جو باطن میں حق تعالیٰ میں مشغول ہوتے ہیں اور ظاہر میں ان کے پاس کوئی سروسامان نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا۔اے درویش! دیوانے لوگ حق تعالیٰ کی یاد میں اس طرح مشغول ہوتے ہیں کہ کسی کو ان کے حال کی خبر نہیں ہوتی۔اس لئے ان کا ظاہر خراب رہتا ہے۔

ایک صاحب جذب فقیر

پھر فرمایا۔اے درویش! ایک مرتبہ میں نے ایسے دیوانے کو دیکھا جو ساٹھ سال سے جنون کی حالت میں تھا اور اس طرح یاد حق میں مشغول تھا کہ نور چمکتا تھا۔مگر اسے اس نور کی روشنی کی خبر نہ تھی' چنانچہ ایک رات اسے خلوت میں میں نے تلاوت میں مشغول دیکھا۔اس وقت اس سے ایسا نور نکل رہا تھا جس کی روشنی عرش سے لے کر حجاب عظمت تک جاتی تھی میں آگے بڑھا تا کہ اس نعمت سے مجھے بھی کچھ

مل جائے۔ یونہی میرے پاؤں کی آہٹ سنی مڑ کر دیکھا اور کہا۔ اے درویش! چونکہ تو نے ہمارا بھید پالیا ہے اب بہتر یہی ہے کہ اسے فاش نہ کرے۔ یہ کہا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! چونکہ میرا بھید تو نے ظاہر کر دیا ہے اب میرے لئے یہاں رہنے کی جگہ نہیں۔ ابھی پورے طور پر کہنے نہ پایا تھا کہ جان خدا کے حوالے کی۔

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! جن لوگوں کا ظاہر و باطن خراب ہے وہ عوام الناس ہیں۔ جنہیں طاعت وغیرہ کی کچھ خبر نہیں لیکن جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے وہ مشائخ ہیں اگر اتفاق سے ان سے کچھ طاعت ریا کے طور پر ظاہر ہو جائے تو اپنے تئیں اس وقت تک مجاہدہ میں رکھتے ہیں جب تک کہ اس ریا سے بری نہ ہو جائیں۔

درویش سے التجا کرنا

پھر فرمایا کہ مشائخ وہ لوگ ہیں جن کو جس وقت حالت ہوتی ہے اگر اس وقت تلوار کے لاکھوں وار کئے جائیں یا ذرّہ ذرّہ کر دیئے جائیں تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص کسی درویش کے پاس آیا اور آداب بجا لا کر التماس کی کہ جس وقت آپ کو حق تعالیٰ کی محبت میں حالت پیدا ہو اس وقت مجھے بھی یاد کرنا۔ درویش نے مسکرا کر کہا' صاحب! اس وقت اور اس حالت پر صد افسوس جب کہ میں حالت میں ہوں اور تو مجھے یاد آئے۔ تاکہ میں خدا کو چھوڑ کر تیری یاد میں ہوں۔

پھر فرمایا کہ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ. (یٰسین:۶۵)

یعنی انسان جو کچھ اچھا بُرا کرتا ہے کل قیامت کے دن اس کے ہی اعضاء اس کے بارے گواہی دیں گے۔

درویشی کیا ہے......؟

پھر فرمایا کہ اے درویش! درویشوں نے دنیا ہی میں بحالت زندگی اپنے تئیں مردہ بنایا ہے اور اپنے تئیں تمام چیزوں سے باز رکھا ہے۔ ہاتھوں کو چھوٹا کرلیا ہے تاکہ نہ لینے کے قابل جو چیز ہے وہ نہ لیں اور زبان کو گونگا بنالیا ہے تاکہ نہ کہنے والی بات نہ کہی جائے۔ پاؤں کو لنگڑا کرلیا ہے تاکہ جہاں پر جانا مناسب نہیں وہاں نہ جائیں پس جو لوگ اس قسم کے ہیں وہ واقعی مقامِ قرب کو پہنچ چکے ہیں اور انشاء اللہ قیامت کے عذاب سے نجات پائیں گے۔

بغداد کا ایک درویش

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک درویش کو دیکھا جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول اور صاحب نعمت تھا۔ ایک دفعہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جو باہر نکلا تو اس کی نگاہ ایک عورت پر پڑی۔ فوراً دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو ڈھانپ لیا اور یا غفور یا غفور! کہنے لگا۔

الغرض! جب گھر آیا تو دُعا کی کہ پروردگار! جن آنکھوں نے تجھے دیکھا ہوا نہیں دوسرے کو نہ دیکھنے دے۔ ابھی یہ بات پورے طور پر کہنے بھی نہ پایا تھا کہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہوگیا اور اس بات کے شکرانے میں دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ گیا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہوکر فرمایا کہ دوست کے بغیر کسی اور کو دیکھنا سخت کوتاہ نظری ہے۔ بعد ازاں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

چشمے کہ در رخِ تو بیند روا مدار
جز در جمالِ تو کہ دگر سو نظر کند

ترجمہ: وہ آنکھ جس نے تیرے رُخ انوار کا دیدار کیا ہے پھر اُسے دوسری طرف نظر کرنے کی توفیق نہ دے۔

بعد ازاں چند روز نہ گزرنے پائے تھے کہ اس درویش نے ایسی بات سنی جو سننے کے قابل نہ تھی تو اس نے دونوں انگلیوں کو کانوں میں دے کر کہا۔ اے پروردگار! وہ

کان جو تیرے نام کے سوا اور کچھ سنے۔ بہرا ہو جائے تو بہتر ہے فوراً دونوں کانوں سے بہرا ہو گیا۔ اٹھ کر تازہ وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا اور فرمایا' اب امید ہے کہ میں دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤں گا کیونکہ مجھ سے یہ دونوں چیزیں لے لی گئی ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

گوشے کہ جز بنام تو اے دوست بشنو
کز بادچوں برشخنے گوش بر کند

ترجمہ: جو کان تیرے نام کے علاوہ کوئی اور بات سننے کے لیے کھڑے ہوں وہ بہرے ہو جائیں۔

جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی تو زار زار روئے اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

چہ نیکو بود وقت مردن اگر
سلامت برم رخت ایماں بگور

ترجمہ: کیا ہی اچھا ہوا گر لوگ ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر تک لے جائیں۔

آپ بار بار یہ شعر پڑھتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے اے پروردگار! میری خواہش یہ ہے کہ جہان سے ایمان سلامت لے جاؤں! پھر فرمایا: اے درویش! اگر لوگ ایمان سلامت لے جائیں تو سمجھو کہ انہوں نے کچھ کام کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا وقت وصال

پھر فرمایا کہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو سوائے جان کنی کے وقت کے کبھی ہنستے نہ دیکھا گیا تھا وہ بھی اس طرح کہ اس وقت ابلیس لعین آپ کے پاس کھڑا ہوا افسوس کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو نے اپنا ایمان میرے ہاتھ سے بہت عمدہ طور سے بچایا اس واسطے امام صاحب اس بات پر ہنسے اور فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰه۔ بارے ایمان تو سلامت لے چلا ہوں۔

حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا آنسو بہانا

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور میرے بھائی مولانا بہاؤالدین زکریا ایک ہی جگہ بیٹھے تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی تو کچھ دیر بعد میرے بھائی مولانا بہاؤالدین زکریا اُٹھ کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہا: میں نے پوچھا یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا اٹھ کر دیکھو! جب میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بغداد کے دروازے سے شیخ سعدالدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ نکال کر جامع مسجد کے پاس نماز جنازہ ادا کر رہے ہیں۔

ایک ولی اللہ کی کرامت

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ میں لاہور کی حد میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک درویش صاحب اسرار و کشف کھیتی باڑی پر گزارہ کیا کرتا تھا اور کوئی کارکن اس سے زمین کا محصول وغیرہ نہ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہاں کا حاکم کوئی بے مہر شخص مقرر ہو کر آیا جس نے اس سے محصول مانگا اور کہا کہ اتنے سال سے مفت پیداوار کھا رہا ہے۔ یا محصول ادا کر یا کوئی کرامت دکھا۔ درویش نے کہا میں مسکین آدمی ہوں مجھے کرامت سے کیا واسطہ؟ مگر اس حاکم نے ایک نہ مانی اور اسی بات پر اڑا رہا۔ آخر درویش نے تنگ آ کر تھوڑی دیر سوچ کر کہا۔ اچھا تو کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا اگر تجھ میں کرامت ہے تو پانی پر چل۔ درویش پانی پر پاؤں رکھ کر پار ہو گیا جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے۔ پار جا کر کشتی مانگی تا کہ واپس آ جائے لوگوں نے کہا اسی طرح واپس کیوں نہیں آ جاتے؟ کہا' اس واسطے کہ نفس میں غرور نہ آ جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مردے سے سوال پوچھنا

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش جس روز عبدالرحمٰن ابنِ ملجم بدبخت نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی ہلاکت کے ارادے سے آں جناب کا پیچھا کیا۔ تو آں جناب ایک گاؤں سے گزر کر پانی کے کنارے آئے اور گورستان کی طرف منہ کر کے' جو وہاں سے

قریب ہی تھا۔ایک کے نام آواز دی کہ اے فلاں ابن فلاں! قبر سے آواز آئی۔ لبیک یا علی رضی اللہ عنہ! پوچھا گھاٹ پایاب کس طرف ہے؟ کہا۔ جہاں آپ کھڑے ہیں! آپ قدم رکھ کر پار ہوئے۔ابنِ ملجم نے آکر پوچھا کہ آپ کو مردے کا نام اور اس کے باپ کا نام تو معلوم ہو گیا۔لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ پانی پایاب کہاں ہے؟ فرمایا: جانتا تو تھا لیکن اس واسطے پوچھا کہ نفس بے باک نہ ہو جائے اور شوخ نہ ہو جائے۔

اسرارِ الٰہی

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب کوئی دوست، دوست کے اسرار سے مالا مال ہوتا ہے۔اس وقت اگر اس کی زبان سے کوئی بات نکل بھی جائے تو کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ جب جگہ ہی نہ رہے تو پھر وہ اسے کہاں رکھے یہ تو کاملوں کی حالت ہے۔لیکن وہ شخص جو ابتدا ہی میں اپنے اسرار غلبات شوق کی وجہ سے ظاہر کر دے وہ البتہ خام کاری کرتا ہے کیونکہ جہاں تک نگہداشت کی حد ہے وہاں تک تو اسے محفوظ رکھنا چاہیے۔ لیکن ہاں! جب زیادہ ہو جائیں اور کچھ ظاہر کر دے تو بعض اہل سلوک اسے معاف کرتے ہیں۔اگر کرے تو جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ مومنوں کے دل پاکیزہ زمین کی طرح ہیں اگر محبت کا بیج اس میں بویا جائے تو اس سے طرح طرح کی نعمتیں پیدا ہوں گی۔پس اس سے تو اوروں کو بھی حصہ دے سکتا ہے اور تیرے لئے کافی ہوتا ہے۔بعد ازاں فرمایا کہ جب تک تو سانپ کی طرح کینچلی نہ اتارے گا کبھی محبت حق کا دعویٰ تجھ سے صادق نہیں آئے گا۔

پھر فرمایا کہ کامل حال درویش وہ ہیں جنہیں کسی اور کی حاجت نہیں بلکہ اسرار نعمت سے جو ان میں ہیں آنے والوں کو حصہ دیتے ہیں اور ان کا مدعا پورا کر کے لوٹاتے ہیں۔لیکن کوئی درویشی کا دعویٰ کرے اور بادشاہوں اور امراء کے پاس روپے پیسے کی خاطر آئے تا کہ اپنی ضروریات مہیا کر سکے تو سمجھ لو اسے نعمت حاصل نہیں۔اگر اسے کچھ حاصل ہوتا تو کبھی مخلوق کے دروازے پر نہ جاتا اور کسی سے توقع نہ رکھتا۔جہاں پر درویشی کا قدم آتا ہے وہاں پر کسی کا گزر نہیں ہوتا۔اس واسطے کہ درویشوں پر خود نعمت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے اور سلطنت کا

خزانہ درویشوں کے سپرد ہوتا ہے تا کہ جیسے چاہیں درویشوں کی معاش کی خاطر خرچ کریں پس انہیں دوسرے کی احتیاج ہی کیا ہے۔

احوال محبت حق

پھر فرمایا کہ جب درویشوں کو حالت ہوتی ہے تو عرش سے لے کر فرش تک کی ساری چیزیں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں اور ہر چیز جو حق سے نازل ہوتی ہے اس میں وہ بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح اولیاء میں احوال ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء میں بھی تھے۔

فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ درویش کے احوال، محبت حق کی زیادتی کے سبب شوق میں ہیں۔ جب درویشوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے تو تجلی دوست کے نور میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ کسی مخلوق کو یاد نہیں کرتے۔ پھر یہ شعر پڑھ کر بے ہوش ہو گئے۔

ہر لحظہ کہ درشوقِ خیال تو شوم غرق
جز روئے تو درپیش نظر جلوہ گرے نیست

ترجمہ: جس گھڑی تیرے خیال کے ذوق وشوق میں مستغرق ہوتا ہوں تو پھر تیرے چہرے کے کوئی چیز میرے سامنے جلوہ گر نہیں ہوئی۔

یاران نبی ﷺ کا خلوص

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ امام محمد ظاہر غزالی اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب ﷺ پر کیفیت طاری ہوئی تو مدینے کے باہر ایک باغ میں تشریف لائے۔ جس میں ایک کنواں تھا اس میں اپنے پاؤں مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے اور عالم احوال میں متحیر تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے انہیں فرمایا کہ صحابہ میں سے اگر کوئی آئے تو بغیر میری اجازت اندر نہ آنے دینا۔ جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما آئے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اطلاع کی فرمایا۔ آنے

دو! جب اندر آئے تو حکم ہوا کہ میری دائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ! پھر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ آئے اطلاع ہونے پر اندر آنے کی اجازت ملی اور حکم ہوا کہ بائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ دیر تک بیٹھے رہے اور رسول خدا ﷺ اپنے احوال میں بیٹھے رہے پھر فرمایا کہ اے یارو! جس طرح زندگی میں ہم بیٹھے ہیں اسی طرح وفات کے بعد بھی ایک ہی جگہ ہوں گے۔ اور اسی طرح ہمارا حشر ہوگا اور بہشت میں بھی ایک ہی جگہ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُٹھ کر آداب بجالائے اور شکریہ ادا کیا۔

بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت بہشت میری نظر میں ہے۔ اس میں مجھے ایک محل دکھائی دے رہا ہے جو یاقوت کے ایک ہی دانے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کے ساتھ چار اور محل بھی ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کے ہیں تو حکم ہوا کہ ایک آپ کے لیے اور چار آپ کے یاروں کے لیے تو میں مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا اور پھر یہ بات تمہیں کہی کہ ہم ہر وقت اکٹھے ہی رہیں گے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ احوال ایسے ہی ہوتے ہیں جبکہ کوئی صاحب سِرّ کسی چیز میں محو ہوتا ہے تو اسی حالت میں مستغرق ہوتا ہے۔

حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت

پھر فرمایا کہ جب میں اَسرارِ دوست کے کسی سِرّ میں یعنی احوال میں مستغرق ہوتا اس وقت ضرور دوست کی کوئی نہ کوئی بات مجھ سے منکشف ہو جاتی۔ جب یہ بات میرے بھائی بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو ناپسند فرمائی۔ فوراً میری طرف دیکھا کہ اے درویش! یہ کیا نادانی کر رہے ہو؟ کہ اسرار حق ظاہر کر رہے ہو اور یہ بات اہل اسرار کے لیے ٹھیک نہیں۔ میں نے لکھا کہ بھائی جان! کام گفتگو سے گزر گیا اور میرا سینہ اسرار دوست سے پُر ہو گیا تھا۔ جس میں ذرہ بھر جگہ خالی نہیں رہی تھی کہ اس میں سما سکے۔ اب چونکہ گنجائش نہیں رہی اس لیے عالم انوار سے جو اَسرارِ دوست متجلّی ہوتے ہیں وہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور بہتات کی وجہ سے گرے جاتے ہیں۔ پس اے بھائی! میں تو بہتیرا چاہتا

ہوں کہ محفوظ رکھوں اور ذرّہ بھر بھی ظاہر نہ کروں۔ لیکن مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ اب کہو کہ کس طرح کروں؟ جب یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچا تو سر جھکا لیا اور فرمایا کہ ہمارے یار نے اپنا کام انجام تک پہنچا لیا ہے۔ یہ حکایت ختم کرتے ہی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ دو دن رات یہی حالت رہی۔ مصلّے پر پڑے رہے۔ اپنے آپ کی بالکل خبر نہ تھی۔ بعد ازاں جب ہوش میں آئے تو کھڑے ہو کر آسمان کی طرف رخ کیا اور یہ شعر پڑھے۔

رباعی

آنانکہ در ہوائے تو شیدا نشستہ اند — از جملہ کس بریدہ و تنہا نشستہ اند

خود را فدائے نام تو اے دوست کردہ اند — اے عاشقان کہ بر تو شیدا نشستہ اند

در عالم تفکر بر دل نہادہ اند — گاہے فتادہ گاہ سر پا نشستہ اند

ترجمہ: وہ لوگ جو تیری محبت میں مبتلا ہیں وہ سارے جہان سے قطع تعلق کر کے اکیلے بیٹھے ہیں اور اپنے کو تیرے نام پر فدا کر رکھا ہے وہ تیرے عاشق شیوا بنے بیٹھے ہیں عالم تفکر میں دل پر تیری یاد نقش ہے کبھی بھاگتے ہیں اور کبھی گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی شخص ملتان سے آیا اور اس نے کہا کہ میں شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ ایک مرتبہ جب آپ کو حالت ہوئی تو اپنی خانقاہ سے نکلے اور (سواری پر) سوار ہو کر ملتان بھر میں پھرے اور ڈونڈی پٹوادی کہ جو شخص آج بہاؤالدین کا چہرہ دیکھ لے گا میں ضامن ہوں کہ قیامت کے دن اسے دوزخ میں نہیں لے جایا جائے گا۔ جوق در جوق مسلمان آ کر آپ کا دیدار کرتے اور آپ قسم کھا کر فرماتے کہ قیامت کے دن تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے کیونکہ مجھے کہا گیا ہے کہ اے بہاؤالدین جو آج تیرا دیدار کرے گا قیامت کے دن ہم اسے دوزخ میں نہیں بھیجیں گے جونہی اس شخص نے یہ حکایت ختم کی مجھ پر حالت طاری ہوئی اور کہا اے درویش! اگر بہاؤ الدین نے یہ بات کہی ہے کہ جو شخص آج میرا دیدار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں نہیں

بھیجے گا۔ اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دنیا میں جس مسلمان نے میری بیعت کی ہوگی یا مجھ سے مصافحہ کیا ہوگا یا میرے فرزندوں کا ہاتھ پکڑا ہوگا یا میرے مریدوں کی بیعت کی ہوگی یا میرے خانوادہ میں بیعت کی ہوگی، وہ ہرگز ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اس واسطے کہ میرے پیر قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا کہ اے فرید! حق تعالیٰ نے تجھے یہ درجہ عنایت فرمایا ہے کہ جو شخص تیرا یا تیرے فرزندوں یا تیرے مریدوں کا مرید ہوگا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ وہ بالضرور بہشت میں جائے گا۔ نیز مجھے بھی ہزار مرتبہ یہ آواز آ چکی ہے کہ فرید اجودھنی نیک بخت بندہ ہے جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت ختم کی تو عالم تحیر میں کھڑے ہو گئے۔ میں پاس تھا سات دن رات تک اسی عالم تحیرّ میں مشغول رہے۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب عالم صحو (ہوش۔ بیداری) میں آئے تو طاعت میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

تیسری فصل

رزق

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' اس وقت رزق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! شریعت اور طریقت میں صادق بندہ وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے بلکہ فراخ دلی سے اپنے مولا کی طاعت میں مشغول رہے اور درحقیقت جان لے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے مجھے مل کر رہے گا۔ اس سے کچھ ذرّہ بھر بھی کم نہ ہوگا۔ پس اے درویش! اگر سالہا سال تو مارا مارا پھرے تو جو رزق تیری قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہ بغیر تیری کوشش اور طلب کے تجھے مل جائے گا اور اگر تو زیادہ چاہے تو ایک ذرّہ بھر بھی نہیں لے گا۔ اے درویش! فقر کی راہ میں ثابت قدم وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے کہ آج تو میں نے کھا لیا ہے۔ کل کیا کھاؤں گا۔ ایسے شخصوں کو اصحاب طریقت بد دین اور بد دیانت کہتے ہیں۔

رزق اور انسان

پھر فرمایا کہ اہل سلوک لکھتے ہیں کہ جس طرح موت انسان کو ڈھونڈتی رہتی ہے اور اس کے کندھے پر لکھی ہے اسی طرح رزق بھی لکھا ہوا ہے اور وہ انسان کو ڈھونڈھتا ہے۔ جہاں کہیں آدمی جاتا ہے' رزق اس کے ہمراہ جاتا ہے۔ اگر بیٹھتا ہے تو رزق بھی اس کے پاس ہی بیٹھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! بے غم رہ کیونکہ تیرا رزق تیرے کندھے پر لکھا ہے تو فراخ دلی سے اللہ تعالیٰ کے کام میں مشغول ہو کیونکہ جو تیرا مقسوم ہے وہ ضرور بالضرور تجھے مل کر رہے گا۔

پھر فرمایا کہ تو مولیٰ کا طالب بن تاکہ جو کچھ مولیٰ کے ملک میں ہے۔ وہ تیری طلب کرے۔ اس واسطے کہ آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیا طلب کرتا ہے۔ تو ہرگز اس کے پاس نہیں بھٹکتی اور اس سے اس طرح بھاگتی ہے جیسے مسلمان مردار سے

اور جو شخص مولا کی طلب میں ہوتا ہے اور دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا تو دنیا ہزار آرزو سے اس کے پیچھے پڑتی ہے اور وہ اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس سے اس طرح بھاگتا ہے جیسے مسلمان مردار سے۔

صدقہ کی فضیلت

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے جو فرمایا کہ الدنیا مزرعة الاخرة یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس سے مطلب یہ ہے کہ اس میں صدقہ' زکوٰۃ اور سخاوت کرے اور آئندہ کے لیے کچھ بوئے۔ تاکہ پھل اٹھا سکے۔ کیونکہ دنیا میں صدقے اور سخاوت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ جس نے اپنا کام نکالا ہے سخاوت اور صدقے سے نکالا ہے۔

اہل رضا رزق کا فکر نہیں کرتے

پھر فرمایا کہ جتنے متوکل ہیں انہیں رزق وغیرہ کا نہ غم ہے نہ اندیشہ اس واسطے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے' وہ مل کر ہی رہے گا۔ پھر اندیشہ کرنے کا فائدہ ہی کیا۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک میں جسے دیکھتے ہیں کہ رزق کے لیے اندوہگین ہے درویشوں کو حکم کرتے ہیں کہ اس کی گردن پکڑ کر خانقاہ سے نکال دو کیونکہ وہ بد اعتقاد درویش ہے اور اس میں صدق نہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ یہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے کہ انسان رزق کے لیے غمگین ہو کہ آج تو کھالیا کل شاید ملے گا یا نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر سو سال بھی مارا مارا پھرے اور مقسوم سے بڑھ کر رزق طلب کرے تو مقدر سے زیادہ ذرّہ بھر بھی تجھے نہیں ملے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک شخص کئی سال تک روزگار کے لیے مارا مارا پھرا' ایک شہر سے دوسرے میں جاتا اور ایک مقام سے دوسرے مقام میں۔ لیکن جو اس کی روزی تھی اس سے ذرّہ بھر بھی زیادہ نہ ہوئی۔ چنانچہ جب وہ شخص واپس آیا تو پہلے کی نسبت بھی بری حالت تھی۔ لوگوں نے پوچھا کیا حالت ہے؟ کہا مسلمانو! میں تو اس واسطے گیا تھا کہ رزق زیادہ ہو جائے

گا لیکن جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے اس سے ذرّہ بھر بھی زیادہ نہیں ہوا۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

گر کشی صد ھزار باری چست
نخوری پیش از آنکہ روزی تست

ترجمہ: اگر تم لاکھ جتن بھی کرو گے جو تمہاری روزی مقدر ہے اِس سے زیادہ کھا نہ سکو گے۔

جونہی شیخ الاسلام نے یہ شعر پڑھا۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو مجھے یاد ہے' عرض کروں؟ فرمایا: پڑھو! اس نے یہ شعر پڑھے ؎

بہ شغل جہاں رنج بروں چہ سود
کہ روزی بکوشش بناید فزود
بدنبال روزی چہ باید دوید
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

ترجمہ: کاروبار دنیا کے لیے فکر اُٹھانے کا کیا فائدہ کہ روزی کوشش سے نہیں بڑھ سکتی۔ روزی کے پیچھے کیا بھاگنا تم بیٹھو روزی خود تمہارے پاس آ جائے گی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر رزق کی زیادتی کے لیے سو سال سے بھی کوشش کرتا ہے تو ذرّہ بھر بھی زیادہ نہ ہو گا۔ پس ہر حال اور کام میں صادق ہونا چاہیے۔ بعض نادان جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس شہر سے باہر جاتے ہیں۔ شاید رزق زیادہ ہو جائے۔ شاید رزق زیادہ ہو جائے۔ پھر بھی کبیرہ گناہ ہے اور ان کی بے صدقی ہے جو اس قسم کا خیال کرتے ہیں۔ یہ برا خیال ان کو پریشان رکھتا ہے پس اے درویش! جہاں تو جائے گا پروردگار تو وہی ہے۔ وہ تو نہیں بدل جائے گا جو کچھ اس نے لکھا رکھا ہے وہ تجھے پہنچا دے گا۔

رزق کی جستجو

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک شخص نے

روزگار سے تنگ آکر شہر کو چھوڑنا چاہا۔ جب ایک بزرگ سے وداع ہونے کو گیا تو اس نے پوچھا کہاں اور کیوں؟ جاتے ہو کہا اس شہر کو چھوڑتا ہوں۔ شاید روزگار میں بہتری ہو جائے۔ اس بزرگ نے کہا اچھا! اس شہر کے خدا کو میرا سلام کہنا۔ وہ حیران رہ گیا اور پوچھا کہ کیا وہاں کا خدا کوئی اور ہے؟ خدا تو ایک ہی ہے۔ اس بزرگ نے کہا اے نادان! جب تو اتنا جانتا ہے کہ خدا ہر جگہ ایک ہے تو کیا اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس شہر میں اور اس شہر میں تیرا مقدر ایک ہی ہے۔ جا! فراخ دلی سے طاعت الٰہی میں مشغول ہو، پھر دیکھ کہ تجھے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں۔

درویش کا واقعہ

پھر فرمایا کہ اے درویش ایک مرتبہ ایک واصل کے ہاں بارہ روز تک فاقہ رہا۔ آخر بچوں نے تنگ آکر کہا یا تو ہمارے لیے خوراک لاؤ یا ہمیں مار ہی ڈالو! تاکہ عذاب سے جان چھوٹے۔ اس نے کہا اچھا! آج صبر کرو کل میں مزدوری کرنے جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصبح وضو کر کے جنگل میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ جب عصر کے وقت واپس آیا اور بچوں نے آکر دامن پکڑا کہ کچھ لائے ہو؟ اس نے پیچھا چھڑانے کی خاطر کہہ دیا کہ جس شخص کے ہاں مزدوری کرنے گیا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ کل دو دن کی اکٹھی مزدوری دوں گا۔ بچوں نے واویلا مچایا۔ کہ او نامہربان باپ! ہم تو بارے بھوک کے مرے جاتے ہیں اور وہ ہمارے کھانے کا بندوبست نہیں کرتا۔ درویش نے اس روز بھی وعدہ کیا اور جنگل میں جا کر نماز میں مشغول ہو گیا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ سیر آٹا ایک برتن میں کچھ شہد اور دو ہزار اشرفیاں بہشت سے لا کر اس درویش کے گھر پہنچا کر اس کے بچوں کو کہہ دو کہ جس کے ہاں دو روز تمہارا باپ مزدوری کرتا رہا ہے اس نے دو روز کی مزدوری بھیجی ہے اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اگر تو ہماری خدمت میں کوتاہی نہ کرے گا تو ہم بھی اس میں ذرا کمی نہ کریں گے۔ جب وہ درویش گھر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ باورچی خانہ گرم ہے اور گھر میں خوشی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ بچے خوشی خوشی آکر لپٹ گئے اور سارا حال عرض کیا۔ درویش

نے نعرہ مار کر کہا۔ اللہ تعالیٰ سو گنا مہربانی کرتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کے کام میں پکے ہوں۔

پھر فرمایا اے درویش! جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت فراخ دلی سے کرتا ہے اور معہودہ رزق کے لیے کسی قسم کا اندیشہ نہیں کرتا تو اسے اس طرح رزق پہنچتا ہے جیسا اس بزرگ وار کو پہنچا۔

عشق انمول خزانہ ہے

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ حقیقی عشق ایک ایسا موتی ہے جس کی قیمت کا اندازہ کوئی جوہری یا قدر شناس نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا کہ اس قسم کی بے بہا نعمت کسی مقرب فرشتے کو نہیں ملی۔ یہ صرف آدمی کو ملی ہے۔ جیسا کہ خود فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ (یعنی ہم نے اولادِ آدم کو عزت و تکریم بخشی) جس وقت عشق پیدا کیا گیا۔ تو اسے حکم ہوا کہ اے عشق! تو جا کر اندوہناک آدمیوں کے دل میں قرار پکڑ۔ کیونکہ وہی جگہ تیرے رہنے کے قابل ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے غلباتِ شوق میں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

گفتم صنما مگر تو جانانِ منی
اکنوں کہ نگاہ ہمی کنم تو جان منی
مرتد گردم زِمن برگزری
اے جانجہاں تو کفر و ایمان منی

ترجمہ: میں نے کہا اے صنم تو میرا محبوب ہے اب جبکہ میں نے دیکھا ہے کہ تو میری جان ہے۔

میں مرتد ہو جاؤں اگر تو مجھ سے کنارہ کش ہو جائے اِس سے اے میرے محبوب کفر و ایمان سب کچھ میرے لیے تو ہی ہے۔

تخلیق عشق

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جس روز حق تعالیٰ نے عشق کو پیدا کیا۔ تو شوق کے لاکھوں سلسلے اور ریشے پیدا ہو گئے۔ پھر مومنوں کی روحوں کو بلایا گیا اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ عشق کو ہزار ناز اور کرشمے سے ان روحوں کے سامنے لاؤ۔ پھر جو روحیں عشق و محبت کے لائق تھیں وہ آگے بڑھیں اور انہوں نے محبت کے ریشے اور عشق کی زنجیر کو ہاتھ مارا اور قبۂ اوّل میں محبت کے دریا میں غرق ہوئیں جن کا نام ونشان تک مٹ گیا وہ انبیاءؑ اولیاء اور عاشقوں کی روحیں تھی۔ بعض روحیں دیکھ کر مستغرق ہوئیں اور اہل مجاز کی روحیں تھیں جو شخص پہلے عشق مجازی میں مبتلا ہوتا ہے جب عشق حقیقی کی طرف آتا ہے تو اسے حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

چنداں ناز است ز عشق تو برسرمن
یا در غلطم کہ عاشقی تو برمن
یا در سرایں غلط شود ایں سرمن
یاخیمہ زند وصلِ تو اندر برمن

ترجمہ: تیرے عشق کی وجہ سے میرے سر میں اتنا ناز سما گیا ہے یا میں غلطی پر ہوں کہ تو مجھ پر عاشق ہو گیا ہے یا میرے سر میں غلط خیال پیدا ہو گیا ہے یا پھر وصل مجھ کو مل گیا ہے۔

وہاں پر ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے آداب بجالا کر عرض کی کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تواریخ کا ایک شعر مجھے یاد ہے اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ فرمایا کہو اس نے کہا

اے دوست ترا بخویشتن دوست برام
از رشک تو بادیدہ خود دوست نہ ام

ترجمہ: اے دوست میرے دل میں تیری چاہت اپنے سے بھی زیادہ ہے رشک کا عالم

ہے کہ اپنی آنکھیں بھی میری دوست نہیں۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عاشقوں کا ولولہ اور زمزمہ جو ابتدائے انتہیٰ تک ہے۔ وہ اسی روز سے ہے۔ جس روز سے عشق کی صورت پر مفتون (شیدا۔ فریفتہ) ہوئے تھے۔ پس اے درویش! تجھے قدر ہی معلوم نہیں کہ تیرے دل کے اندر ایسی خوبصورت نعمت مقام کیے ہوئے ہے اور روح کو جو تمام اعضاء کی بادشاہ ہے۔ پیدائش میں اس دل کو دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں پر عشق ہے۔ وہاں پر دل بھی ہے۔ اس بات کی قدر وہی جانتا ہے کہ جس کے دل میں اسرار دوست اور انوار عشق کا مقام ہو اور اس کے قرب میں عشق کی جگہ ہو۔

رزق کی اقسام

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ مشائخ طبقات نے جو رزق کو چار قسم کا لکھا ہے۔ (۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق مملوک اور (۴) رزق موعود۔ (۱) رزق مقسوم وہ ہے جو قسمت کے اندر لوح محفوظ ہیں لکھا جا چکا ہے۔ وہ ضرور بالضرور ملے گا۔ (۲) رزق مذموم وہ ہے کہ جو کچھ کھانے پینے کی چیز ملے اس پر صبر نہ کرے۔ یعنی جبکہ خود اللہ تعالیٰ رزق کا ضامن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے: وَمَآ مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود:۶) ''اور زمین میں کوئی جینے والا ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔'' تو پھر صبر نہ کر سکے۔ کیا معنی؟ (۳) رزق مملوک وہ ہے جو نقدی اور اسباب وغیرہ جمع کیا جائے یا تجارت کی جائے۔ البتہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیکی حاصل ہوتی ہے جس سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اے درویش! اس راہ کے سالکوں نے کہا ہے کہ تجارت وہ شخص کرتا ہے جسے حق تعالیٰ کے فضل و کرم کا انکار نہ ہو۔ مگر درویش کے لیے یہی مناسب ہے کہ جو نقدی یا اسباب اُسے ملے سب راہ خدا میں صرف کرے۔ اور ذرّہ بھر بھی اپنے لیے محفوظ نہ رکھے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! (۴) موعود رزق وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے

نیک لوگوں اور عابدوں سے کیا ہے اور خود کلام مجید میں فرمایا ہے: وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:۲) ''نیک لوگوں کو فکرِ معاش سے مستغنی کر دیا گیا ہے اور میرا وعدہ ہے کہ ان کی ضروریات کو بے حساب پوری کروں گا۔''

توکل کا صلہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سیوستان میں بطور مسافر وارد تھا۔ میرے ہمراہ چند اور درویش بھی تھے۔ اس شہر کے باہر غار میں ایک درویش بہت زیادہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو تلاوت سے فارغ ہو کر دیر تک یادِ الٰہی میں مشغول رہا اور پھر یہ حکایت شروع کی کہ اے عزیزو! میں بیس سال تک سیر کرتا رہا۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کے پاس پہنچا جو پہاڑ میں جنگل کے اندر رہتا تھا۔ جہاں پرندکا بھی گزر نہ تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ جنگل میں رہتا ہے۔ اسے خوراک کہاں سے ملتی ہوگی۔ جونہی میرے دل میں خیال گزرا اس نے کہا اے درویش! کیا تو خوراک کے لیے تعجب کرتا ہے؟ شاید تو اللہ تعالیٰ کو رازق نہیں مانتا جو فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (الذریت:۵۸) ''بے شک اللہ ہمارا رازق ہے اور طاقت والا ہے۔'' پھر کہا کہ بیٹھ جا اور قدرت کا تماشہ دیکھ! جب اس بزرگ نے یہ کہا تو میں کانپ اٹھا۔ فرمایا یہ پتھر جو میرے سامنے پڑا ہے اسے اٹھا کر توڑ ڈال! میں نے توڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا ہے جس کے منہ میں سبز پتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو کیڑے کو پتھر میں روزی پہنچاتا ہے کیا وہ میرا مقدر مجھے نہ دے گا؟ پھر وہ رات میں نے وہیں گزاری۔ افطار کے وقت ایک آدمی دو روٹیاں اور تھوڑا سا حلوا لے کر آیا اور آداب بجا لا کر اس درویش کے سامنے رکھ کر واپس چلا گیا۔ جب وہ بزرگ تلاوت سے فارغ ہوا تو مجھے بلایا کہ آ کر کھا لو اور کہا کہ تو تُو کہتا تھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ اس طرح روزی پہنچاتا ہے۔ جب دن

چڑھتا تو میں آداب بجالا کر واپس چلا آیا پس اے درویش! جو بات اس بزرگ نے مجھے کہی۔ وہ میں نے بغور سنی اور اس مقام میں آ کر ساکن ہو گیا۔ آج تیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ مجھے عالم غیب سے روزی ملتی ہے اور جو آتا ہے اسے بھی (رزق) مل جاتا ہے۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب شام کی نماز کا وقت ہوا تو میں نے اور مسافروں نے اس کے ہمراہ نماز ادا کی تھوڑی دیر بعد ایک شخص سر پر دستر خوان اٹھائے آ پہنچا اور اس بزرگ کے آگے رکھ دیا ہم نے کھانا سیر ہو کر کھایا لیکن اس میں سے ذرہ بھر بھی کم نہ ہوا۔ پھر اس بزرگ نے پاؤں زمین پر مارا جس سے پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ جب پانی پی لیا تو دستر خوان غائب ہو گیا۔ جب دن ہوا تو وداع ہوتے وقت میں نے اس بزرگ سے مصافحہ کرنا چاہا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا ہاتھ ہی کٹا ہوا ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ یہ خیال آتے ہی اس بزرگ نے کہا کہ اے عزیزو! میں ایک روز نماز سے پہلے تازہ وضو کرنے کے لیے باہر نکلا۔ تو ایک دینار پڑا پایا۔ میرے نفس نے چاہا کہ اسے اٹھا لے۔ کیونکہ یہ بھی عالم غیب ہی سے پہنچا ہوا رزق ہے۔ جب اٹھانا چاہا تو غیب سے آواز آئی کہ اے جھوٹے مدعی! کیا توکل اور ہمارا عہد یہی تھا؟ جو تم نے ہم سے کیا تھا۔ کہ ایک پیسے کو بھی دیکھ کر اسے اٹھانا چاہا۔ شاید تو ہمیں درمیان سے بھول گیا جونہی میں نے یہ آواز سنی چھری پاس تھی۔ اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! جو ہاتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کوئی چیز پکڑے تو وہ کٹا ہوا ہی بہتر ہے۔ پس اے عزیز! بیس سال سے میں اس شرمندگی کے مارے آسمان کی طرف نگاہ نہیں کرتا اور یہی کہتا ہوں کہ ہائے! میں نے یہ کیا کیا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد خدا وہی تھے جو ذرہ بھر بھی راہ خدا سے باہر نہیں ہوئے اور رزق کی خاطر کبھی مُشَوَّش (پریشان۔ مضطرب) نہیں ہوئے۔

غیبی تلوار

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ چند فقیر خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے باہر نکلے اور توکل کے طور پر کہا کہ ہم اپنا دلی راز کسی کو نہیں بتائیں گے اور نہ ہی ہم کسی سے کچھ مانگیں گے۔ الغرض! جب جنگل میں پہنچے۔ جہاں پر آدم زاد کا پتہ تک نہ تھا تو وہاں پر ایک چشمہ دیکھا۔ جہاں انہوں نے وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام جو کی چند روٹیاں لے کر تشریف لائے۔ سب آپ کی طرف رجوع ہو گئے اور خوشی کرنے لگے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ایک تو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہو گئی اور دوسرے ہم بھوکے تھے۔ کھانے کو کچھ مل گیا۔ جونہی یہ خیال ان کے دل میں گزرا آواز آئی کہ اے بدعہد مدعیو! کیا تم نے ہم سے یہی عہد کیا تھا۔ اتنے میں آسمان سے ایک تلوار نمودار ہوئی جس سے سب کے سر تن سے جدا ہو گئے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! جو شخص عہد کو توڑتا ہے اور توکل میں ثابت قدم نہیں ہوتا۔ اس کی یہی سزا ہوتی ہے۔ پھر آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔ جو آپ نے حوض شمسی کے کنارے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا تھا۔

ہر کہ با دوست عہد کردو شکست
عاقبت کشہ شد جو بد عہد آں

ترجمہ: جو دوست سے وعدہ کر کے پورا نہیں کرتا انجام کار بدعہدوں کی طرح قتل ہو جاتا ہے۔

عشق کی ابتداء

پھر فرمایا کہ اے درویش! عشق کا آغاز آدم صفی اللہ علیہ السلام سے ہوا ہے جب آپ کو دنیا میں پیدا کیا گیا تو آپ کو عشق کا جمال کرایا گیا۔ آپ دیکھتے ہی عاشق ہو گئے۔ پس اے درویش! یہ سب جنبش عشق کی وجہ سے تھی۔ بہشت کے نگار خانہ پر لات مار کر دیوانوں کی طرح وہاں سے نکل آئے اور دنیا کے خرابے میں آ کر قرار

لیا۔لیکن آپ سے لغزش وقوع میں آئی تھی۔اس لیے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اے فرشتو! میں آدم کے لیے غمخوار پیدا کرنا چاہتا ہوں۔تاکہ اس سے الفت کرے نہیں تو یہ برداشت نہیں کر سکے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔فرشتوں نے سر سجدے میں رکھ دیئے اور عرض کی کہ جو کچھ تو جانتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں تو حاکم ہے جس طرح تیرا حکم ہو۔حکم ہوا کہ اے فرشتو! دیکھو کہ ہم وہ مونس کس طرح پیدا کرتے ہیں۔آدم علیہ السلام تنہا بیٹھے تھے کہ آپ کے پہلو سے حوا پیدا کیں۔حوا سلام کر کے آپ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔آپ نے اس کی صورت دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا میں تیرا جوڑا۔جس سے تجھے قرار حاصل ہوگا۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! حقیقی عاشق کا شور وغوغا اسی وقت تک ہوتا ہے کہ جب تک وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچتا جب معشوق کا وصال حاصل ہو جاتا ہے تو سب شور وغوغا جاتا رہتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اے درویش! مجھے شیخ بہاؤ الدین بخاری کا جو ایک واصل حق ہو گزرا ہے ایک قطعہ یاد ہے جو اس نے از روئے شوق کہا تھا۔

قطعہ

من اوّل روز چوں درتو بدیدم شیفتہ گشتم
ندانستم کہ تو بودی یا کہ بودست اینکہ من دیدم
چناں در روئے آں جاناں شدم من شیفتہ وار
کہ من از خود شدم بیروں ترا در جان وتن دیدم

ترجمہ: جب پہلے روز میں نے تجھے دیکھا تو قربان ہو گیا پھر مجھے یہ بھی نہیں معلوم کے جس کو میں نے دیکھا تھا وہ تو تھا یا کوئی اور تھا۔

محبوب کے چہرے کو دیکھ کر ایسا وار وشیدا ہوا کہ خود کو بھول گیا اور جسم و جان میں ہر جگہ تو ہی تو تھا۔

پھر اسی موقعہ پر شوق اور اشتیاق کے غلبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یہ رباعی سنی تھی۔

رباعی

بلاست عشق منم کز بلا بہ پرہیزم
چوں عشق خفتہ بود شور من بر انگیزم
اگرچہ عشق خوش است و وفا آمد خوش
مرا خوش است بہر دوبہم بر آمیزم
مرا رفیقاں گویند کز بلا بہ پرہیز
بلا دل است من از دل چگونہ پرہیزم

ترجمہ: عشق مصیبت ہے اور میں اِس مصیبت سے بچتا ہوں جب عشق سویا ہوا ہوتا ہے تو میرا شور اُسے جگا دیتا ہے۔

اگرچہ عشق اچھا ہے وفا بھی اچھی ہے مجھے دو دلوں کا مل جانا زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

دوست مجھے کہتے ہیں کہ اِس مصیبت سے پرہیز کرو مگر مصیبت تو دل ہے میں دل سے کس طرح پرہیز کروں۔

رزقِ مقسوم

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! توکل صرف رزق مقسوم میں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ تجھے معلوم ہے کہ جو تیرے مقدر میں ہے وہ تجھے مل کر ہی رہے گا۔ لیکن دوسرے رزقوں میں نہیں۔ جو مملوک ہے اس میں خود توکل ہی نہیں لیکن جو رزق موعود ہے اس میں بھی توکل نہیں کیونکہ جس رزق کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ لیکن رزق مقسوم میں اگر توکل کرے تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ سمجھے کہ جو میری قسمت میں ہے وہ مل کر ہی رہے گا۔

پھر فرمایا۔اے درویش! کہ باقی اقسام کے رزق میں متقدمین کو بھی توکل میسر نہیں ہوا۔کیونکہ کسی نے بیس سال توکل کیا اور کسی نے دس سال اور سارے جہان سے مبرا ہوگزرے ہیں۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا توکل

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ پچاس سال تک متوکل رہے اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی اور اسی پچاس سال کے عرصے میں کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔اگر کوئی کچھ لاتا بھی تو دروازے سے ہی واپس کر دیتے اور فرماتے کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔جو میری روزی ہے۔وہ مجھے مل جائے گی۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا توکل

پھر فرمایا کہ اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی بیس سال تک خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔میں نے اس عرصے میں کبھی نہ دیکھا کہ کسی کو آپ نے اپنے پاس آنے دیا ہو۔لیکن ہاں! جب آپ کے لنگر میں کچھ نہ ہوتا تو خادم آن کر کھڑا ہو جاتا۔خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ مصلّٰی اُٹھا کر فرماتے کہ جتنا آج اور کل کے لیے کافی ہو۔اٹھا لو! سارا سال یہی طریق رہا۔اگر کوئی مسافر آ جاتا تو جو کچھ وہ مانگتا اسے دے دیتے۔وداع کرتے وقت مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈالتے' جو کچھ ہاتھ میں آ جاتا وہ اسے دیا جاتا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص حق تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دم بھرے اور اپنے تئیں درویش کہلائے اور توکل میں متوکل ہو اور پھر ربّ تعالیٰ کو چھوڑ کر بندوں سے کسی چیز کی توقع کرے سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں پھر خواجہ صاحب نے یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے۔

ہر کہ دعوی کند بدرویشی
خط بیزاری از جہاں بد ہد

بالحقیقت بدانکہ مرتد ہست
رفت بد نام کش نشان ند ہد

ترجمہ: جو شخص درویشی کا دعویٰ کرتا ہو اور دنیا سے بیزاری کا اعلان نہ کرتا ہو۔ حقیقت جان لو کہ وہ مرتد ہے وہ بدنام اور بے نشان اِس دنیا سے گیا۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت ختم کی تو آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

لے اور بالکل توبہ کرے۔ یعنی اس کے دل سے لوگوں کے دماغ کو خوشبو حاصل ہو تو سمجھ لو کہ اس کی توبہ، توبہ نصوحی ہے۔ قلوب ثلاثہ کی تعریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمائی:

القلوب ثلاثة قلب سليم و قلب منيب وقلب شهيد اما القلب السليم فهو الذى ليس فيه سواء معرفة الله تعالٰى واما القلب المنيب فهو الذى تاب من كل شىء الى الله تعالٰى واما القلب الشهيد فهو الذى شاهد الله فى كل شىء.

''دل تین ہیں۔ ایک سلیم، دوسرا منیب، تیسرا شہید، سلیم وہ جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سوا اور کچھ نہ ہو، منیب وہ جو ہر چیز سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آیا ہو اور شہید وہ جس نے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہو۔''

پھر فرمایا کہ جب انسان کے دل میں یہ تین چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان پر قرار ہو جاتا ہے تو واقعی جان لو کہ وہ سلیم منیب اور شہید ہو گیا ہے پس اس کی توبہ، توبہ نصوحی ہے اور اگر ابھی دنیاوی اشغال، شہوات اور مالوفات سے آلودہ ہے۔ تو دل مردہ ہے۔ اگر ان سب سے صاف ہو گیا تو ازل سے ابد تک زندہ رہے گا۔

بندہ اور خدا کے مابین حجاب

پھر فرمایا کہ مولیٰ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی آلائش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب آلائش دور ہو جائے اور توبہ کے ذریعے اپنے تئیں پاک کرے۔ تو وہ حجاب اٹھ جاتا ہے یہی دل آلائش مشغولی ہے۔ پس تو اپنے دل کو شہوات اور خواہشات سے پاک کر۔ تا کہ حجاب بیچ سے اٹھ جائے۔ اور تو مشاہدہ اور مکاشفہ کی لذت اور مقام کے درجے کو پہنچ جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش تو نے دل کی توبہ کا حال سن لیا اور اب زبان کی توبہ کا حال سن! زبان کی توبہ یہ ہے کہ توبہ کے بعد زبان کو ہر ناشائستہ کلام سے دور رکھے اور بے ہودہ بات نہ کرے اور نہ کہنے والی باتوں سے توبہ کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کرے اور پھر قبلہ رخ بیٹھ کر یہ دعا کرے کہ پروردگار! میری اس زبان کو برا کہنے سے توبہ عنایت کر اور اپنے ذکر کے سوا کسی اور بات کے کہنے پر اسے جاری نہ کر اور جن باتوں میں تیری رضا نہیں ان کے بیان کرنے سے باز رکھ۔

پھر فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے تو ساتوں اعضا زبان حال سے کہتے ہیں کہ اے زبان! اگر تو اپنے تئیں محفوظ نہ رکھے گی تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک غیر شائستہ بات کہی تھی۔ سو اپنی زبان کو اسی قدر دانتوں تلے دبایا کہ خون نکل آیا اور بعد ازاں عہد کر لیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کسی سے گفتگو نہ کروں گا۔ پس ایک بے ہودہ بات کے عوض بیس سال کسی سے ہم کلام نہ ہوئے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز ایک واصل خدا مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک شخص کے آنے کی بابت پوچھا کہ آیا فلاں شخص آ گیا ہے؟ بعد ازاں اپنے دل میں سوچا کہ میں نے (ذکرِ حق کی بجائے) یہ بات کی ہے۔ اس کے عوض (یعنی کفارہ میں) تیس سال تک لوگوں سے گفتگو بالکل بند رکھی۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔

در دہن است زبان دشمن جان ۔۔۔ گر جان بکار آید ہو شدار زبان

ترجمہ: انسان کے منہ میں جان کی دشمن زبان ہے اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو اپنی زبان کو ہوش میں رکھو۔

پھر فرمایا کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش واصل حق کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول تھا۔ میں دس سال اس کے پاس رہا لیکن اس عرصے میں اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ سنی جو کہنے کے قابل نہ ہو۔ مگر ایک بات سنی وہ یہ کہ اس نے ایک عزیز کو کہا کہ اے درویش! اگر تو آخرت میں اپنے تئیں سلامت لے جانا چاہتا ہے تو ناشائستہ گفتگو سے اپنی جان کو بچا۔ یہ کہہ کر فوراً اپنی زبان کو دانتوں

چوتھی فصل

توبہ

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا بہت سے لوگ جماعت خانہ میں بیٹھے تھے اور توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ بدر الدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی آئے اور ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔

توبہ کی چھ اقسام

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اول دل اور زبان سے توبہ کرنا۔ دوسری آنکھ کی۔ تیسری کان کی۔ چوتھی ہاتھ کی۔ پانچویں پاؤں کی۔ چھٹی نفس کی پھر ہر ایک کی شرح بیان فرمائی۔ کہ اول جب توبہ کی دل سے تصدیق نہ کرے اور زبان سے اقرار نہ کرے تو توبہ درست ہی نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ جب تک دل دنیا کی دوستی کھوٹ، حسد، دکھ، فحش، ریا اور برائی وغیرہ سے پاک نہ ہو جائے اور ان معاملات سے سچے دل سے توبہ نہ کرے اس کی توبہ، توبہ شمار نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص گناہ کر رہا ہے اور اسی وقت توبہ بھی کرتا ہے اور اس کی توبہ، توبہ شمار نہ ہوگی۔ اپنی نفسانی خواہش کے لیے گناہ کرتا ہے اور بات توبہ کی کرتا ہے یہ بھلا کب درست ہو سکتی ہے جب تک کہ پہلے اپنے دل کو اس معاملے سے بالکل صاف نہ کرے۔ تو یہ درست ہی نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ کلام اللہ میں فرمان ہے کہ اے ایمان والو! ضروری توبہ کرو۔ یعنی ایسی توبہ جو دل سے بھی ہو اور زبان سے بھی۔ اس توبہ نصوحی سے مراد دل کی توبہ ہے۔ جب توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آ جاؤ۔ جب دل ان دنیاوی خرابیوں سے صاف ہو جائے گا تو توبہ شمار ہوگی اور تو متقی کے برابر ہو جائے گا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ یعنی جو شخص گناہ سے توبہ کرے۔ وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ پس اس صورت میں توبہ کرنے والا اور متقی دونوں برابر ہیں۔

دل کی توبہ

پھر فرمایا۔ کہ توبہ دل کی ہوتی ہے۔ زبان سے خواہ لاکھوں مرتبہ توبہ کی جائے۔ جب تک دل سے تصدیق نہ کی جائے کبھی درست نہیں ہوتی۔ جب زبان سے اقرار کرے تو دل سے تصدیق بھی کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا کہ بعض تائب دل سے تو توبہ کرتے ہیں لیکن دل اسی بدی کی طرف مائل رہتا ہے۔ بیمار صبح سے شام تک توبہ توبہ پکارتے ہیں۔ جب اس بیماری سے خلاصی ہو جاتی ہے تو پھر بے خودی اور غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور توبہ کو بھولے سے بھی یاد نہیں کرتے پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

بر دل اثر گناہ بر لب توبہ　　در صحت خوش دلی و در تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ　　زیں توبہ نا درست یا ربّ توبہ

ترجمہ: دل میں گناہ کا اثر ہے اور زبان توبہ کر رہی ہے صحت میں خوش دلی ہو رہی ہے اور بیماری میں توبہ کر رہے ہیں ہر دن توبہ توڑنا ہر رات توبہ کرنا اِس نامناسب توبہ سے اے اللہ میری توبہ۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

پھر فرمایا کہ مرنے سے پہلے توبہ کرنی چاہیے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی توبہ کا باعث کونسی بات ہوئی؟ فرمایا ایک روز میں شراب خانے میں بیٹھا تھا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے بشر حافی! موت سے پہلے توبہ کر لے۔ جب یہ آواز سنی تو توبہ کر لی اور پھر ان گناہوں کے نزدیک بھی نہ بھٹکا۔ جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ عنایت فرمایا۔

قلب کی اقسام

پھر فرمایا کہ جب انسان اپنے تینوں دلوں کو دنیاوی خرابیوں وغیرہ سے پاک کر

تلے اس قدر زور سے دبایا کہ خون ٹپک پڑا اور کہا کہ یہ بات تجھے کہنی مناسب نہ تھی۔ اس کے عوض بیس سال تک کسی سے کلام نہ کی۔

زبان کو پیدا کرنے کا مقصد

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! جس روز اللہ تعالیٰ نے زبان کو آدم علیہ السلام کے منہ میں رکھنا چاہا تو زبان کو فرمایا۔ اے زبان دیکھ! تیری پیدائش سے میرا خاص مدعا یہ ہے کہ تو میرے نام کے سوا اور کوئی نام نہ لے۔ اور میرے کلام کے سوا اور کوئی کلام نہ پڑھے اور اگر ان کے علاوہ تو نے کچھ اور کہا تو یاد رکھ! تو بھی اور باقی کے اعضا بھی مصیبت میں گرفتار ہوں گے پس اے درویش! زبان خاص کر ذکر اور قرآنی تلاوت کے لیے بنائی گئی ہے۔

پھر مشائخ طبقات لکھتے ہیں کہ انسان کے ہر عضو میں شہوت اور خواہش ہے جو حجاب اور آفت کا موجب ہوتی ہے۔ جب تک ان شہوات اور خواہشات سے توبہ نہ کرے اور تمام اعضاء کو پاک نہ کرے ہرگز کسی مرتبے پر نہیں پہنچتا۔

پھر فرمایا کہ جو اعضاء بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے اول نفس ہے جس میں شہوت رکھی گئی ہے۔ دوسرے آنکھ اس میں دیکھنے کی خواہش رکھی گئی ہے۔ تیسرے کان جس میں سننے کی خواہش رکھی گئی ہے۔ اسی طرح ناک میں سونگھنے اور چھینکنے کی اور ہاتھ میں پکڑنے اور چھونے کی اور زبان میں تعریف کرنے کی اور آٹھواں دل ہے جس میں درد ہی درد ہے پس حق تعالیٰ کے طالب کو چاہیے کہ ان سے توبہ کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے سن لے جو فرماتا ہے کہ میں اپنی حکمت سے خلقت کے مابین اسے معزز کروں گا جو دنیاوی محبت سے دل کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اپنے نفس کو دید بازی سے محفوظ رکھ سکے گا۔ اسے ترک گناہ سے معزز بناؤں گا اور جو میرے سوا سب کو بھول جائے گا اسے قیامت کے دن معزز بناؤں گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سب سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر حکمران ہوتا کہ نفس شہوت رانی نہ کر سکے۔ اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے یہی درویش کے کام کا خلاصہ اور درویشی کا جوہر ہے۔

زبان ودل کی موافقت

پھر فرمایا کہ جب عالم نورانی سے تجلی الٰہی کے اسرار اور انوار نازل ہوتے ہیں تو پہلے دل پر نازل ہوتے ہیں اور جب زبان اور دل آپس میں موافق ہو جاتے ہیں تو پھر عشق کے انوار وہاں مکان (قیام) کرتے ہیں۔ اگر دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہیں تو محبت کے انوار وہاں سے واپس چلے آتے ہیں اور ایسے دل پر جاتے ہیں جو زبان سے موافق ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی واصل سے پوچھا گیا کہ عشق حقیقی میں ثابت قدم کون ہے؟ فرمایا جس کا دل اور جس کی زبان آپس میں موافق ہوں اس واسطے کہ پہلے عشق حقیقی دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر زبان پر جب دل اور زبان عشق سے آپس میں مل گئے تو وہ محبت حق ہوگئی۔ زبان تمام اعضاء کی بادشاہ ہے۔ جب زبان سلامت ہے تو سمجھو کہ سارے اعضاء سلامت ہیں۔ اس واسطے مشہور ہے کہ جب بادشاہ دین کے کام میں خلل ڈالے تو تمام رعایا خلل انداز ہوتی ہے اور جب بادشاہ سلامت ہو تو ساری سلطنت کے سارے کام بخوبی سر انجام پاتے ہیں۔ پس اے درویش! کان، آنکھ، نفس وغیرہ ساتوں اعضاء زبان کے تابع ہیں۔ جب زبان سلامت ہے تو سارے اعضاء سلامت ہیں۔

آنکھ کی توبہ

پھر فرمایا کہ دوسری آنکھ کی توبہ ہے۔ اس توبہ کی شرط یہ ہے کہ غسل کرے اور دوگانہ نماز ادا کر کے روبقبلہ بیٹھے اور دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھا کر یہ کہے کہ اے پروردگار! میں ان تمام چیزوں کے دیکھنے سے جو دیکھنے کے قابل نہیں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ میں کسی نا دیکھنے والی چیز کو نہ دیکھوں گا۔ صرف ان چیزوں کو دیکھوں گا جن کا دیکھنا جائز ہے اور بعد ازاں آنکھ کو ممنوعات کے دیکھنے سے بچائے رکھے۔ یہ آنکھ کی توبہ ہے کیونکہ یہی ایسی چیز ہے جس سے حضور کی نعمت بھی حاصل ہوسکتی ہے اور آنکھ ہی ایسی چیز ہے جس سے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پس اے درویش! عشق کا پہلا مرتبہ آنکھ میں ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ جس کام میں مشاہدہ کی نعمت ہے اس کی کوشش کریں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ

دیکھیں۔

انبیاء کی گریہ وزاری

پھر فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے نا قابل دید ایک شے کو دیکھا تو تین سو سال تک روتے رہے۔ حکم ہوا داؤد! کس واسطے روتے ہو؟ عرض کیا کہ کیا کہوں؟ اس آنکھ نے مجھے مصیبت میں پھنسایا ہے۔ چونکہ آنکھ کا قصور ہے۔ اس لیے آنکھ ہی کو اس کی سزا ملنی چاہیے کیونکہ اسی نے ممنوعہ چیز کو دیکھا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے ایک ممنوعہ چیز کو دیکھا۔ دوسرے یہ کہ جس آنکھ نے دوست کا جمال دیکھا ہو حیف ہے کہ پھر وہ کسی اور کو دیکھے۔ اگر وہ دیکھے تو اس کا اندھا ہونا ہی بہتر ہے تا کہ قیامت کے دن جب اٹھے تو جمال دوست ہی میں آنکھ کھولے بعد ازاں ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ لیکن کسی نے آنکھ کھولے ہوئے نہ دیکھا۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شعر میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا۔

دیدۂ کو جمال دوست بدید تابود زندہ مبتلا باشد

ترجمہ: وہ نظر جس نے جمال محبوب کو دیکھا ہے جب تک زندہ رہے گی وہ اُسی میں محو رہے گی۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق وہ ہے جب اس کی آنکھ میں مشاہدہ حق کا سرمہ لگ جائے تو آنکھ بند کرلے اور غیر کی طرف نہ دیکھے صرف قیامت کے دن تجلی حق کو دیکھے۔ وہ اس وقت جبکہ دوست اس کی منت کرے کہ اب آنکھ کھول' تب کھولے۔

آنکھ کی توبہ

بعد ازاں فرمایا کہ آنکھ کی توبہ تین قسم کی ہے۔ اول ممنوعہ اشیاء کے دیکھنے سے' دوسرے اگر کوئی مسلمان بھائی کی غیبت کرے اور کچھ دیکھ لے تو اس سے توبہ کرے کہ میں نے کیوں دیکھا۔ آنکھ دیکھ لے تو کسی کے آگے اسے بیان نہ کرے۔

پھر فرمایا اے درویش! کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام ناقابل شنید باتوں سے توبہ کرے اور کوئی ممنوعہ شے نہ سنے۔ پھر اس کی توبہ توبہ شمار ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ انسان کو جو شنوائی دی گئی تو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنے اور جہاں کلام اللہ پڑھا جا رہا ہو کان دھر کر سنے۔ نہ اس واسطے دی گئی ہے کہ جہاں برائی تمسخر اور سرود وغیرہ ہو رہا ہو سنے۔ اس واسطے کہ خبر میں ہے کہ جو اس قسم کی آوازیں سنے گا قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جائے گا۔

کان کی توبہ

پھر فرمایا کہ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ راستہ چل رہے تھے کہ آہ و بقا کی آواز کان میں آئی۔ فوراً دونوں انگلیوں سے کان بند کر کے گھر پہنچے تو حکم ہوا کہ کچھ سیسہ پگھلا کر لاؤ جب لایا گیا تو فرمایا کہ میرے کانوں میں ڈال دو کیونکہ میں نے ناقابل شنید چیز سنی ہے۔ قیامت کے دن کے عذاب سے تو خلاصی ہوگی۔ آج ہی اس کا کفارہ کر لیتا ہوں۔ پس اے درویش! درویشوں نے اپنے تئیں خلقت کی صحبت سے دور رکھا ہے اور تنہائی اختیار کی ہے۔ تاکہ ناقابل شنید باتیں نہ سنیں یہی کان کی توبہ ہے چوتھی توبہ ہاتھ کی ہے یعنی کوئی چیز ایسی نہ چھوئی جائے جس کا پکڑنا منع ہے۔ ایسی تمام باتوں سے توبہ کرے۔

ہاتھ کی توبہ

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز نے ایک درویش کو بدخشاں میں دیکھا۔ جو بزرگان دین سے تھا اور جس کا نام شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا اور اس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور تیس سال سے کٹیا میں معتکف تھا۔ اس سے ہاتھ کٹنے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں حاضر تھا صاحب مجلس کی اجازت کے بغیر میں نے گیہوں کے ایک دانے کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے درویش! یہ کیا حرکت تو نے کی ہے؟ کہ مالک کی اجازت کے بغیر گیہوں کا دانہ دو ٹکڑے کر ڈالا۔ جونہی میں نے یہ بات سنی ہاتھ کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ تاکہ پھر نا پکڑنے کے قابل چیز نہ پکڑ سکوں پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ مردانِ خدا ایسا ہی

کر کے کسی مرتبے کو پہنچتے ہیں۔

پاؤں کی توبہ

بعد ازاں فرمایا کہ پانچویں توبہ پاؤں کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن مقامات پر جانا مناسب نہیں ہے۔ وہاں نہ جائے اور خواہش سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ تا کہ اس کی توبہ' توبہ شمار ہو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سفر کرتے کرتے ایک جنگل میں غار کے اندر ایک درویش صاحب نعمت اور از حد بزرگ دیکھا جس کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ سلام کے بعد جب وجہ پوچھی تو کہا کہ ایک روز میں وضو کرنے کے لیے غار سے باہر نکلا' تو میری نگاہ ایک عورت پر پڑی مجھے خواہش ہوئی اور غار سے باہر قدم رکھا۔ کہ اسے پکڑ لوں تو وہ عورت غائب ہو گئی۔ فوراً چھری لے کر پاؤں کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! آج چالیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ ایک ہی پاؤں پر کھڑا ہوں اور شرمندگی کے مارے حیران ہوں کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی درویش نے پوچھا کہ آیا عاشق کو ہر وقت حضوری رہتی ہے یا کبھی کبھی؟ فرمایا' ہر وقت اس واسطے کہ عاشق خواہ کھڑا ہو تو بھی مشاہدہ حق کے حضور میں ہے' بیٹھا ہے تو بھی مشاہدہ میں غرق ہے۔ اگر سویا ہوا ہے تو بھی مشاہدہ حق کے خیال میں مستغرق ہے۔ پس عاشق کو مشاہدہ دوست میں ہر وقت حضوری حاصل ہے۔

پھر فرمایا کہ عاشق کے لیے حضور اور غیبت یکساں ہے۔ جس طرح حضور ہے اسی طرح غیبت' پھر فرمایا کہ میں نے یہ شعر شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا تھا۔

حضور و غیبت عاشق چو ہر دو یکساں ست   بَغیب مست حجابش حضور و نیز ہمانست

ترجمہ: عاشق کے لیے حضوری و دوری دونوں برابر ہیں وہ غیب میں بھی جمال یار میں محو ہوتا ہے جیسے حضوری میں ہے۔

نفس کی توبہ

بعد ازاں فرمایا کہ چھٹی توبہ نفس کی ہے۔ پس چاہیے کہ نفس کو تمام خواہشات ماکولات اور شہوات سے باز رکھا جائے اور ان سب سے توبہ کی جائے اور نفس کی خواہش کے مطابق کام نہ کیا جائے قرآن شریف میں ہے کہ:

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. (النازعات:۴۰)

''یعنی جو شخص اپنے رب سے ڈرے اور خواہشات سے نفس کو روکے۔ تو اس کا مقام جنت میں ہوگا۔''

ہارون الرشید' ملکہ زبیدہ میں جھگڑا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید زبیدہ سے جھگڑ پڑا۔ اس نے کہا جا دوزخی! ہارون نے فوراً قسم کھائی کہ جب تک مجھے کوئی بہشتی نہ کہے گا تب تک تیرے اور میرے درمیان قسم ہے۔ الغرض! یہ کہہ کر بعد میں وہ پشیمان ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کہا۔ سب علماء کو بلایا لیکن کسی نے نہ کہا کہ تو بہشتی ہے۔ اس مجلس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے انہوں نے اٹھ کر پوچھا کہ کیا تم کبھی اپنی نفسانی خواہش سے بھی ٹلے ہو؟ کہا ہاں! فلاں مجلس میں۔ امام نے فتویٰ دیدیا کہ تو اس آیت کے مطابق جنتی ہے۔

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. (النازعات:۴۱-۴۰)

''اور اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈرا اور خواہشات نفس کو روکا تو بے شک اُس کا مقام جنت ہے۔''

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! توبہ تین قسم کی ہوتی ہے حال' ماضی اور مستقبل۔

حال: یہ کہ کیے ہوئے گناہ سے ندامت حاصل ہو۔

ماضی: یہ کہ دشمنوں کو راضی کرے۔ اگر کسی کی کوئی چیز چھین لی ہے تو واپس کیے بغیر توبہ کرے۔ تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے دوگنی چیز دے کر اسے خوش کرے۔ پھر توبہ قبول ہوتی ہے۔ اگر کسی کو برا بھلا کہا ہو تو اس سے معافی مانگے اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہو مر جائے تو غلام آزاد کرے۔ ایسا کرنے سے گویا اس نے مردہ کو زندہ کیا۔ اگر کسی کی منکوحہ یا کنیز سے زنا کرے تو اس سے معافی نہ مانگے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اگر شراب پینے سے توبہ کرے تو لوگوں کو شربت اور ٹھنڈا پانی پلائے خلاصہ یہ کہ توبہ کرتے وقت گناہ کی بابت معذرت کرے۔

مستقبل: یہ ہے کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کی ٹھان لے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد بیان کر چکے تو اٹھ کر اندر چلے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

پانچویں فصل

بزرگوں کی خدمت

قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جس نے سعادت حاصل کی خدمت سے کی۔ کیونکہ دین و دنیا کی نعمت مشائخ اور پیروں کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص سات دن مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم کے بدلے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

پھر فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کی وفات کے بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خدمت کی کہ کوئی خادم ایسی خدمت بجا نہیں لا سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو بغداد میں مَیں نے دیکھا تو آپ سر پر چولہا اٹھائے ہوئے تھے اور اس پر دیگچی میں کچھ گرم کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا حج کو۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب آیا' لوگوں سے پوچھا کہ آپ کتنے سال سے یہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ کہا! پچیس سال سے اس درویش کو اسی طرح خدمت بجا لاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

خدمت درویش کا صلہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ فرمایا۔ ایک درویش کی خدمت کرنے سے کہ جو کچھ وہ درویش فرماتا تھا' میں سر آنکھوں سے بجا لاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز مجھے اس درویش نے فرمایا کہ فلاں درویش کو میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ کل میرے پیر کا عرس ہے' کھانا موجود ہوگا۔ قدم رنجہ فرمایئے

گا اور اس مقام کو بابرکت کیجیے گا۔ تاکہ کھانا آپ کے روبرو تقسیم ہو۔ جہاں پر وہ درویش رہتا تھا راستے میں شیر کا ڈر تھا۔ اس درویش نے مجھے یہ کام آزمائش کے لیے فرمایا تھا۔

الغرض! حکم کے بموجب روانہ ہوا تو ایک مقام پر شیر بالمقابل ہوا جب میں اس کے پاس پہنچا تو کہا کہ اے شیر! میں اپنے پیر کے حکم کے بموجب فلاں درویش کے پاس جاتا ہوں۔ مجھے راستہ دے دو۔ یہ سنتے ہی شیر نے راستہ دے دیا اور آداب بجالا کر چلا گیا میں گزر کر اس درویش کے پاس پہنچا اور پیغام پہنچایا اس نے قبول کیا کہ میں آؤں گا میں آداب بجالا کر واپس حاضر خدمت ہوا تو میرے پیر نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا کہ واقعی خدمت کا حق یہی تھا جو تو بجالایا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ! تجھے دین اور دنیا سے (مالا مال کر دیا) وہاں سے لوٹ کر میں کٹیا میں آ گیا۔ پس جو نعمت مجھ میں دیکھتے ہو وہ سب اس درویش کی عطا کردہ ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ فرمایا دو باتوں سے ایک اپنی ماں کی خدمت سے اور دوسرے اپنے پیر کی خدمت کرنے سے۔ ماں والا واقعہ تو یوں ہے کہ ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں رات کو میری والدہ صاحبہ نے پانی مانگا۔ میں نے اٹھ کر کوزہ بھرا اور ہاتھ پر رکھ کر حاضر خدمت ہوا۔ لیکن والدہ صاحبہ سو گئیں۔ جب تیسرا حصہ رات گزر گئی اور والدہ بیدار ہوئیں تو پانی میرے ہاتھ سے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی اور پیر والا واقعہ یوں ہے کہ بیس سال میں نے خدمت کی اس عرصے میں مجھے دن رات برابر تھے۔ چنانچہ ایک رات میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا اور میرے سوا اس وقت کوئی مرید حاضر خدمت نہ تھا۔ شیخ صاحب نے آواز دی کہ اے عزیز! قرآن شریف لاؤ میں لے گیا تو مجھ سے لے کر دعا کی۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! جب تک تو درویشوں کی خدمت نہ کرے گا کبھی بھی (بلند) مقام پر نہ پہنچے گا۔

پھر فرمایا کہ شیخ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے خواب کے کپڑے

بیس سال سر پر اٹھائے رہے اور حج کو ہمراہ لے گئے۔ تب یہ نعمت پائی جو تمام اہل جہان کے نصیب میں ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ ایک روز صدق سے اپنے پیر کی خدمت کرنا بے صدق کی ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

آداب مہمان نوازی

پھر فرمایا کہ اے درویش! پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ ساقی القوم اخرھم یعنی جو لوگوں کو پانی پلائے۔ اسے سب کے بعد پانی پینا چاہیے۔ اسی طرح کھانا کھلائیں۔ واجب ہے کہ خادم پہلے نہ کھانا کھائے۔ پھر فرمایا کہ میزبان کو واجب ہے کہ خود مہمان کے ہاتھ دھلائے اس میں حکمت یہ ہے کہ پہلے اپنے ہاتھ دھو کر پاک کرے۔ تاکہ دوسرے کے ہاتھ دھلانے کے قابل ہو جائے۔ لیکن پانی پلاتے وقت پہلے خود نہ پئے بلکہ پہلے اوروں کو پلائے اور بعد میں آپ پئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک شخص خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لیے پانی لایا اور بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ وجہ پوچھی تو فرمایا کہ چونکہ تم بیٹھ گئے ہو۔ اب مجھے واجب ہے کہ میں اٹھ کھڑا ہوں۔ مطلب یہ کہ ہاتھ دھلانے والے کو واجب نہیں کہ وہ بیٹھے۔ کیونکہ خلافِ ادب ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلائے۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ کے کنارے پر

پھر فرمایا: ایک دفعہ میں بطور مسافر بغداد میں وارد ہوا تو دجلہ کے کنارے نماز میں ایک بزرگ کو دیکھا جو نہایت باعظمت اور صاحب نعمت تھا۔ لیکن از حد کمزور اس وقت کٹیا کے اندر نماز میں مشغول تھا۔ جب فارغ ہوا تو میں نے سلام کیا۔ فوراً فرمایا علیک السلام۔ اے فرید! میں حیران رہ گیا کہ اسے میرا نام کون بتا گیا۔ فوراً فرمایا کہ جو تجھے یہاں لایا۔ وہی نام بتا گیا۔ پھر مجھے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا کچھ عرصہ میں خدمت میں رہا۔ افطار کے

وقت دو آدمی دستر خوان لاتے اور اس کے سامنے رکھ کر چلے جاتے ایک دفعہ چند صوفی بھی آ گئے ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ مگر اس درویش نے خود ہاتھ دھلائے میں نے عرض کی کہ اتنے آدمیوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے ہاتھ دھلائے۔ فرمایا یہ قاعدے کی بات ہے کہ مہمانوں کے ہاتھ میز بانوں کو خود دھلانے چاہئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کوہ طور

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کوہ طور پر آئے۔ فرمان ہوا کہ نعلین اتار کر آؤ تاکہ پہاڑ کی گرد تمہارے پاؤں پر پڑے اور تم بخشے جاؤ۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ معراج کی رات عرش کے نزدیک پہنچے تو حکم ہوا کہ یا محمد (ﷺ) نعلین سمیت آئیے گا۔ تاکہ نعلین مبارک کی گرد عرش پر پڑنے سے اسے جنبش سے قرار آئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر سے اٹھیں گے تو مستوں کی طرح چلیں گے اور عرش کے کنگرے پر ہاتھ مار کر فریاد کریں گے کہ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ حکم ہوگا۔ چپ رہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) چپ رہ آج حساب کا دن ہے۔ محاسبہ کے بعد میرا دیدار ہوگا۔ لیکن جب رسول کریم ﷺ اور آنجناب ﷺ کے اُمتی آئیں گے تو ان میں بعض ایسے بھی عاشق ہوں گے جن کے لیے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔ لیکن وہ زنجیروں کو توڑ کر فریاد کرتے ہوئے عرش تلے آ جائینگے۔ پھر ویسا ہی حکم ہوگا۔ پھر توڑ کر آ جائیں گے۔ غرضیکہ ستر ستر ہزار زنجیر توڑ دیں گے پھر حکم ہوگا کہ دیدار کا وعدہ بہشت میں ہے۔ وہاں چلو۔ پھر انہیں قرار حاصل ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے۔ دست مبارک میں انگشتری تھی۔ اسے پھرا رہے تھے۔ فرمان ہوا کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے تجھے اس مشغولیت کیلئے نہیں پیدا کیا۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ زندگی بھر ایسی باتوں میں مشغول نہ ہوئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے جیل میں بھیجا اور آپ نے بادشاہ کے ساقی کو تعبیر بتلائی تھی کہ بادشاہ کا ساقی بنے گا اور دوسرے کو

بتلائی تھی کہ تجھے کوے اور چیلیں کھائیں گی۔ اس روز حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو کہا تھا کہ بادشاہ کو میری بابت یاد دلانا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل آئے کہ اے یوسف! (علیہ السلام) تو نے ہمیں فراموش کر دیا کہ ہماری خبر دوسرے کو کہتا ہے۔ آپ نو سال اور جیل میں رہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی پشیمانی

پھر فرمایا کہ اے درویش! حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود اس قدر سلطنت کے جب کبھی دعوت کرتے یا مجلس جمع کرتے تو کھانے سے پیشتر آب دیدہ ہوتے اور لوٹا خود ہاتھ میں لیتے اور طشتری غلام' پھر مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور خود پانی اس وقت پیتے۔ جب سارے مہمان پی چکتے۔

الغرض! باوجود اس قدر سلطنت اور جاہ و حشم کے خود زنبیل بنا کر بیچتے اور ان کے داموں سے روٹی کھاتے۔ ایک روز دل میں خیال آیا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے اس قدر وسیع سلطنت عنایت کی لیکن اس میں میرے نصیب کچھ بھی نہیں۔ میں زنبیل بنا کر گزارہ کرتا ہوں جب یہ خیال دل میں گزرا تو اس روز جب زنبیل بنا کر بازار گئے تو کسی نے نہ خریدی۔ واپس چلے آئے اسی طرح سات روز تک گئے لیکن زنبیل فروخت نہ ہوئی۔ آپ حیران رہ گئے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا: اے سلیمان (علیہ السلام)! اب زنبیل کی قیمت سے کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ ذرا اوپر کی طرف دیکھو! جب اوپر نگاہ کی تو ساری زنبیلوں کو آسمان کے گوشے میں لٹکا ہوا پایا۔ حکم ہوا کہ اے سلیمان (علیہ السلام)! یہ سب ہم نے ہی خریدی تھیں۔ یہ صرف بہانہ تھا کہ خلقت خریدتی ہے۔ آپ اس کہنے سے پشیمان ہوئے اور توبہ کی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ میں کچھ کرتا ہوں جو کچھ ظاہر و باطن میں حرکات و سکنات اس سے ظہور میں آتی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہیے یہ سب اسی کی مرضی سے ظہور میں آ رہی ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کی مہمان نوازی

پھر فرمایا کہ اے درویش! امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص آپ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوتا خود اس کے ہاتھ دھلاتے اور فرماتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے پیغمبروں کی سنت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود مہمانوں کے ہاتھ دھلایا کرتے اور اپنے ہاتھ سے پانی پلایا کرتے۔ پس اے درویش! جہاں تک تجھ سے ہو سکے رسول اللہ ﷺ اور اماموں کی پیروی کر۔ تاکہ تو ان سے شرمندہ نہ ہووے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو بلایا اور کھانے کے وقت خود کھڑے ہو کر لوٹا لے کر سب کے ہاتھ دھلائے۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد بیان کر چکے تو اٹھ کر اندر چلے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

چھٹی فصل

تلاوت قرآن پاک

شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت تمام عبادتوں سے افضل ہے اور دنیا اور آخرت میں اس سے درجہ ملتا ہے۔ پس چونکہ قرآن شریف پڑھنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اس لیے آدمیوں کو چاہیے کہ ایسی نعمت سے غافل نہ ہوں۔ اور اپنے تئیں محروم نہ رکھیں۔

پھر فرمایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے بہت سے فائدے ہیں اول آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے یعنی دکھتی نہیں۔ دوسرے ہر حرف کے بدلے ہزار سالہ عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے کاٹی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دوستی

پھر فرمایا کہ جو شخص دوست سے کلام کرنا چاہے۔ وہ کلام اللہ میں مشغول ہو۔ پھر فرمایا کہ نیک بخت بندہ وہ ہے جو دوست سے ہم کلام ہو۔ دوست سے ہم کلامی کی سعادت قرآن شریف کی تلاوت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر روز ستر مرتبہ ہر انسان کے دل میں یہ ندا ہوتی ہے کہ اگر تجھے ہماری آرزو ہے تو سارے کام چھوڑ کر قرآن شریف کی تلاوت کر۔

پھر فرمایا کہ لوگوں کو اکثر حضور اور مشاہدہ کی نعمت تلاوت قرآن کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ جو سرّ عالم میں ہے۔ وہ قرآن شریف پڑھتے وقت انسان پر منکشف ہوتا ہے اور ہر حرف اور معانی میں جب غور کرتا ہے تو اس پر قلم کا سرّ منکشف ہوتا ہے اور اگر آیت مشاہدہ یا آیت رحمت پر پہنچتا ہے تو مشاہدہ کے دریا میں مستغرق ہوتا ہے اور لاکھوں نعمتیں حاصل کرتا ہے اور جب عذاب کی آیت پر پہنچ کر غور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس طرح پگھلتا ہے جیسے کٹھالی میں سونا۔

حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی تلاوت قرآن

پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت کسی وعید کی آیت پر پہنچتے تو سینے پر ہاتھ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو پھر قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح دن بھر میں تقریباً چھ ہزار مرتبہ بے ہوش ہوتے اور جب کسی آیت مشاہدہ پر پہنچتے تو مسکرا کر اٹھ بیٹھتے اور عالم مشاہدہ میں متحیّر ہو جاتے اور ایک دن رات اسی عالم مشاہدہ میں اس طرح متحیّر رہتے کہ اپنے آپ کی مطلق خبر نہ ہوتی۔

حافظِ قرآن پر نور کی بارش

پھر فرمایا کہ کلام مجید کا حافظ فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جان نوری قندیل میں ڈال کر عرش کے پاس لے جاتے ہیں اور ہر روز اس پر ہزار مرتبہ انوار تجلی کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کلام مجید کے حافظ کو فرمان ہوگا کہ بہشت میں جاؤ اور اس پر الگ تجلی ہو گی چنانچہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بہشت میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ اجمعین اور تمام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ایک مرتبہ تجلی ہوگی اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الگ ایک مرتبہ تجلی ہوگی۔ یہ آپ کی فضیلت ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن جب عاشقوں کو مقام تجلی میں لایا جائے گا تو حکم ہو گا۔ آنکھیں کھولو! ہر ایک عاشق کو سامنے لا کر الگ الگ ان پر تجلی ہوگی اور سات سات ہزار سال تک بے ہوش پڑے رہیں گے جب ہوش میں آئیں گے تو پھر ''ھل من مزید'' کی فریاد کریں گے۔ اس طرح سات ہزار مرتبہ تجلّی ہوگی۔ پھر اپنے مقام میں واپس آئیں گے۔ جب شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ اس بات پر پہنچے تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور حالت بے ہوشی میں یہ رباعی زبان مبارک سے پڑھی۔

از بہر رُخ مبتلائے باشم اندر غم عشق در بلای باشم
واز یاد جمال تو چناں مدہوشم کز خود خبرے نیست کجای باشم

ترجمہ: تیرے روئے انور کی محبت میں گرفتار ہوں تیرے غم عشق نے مجھے آزمائش میں

مبتلا کیا ہوا ہے تیرے حسن کی یاد میں ایسا مدہوش ہوں کہ مجھے اپنی خبر نہیں کہ میں خود کہاں ہوں۔

ایک بزرگ کے معمولات

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بغداد میں یہ حکایت سنی کہ جب شیخ الاسلام سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں تھے۔ ایک مرتبہ سفر کے ارادے سے جو باہر نکلے تو اثنائے سفر میں ایک ایسے شہر میں سے گزر ہوا کہ جس میں تمام مسلمان آباد تھے اور وہاں کے مرد عورت سے لے کر بچوں تک سب کے سب قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول پائے۔ جو تلاوت میں شام سے صبح کیا کرتے تھے۔ انہیں ہم نے کسی وقت قرآن شریف کی تلاوت سے غافل نہ پایا۔ اس شہر کے باہر ایک غار کے اندر درویش دیکھا۔ جو شیخ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے تھا۔ اسے بھی اسی طرح تلاوت میں مشغول پایا۔ جب اس درویش سے مصافحہ کیا تو اس نے کہا بیٹھ جاؤ! ہم بیٹھ گئے تو آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب وہ وعید کی آیت پر پہنچتے۔ تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے جب پھر اٹھتے تو اسی طرح پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور جب رحمت یا خوشخبری کی آیت پر پہنچتے تو زار زار روتے اور کہتے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو نیک عمل کرتے ہیں۔ مجھے تو ذرہ بھر نیک عمل حاصل نہیں کہ میں یہ سن کر خوش ہوں۔ جب یہ کہتے تو پھر کتے اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہتے کہ اے عزیزو! اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ ہر آیت اور ہر حرف میں یہی فرمان ہوا ہے۔ تو تمہارا چمڑا ہیبت کے مارے اکھڑ جاتا اور یکبارگی گھل جاتا اور خاکستر ہو جاتا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی واصل حافظ کلام اللہ فوت ہو گیا۔ تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیسا سلوک کیا؟ فرمایا وہی جو اپنے خاصوں سے کیا۔

پھر پوچھا گیا کہ آپ کو قبر میں چھوڑ دیا گیا یا اوپر لے جایا گیا؟ فرمایا کہ قالب کو

بھی عرش کے نیچے لے گئے اور قرآن شریف کے حافظوں کے پاس مقام دیا اور وہیں رہتا ہوں۔

تلاوت قرآن کی برکات

پھر فرمایا کہ اے درویش! سلطان معز الدین محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد دیکھ کر پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ پوچھا کس عمل کی خاطر؟ فرمایا ایک رات میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور پاس کے گھر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ میں سن کر تخت سے نیچے آکر دوزانو بیٹھا۔ ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا۔ راحت حاصل ہوئی۔ جب میں دنیا فانی سے کوچ کر گیا تو مجھے اس قرآن سننے کے عوض بخش دیا۔

پھر فرمایا کہ قرآن مجید پڑھتے وقت کئی آدمی بخشے جاتے ہیں۔ اول وہ شخص جس نے قرآن مجید پڑھنے والے کو قرآن مجید پڑھایا ہو۔ دوسرا پڑھنے والا۔ تیسرے پاس پڑوس کے سننے والے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں خواجہ اجل سرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ چار اور درویش حاضر خدمت ہوئے۔ ان میں سے ایک درویش کا ارادہ یہ تھا کہ خواجہ صاحب کو قتل کر دے۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! کیا درویش بھی درویشوں کے مارنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس نے آداب بجالا کر عرض کی کہ نہیں میرا ارادہ تو نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو تیری نیت ہے اسے بدل ڈال جونہی خواجہ صاحب نے یہ فرمایا اس درویش نے اٹھ کر سر قدموں پر رکھ دیا اور عرض کی کہ بے شک میں نے آپ کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا لیکن آپ مرد خدا تھے۔ معلوم کر گئے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انسان کو قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے اس واسطے کہ عاشق و معشوق میں باہمی الفت' گفتگو سے بڑھتی ہے۔ پس راہ سلوک میں اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اہل سلوک کے مطابق اس مشاہدے کا سا اور کوئی مشاہدہ نہیں۔ کیا تجھے وہ راحت معلوم ہے جبکہ دوست' دوست سے

گفتگو کرتا ہے۔ اے درویش! اللہ تعالیٰ کی باتیں بھی کلام اللہ ہے۔ پس جسے یہ ذوق معلوم ہو گیا اگر وہ بعد ازاں کسی اور بات میں مشغول ہو۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے اور محبت میں صادق نہیں۔

پھر فرمایا کہ جب انسان قرآن شریف پڑھے۔ تو اس کے معنوں وغیرہ کا خیال رکھے اور اس وقت کسی مخلوق کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ پس جب اس طرح کے قرآن شریف پڑھا جائے۔ تو ایک فرشتہ مع ایک لاکھ حوروں کے آ کر پڑھنے والے کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ وہ فرشتہ مع حوروں کے محفل کو اس طرح مزین کرتا ہے کہ آنکھیں دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتیں پھر وہ فرشتہ فرط محبت سے اپنا منہ پڑھنے والے کے منہ پر رکھتا ہے اور جب تک وہ شخص زندہ رہتا ہے وہ فرشتہ مع حوروں کے اس کے ہمراہ رہتا ہے اور قاریٔ قرآن کے فوت ہونے کے بعد مع حوروں کے بہشت میں جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن

پھر فرمایا کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ جب قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہوتے تو بید کے پتوں کی طرح کانپتے اور جب کسی آیت کے شروع میں پہنچتے تو منتظروں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوتے اور پھر بیٹھتے۔ جب قرآن شریف پڑھتے تو سات دن رات مشغول رہتے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح انسان تنہائی میں کلام اللہ کا ذوق حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن تنہائی میں اس پر تجلی ہو گی۔

غزنی کا قاری

پھر فرمایا کہ غزنی میں محمد مقری نام ایک درویش نہایت صالح اور صاحب نعمت مرد تھا۔ جس کو ساتوں قرأتیں یاد تھیں۔ اس کی کرامت یہ تھی کہ جو شخص ایک سورۃ اس سے پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ سارا قرآن شریف اسے نصیب کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی اس سے ایک سورۃ پڑھی۔ جس کی برکت سے سارا قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ اس کا ایک بھائی دمشق میں رہتا تھا۔ کوئی ایک شخص دمشق سے بغداد آیا تو اس نے اپنے بھائی کا حال پوچھا۔ اس نے کہا سلامت ہے حالانکہ وہ وفات پا چکا تھا۔ اس آنے والے نے دمشق کے حالات بیان کرنے

شروع کیے کہ بارشیں بہت ہوئی ہیں جن سے کئی گھر برباد ہو گئے۔ایک مرتبہ آگ بھی لگی جس سے بہت سے گھر برباد ہو گئے جب اس نے یہ حکایت ختم کی تو خواجہ محمد مقری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاید میرا بھائی زندہ نہیں رہا۔اس نے کہا ہاں! وہ اس سے پہلے ہی فوت ہو چکا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل

پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کی روح پاک کی زیارت اور اماماں دین میں سے کسی کی زیارت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت اور سورہ فاتحہ کے ختم میں مشغول ہونا چاہیے۔تاکہ کلام اللہ اور ان کی روح کی برکت سے اس کے دینی اور دنیاوی کام بخوبی سرانجام ہوں اور اسے عزت اور مرتبہ حاصل ہو اور صاحب قرب اور اسرار تجلی ہو جائے۔پس اے درویش! جو شخص سورہ فاتحہ کو بیمار کی شفا یا کسی مہم کے لیے اکتالیس مرتبہ اعوذ اور تسمیہ اور رحیم کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھے۔فوراً صاحب درد کو شفا ہو گی۔کیونکہ سورہ فاتحہ کا ختم ہی اس کا اکتالیس مرتبہ پڑھنا ہے۔اے درویش! تجھے واضح رہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ تمام بیماریوں کی شفا ہے۔

دیگر سورتوں کے فضائل

پھر فرمایا کہ سورہ بقرہ کا ختم ہر روز ایک بار پڑھنا ہے جو شخص صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تین روز تک سورۃ بقر کسی نیت سے پڑھے گا۔اللہ تعالیٰ اس کی نیت پوری کرے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت تھی۔اس سورۃ کا پڑھنا اختیار کیا۔ابھی ایک روز بھی پورے طور پر پڑھنے نہ پائے تھے کہ حاجت پوری ہو گئی۔

پھر فرمایا کہ دینی اور دنیاوی حاجتوں کے لیے ہر روز دو مرتبہ سورہ آل عمران پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اے بدر الدین درویش! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں سب تیری

ترغیب کے لیے ہے تاکہ تجھے تیرے حال کی کمالیت حاصل ہو۔ جو ہم سے علاقہ رکھتے ہیں۔اس واسطے کہ پیر مرید کو سنوارنے والا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص سورۃ النساء ہر روز سات مرتبہ پڑھے وہ دینی اور دنیاوی عذابوں سے بے کھٹکے ہو جائے گا۔ جو شخص سورۃ مائدہ ہر روز سات مرتبہ پڑھے۔اس کے شہر میں بارش کی کبھی قلت نہ ہوگی۔ سورہ انعام کا ختم ستر مرتبہ پڑھنا چاہیے یا ایک روایت کے مطابق اکتالیس مرتبہ پس جو شخص برائے حاجت اس کا ختم کرے اس کی حاجت برآئے گی۔

پھر فرمایا کہ سورہ اعراف توبہ کے قبول ہونے کی خاطر اس طرح پڑھنی چاہیے کہ پہلے ستر مرتبہ استغفار پھر دو رکعت نماز اس طرح کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور قل یا ایہا الکافرون سو مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور اخلاص سو مرتبہ پڑھے اور قیدی کی رہائی کے لیے سورہ انفال چار مرتبہ پڑھا کرے۔ پس جو شخص ہر روز اس سورہ کو پڑھا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی قید اور قید خانے سے خلاصی عطا فرمائے گا۔ نیز آخرت میں بھی اسے محفوظ رکھے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جہان میں عاقبت بخیر ہونے اور کاموں پر فتح مندی حاصل کرنے کے لیے سورہ توبہ چالیس مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ پس جو شخص پڑھے گا وہ فتح مند ہو گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورہ ہود کا ختم دس مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ یہ ختم کافروں پر مظفر و منصور ہونے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ سورہ ابراہیم دس مرتبہ بخشے جانے' عزیز ہونے' قرآن شریف پڑھنے اور حفظ کرنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ جو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے حافظ قرآن بنائے گا۔

پھر فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص سورہ یوسف پڑھے۔ اسے ضرور بالضرور قرآن شریف حفظ ہو جائے گا۔ دشمنانِ دین کے خوف و ڈر سے بے کھٹکے ہونے کے لیے سات مرتبہ سورہ رعد پڑھا کرے۔ مرگی والے اور جنون والے کی صحت کے لیے سورہ حج ستر مرتبہ پڑھ کر دم کرے۔ تو فوراً صحت یاب ہوگا۔ جو شخص سورہ نحل ہر روز دس مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے گا پائے گا۔ سورہ بنی اسرائیل کا

ختم دس مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ ہر ایک مہم کے لیے سورہ کہف ہر جمعہ کو چالیس مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ سورہ مریم ہر روز بلا ناغہ بیس مرتبہ فراخی نعمت اور فراخی کام کے لیے پڑھنی چاہیے۔ سورہ طٰہٰ جمعرات کو تین مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بغیر زبان اور تالو کے اس سورہ کو پڑھتا ہے۔ جو یہ سورہ جمعرات کو پڑھے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے۔

فرمایا کہ دشمنوں کی مقہوری کے لیے سورہ انبیاء پچھتر مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ دین و دنیا کی خلاصی کے لیے سورہ قد افلح المؤمنون سات مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ قسم قسم کی بلاؤں کے دفعیہ کے لیے سورہ نور سات مرتبہ پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ سورہ فرقان کا ختم سات مرتبہ ہے اور سورہ والشّمس کا پچھتر مرتبہ یہ دشمنان دین کے دفعیہ کے لیے پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کرنے کے لیے سورہ نمل کا ختم پڑھنا چاہیے اور سورہ قصص دس مرتبہ اگر پڑھی جائے تو اس قدر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا کہ انبیاء کو ہوا سورہ عنکبوت دس مرتبہ وسوسہ شیطانی کے دفعیے کے لیے پڑھنی چاہیے۔ رفعیہ دشمن کی نیت سے سورہ الرّ وم اکیس مرتبہ پڑھنی چاہیے اور دین اور دنیاوی سعادت حاصل کرنے کے لیے ستر مرتبہ سورہ لقمان پڑھنی چاہیے۔ شہادت کا درجہ پانے کے لیے اکیس مرتبہ سورہ السجدہ پڑھنی چاہیے۔ مہمات کے سرانجام ہونے کے لیے پچھتر مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اکتالیس مرتبہ سورہ السباء پڑھنی چاہیے۔ سورہ فاطر السمٰوٰت بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے اور بزرگوں کو اس کا ثواب پہنچانے کے لیے ستر مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ سورہ یٰسین کا ختم ہر ایک مہم کے لیے کافی ہے اور بے کھٹکے ہونے کے لیے اکیس مرتبہ سورہ والصافات پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شیطان کے دفعیے کے لیے جمعرات کو پانچ مرتبہ سورہ تنزیل الکتاب پڑھنی چاہیے۔ طاعون کے دفعیے کے لیے سو مرتبہ سورہ سجدہ پڑھنی چاہیے۔ مصیبتوں کے دور کرنے کے لیے اور سعادت حاصل کرنے کے لیے سات مرتبہ سورہ حٰم عسٓق پڑھنی چاہیے۔ حفظ الایمان کے لیے اکیس مرتبہ

سورہ زخرف پڑھنی چاہیے۔ سعادت حاصل کرنے کے لیے پچھتر مرتبہ سورہ دخان پڑھنی چاہیے۔ اَسرارِ الٰہی کے ظہور کے لیے سورہ محمد اکتالیس مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ اے درویش! جو عقلمند ہے وہ قرآن شریف کی تلاوت سے غافل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ کوئی فرمان ایسا نہیں جس میں تجلی کے اَسرار و اَنوار نہ ہوں۔ پس اے درویش! جس چیز میں نعمت ظاہر ہوتی ہے انسان کو کیوں اس سے اپنے تئیں محروم رکھنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! باقی سورتوں کے ختموں کی نسبت انشاءاللہ تعالیٰ پھر کبھی ذکر کیا جائے گا۔ جب یہ بات ختم کی تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

ساتویں فصل

سورۂ اخلاص کی فضیلت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو سورہ اخلاص وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مولانا ناصح الدین، جمال الدین انصاری، شمس دبیر اور چند اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے ختم کا ثواب حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ ہر رات پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اے درویش! سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان ہوئی ہے۔ قل ہو اللہ احد اس کی صفت ہے۔ پس جو شخص درست اعتقاد سے پڑھے گویا اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بیان کر دیں۔ اگرچہ وہ بے صفت ہے اور اس کی کوئی صفت نہیں ہو سکتی پھر فرمایا کہ ایک روز رسول خدا ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ یاروں کو فرمایا کہ جب تک حسب ذیل پانچ کام رات کو نہ کرلو نہ سوؤ۔ اول جب تک قرآن شریف ختم نہ کرو نہ سوؤ، دوسرے غزا (جہاد) نہ کرو، تیسرے جب تک رسول اللہ ﷺ کو خوش نہ کرو۔ چوتھے جب تک حج نہ کرو۔ پانچویں جب تک اللہ کو خوش نہ کرو۔ یار حیران رہ گئے کہ یہ پانچوں کام ایک رات میں کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس فرمایا جو شخص رات کو قرآن شریف ختم نہ کر سکے وہ پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے تو گویا اس نے قرآن شریف ختم کیا اسی طرح اگر کوئی شخص رات کو غزا (جہاد) کرنا چاہے تو دس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ کہے اور جو رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنا چاہے وہ سو مرتبہ درود پڑھے اور جو حج کرنا چاہے وہ سو مرتبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَكِيْمُ الْكَرِيْمُ پڑھے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہے وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ بکثرت پڑھے۔

سورۂ اخلاص کی برکت

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک روز میں ایک بیمار کے پاس گیا اور اس پر سورہ

اخلاص پڑھ کر دم کی تو فوراً صحت یاب ہو گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ مسافر تھے۔ اوپر کے علاقے میں ہم دونوں دریا کے سوتے (دریا کا پانی جو الگ ہو کر بہتا ہے) کے کنارے پہنچے۔ تو وہاں پر پار ہونے کے لیے کشتی موجود نہ تھی اور وہ نہایت خوف ناک تھا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا۔ اے فرید! اب تو آ گئے ہیں یہاں سے عبور کرنا چاہیے۔ میں نے عرض کی زہے سعادت لیکن دل میں خیال آیا کہ بغیر کشتی پار کس طرح ہوں گے؟ ابھی میرے دل میں یہ خیال پورے طور پر گزرنے نہ پایا تھا کہ خواجہ قطب الدین راستہ میں کھڑے ہو گئے اور پھر پار ہو گئے پار پہنچ کر میں نے حال پوچھا تو فرمایا کہ جب ہم دریا کے کنارے پہنچے تھے تو تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر پانی پر دم کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی پھٹ گیا اور راستہ مل گیا اور ہم پار ہو گئے۔

سورۂ اخلاص ثلث قرآن ہے

پھر فرمایا کہ اے درویش! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اخلاص کو قرآن شریف کا ثلث (تیسرا حصہ) فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ اس سورہ کا ختم تین مرتبہ پڑھنا ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورہ اخلاص جو تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کہیں کمی رہ گئی تو وہ پوری ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد چند آیتیں سورہ بقر کی پڑھی جاتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ تو فرمایا کہ "الحال المرتحل" حال اس شخص کو کہتے ہیں جو آیا ہو اور مرتحل اسے جو منزل سے روانہ ہو۔ یہ اس بات کی طرف سے ہے کہ جب قرآن شریف ختم کرتا ہے تو گویا منزل پر پہنچ جاتا ہے اور جب ساتھ ہی چند آیتیں سورہ بقر کی پڑھتا ہے تو گویا پھر نئی منزل شروع کرتا ہے۔ پس سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرآن شریف ختم کرتے ہی پھر شروع کر دے۔ اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "الحال

المرتحل''فرمایا۔

خواجہ تمیم انصاری کی رہائی

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے ایک مرتبہ اپنے استاد مولانا بہاؤالدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ ایک دفعہ خواجہ تمیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو حبشیوں نے گرفتار کر لیا۔ جن کے سردار نے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اس واسطے اس نے آپ کو سات سال تک قید میں رکھا جس روز قتل کا وعدہ تھا اس رات خواجہ صاحب نے اپنے پیر خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں۔ کہ کل جب حبشیوں کے سردار کے پاس جاؤ گے تو تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس پر دم کرنا۔ خواجہ صاحب اس خواب کی ہیبت سے جاگ اٹھے۔ جب سردار کے روبرو لائے گئے تو تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر سردار کی طرف پھونکی۔ سردار آپ کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا کہ پہلے مجھے خلاصی عنایت فرمادیں۔ پھر میں آپ کو رہا کروں گا وجہ پوچھی تو اس نے کہا آپ کے دونوں پہلوؤں میں دو اژدہا کھڑے ہیں۔ جو مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تیری جان بخشی۔ خواجہ صاحب کو رہائی نصیب ہوئی۔ وہ دونوں اژدہا خواجہ صاحب کے پہلوؤں میں گم ہو گئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اور میں ایک ہی جگہ تھے۔ مولانا علاؤالدین صوفی پاس سے گزرے شیخ صاحب کی نظر آپ پر پڑی تو بلایا اور اپنے کپڑے عنایت کر کے پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر دم کی۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی برکت سے مولانا علاؤالدین کو بہت سی نعمت عطا فرمائی۔ یہ سب کچھ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے تھی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی محافظت

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے بھاگ نکلے۔ آپ آگے آگے تھے اور اس کے آدمی تعاقب میں

تھے جب خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے قریب پہنچے تو پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے فرمایا۔ حجاج بن یوسف کے آدمی میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اندر آ جاؤ۔ جونہی آپ اندر آئے خواجہ صاحب یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے حجاج کے آدمیوں نے خواجہ حبیب سے پوچھا کہ حسن کہاں ہے؟ کہا یہ دیکھو! نماز ادا کر رہا ہے' جب اندر گئے تو قدرت الٰہی سے خواجہ حسن کو نہ دیکھ سکے۔ پھر خواجہ حبیب کے پاس آئے اور کہا کہ برحق ہے کہ تم کو حجاج بن یوسف مارتا ہے۔ ایسے ہی جھوٹ بولا کرتے ہو۔

الغرض جب وہ چلے گئے تو خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے خواجہ! اگر میں سچ نہ کہتا تو آپ گرفتار ہو جاتے۔ خواجہ حسن بصری نے کہا کہ آپ تو مجھے گرفتار کروانے لگے تھے۔ آپ نے تو دکھا ہی دیا تھا۔ خواجہ حبیب نے کہا اگر میں سچ نہ کہتا تو آپ بھی گرفتار ہوتے اور میں بھی۔ بعد ازاں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ جب میں اندر گیا تو کیا آپ نے کچھ پڑھا تھا؟ فرمایا دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر تیری طرف پھونکی تھی وہی تیرے اور ان کے مابین حائل ہو گئی۔

بابا فرید کا سورۂ اخلاص پڑھنا

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خلوت میں یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ جب میں سورہ اخلاص پر پہنچا تو مجھ پر عالم تجلّی سے اسرار اور انوار نازل ہوئے۔ چنانچہ ان انوار سے عشق و محبت کے صحرا میں جا پڑا۔ جب وہاں سے نکلا تو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے دریا میں غرق ہوا۔ اسی طرح سات دن رات یہی حالت رہی۔ پھر عالم صحو میں آیا۔

فتح خیبر اور سورۂ اخلاص کی مدد

نیز اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک روز امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خیبر کی لڑائی میں عاجز رہ گئے۔ بہتیرا فتح کرنا چاہا۔ لیکن نہ کر سکے۔ آخر عاجز ہو کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب لکھا کہ شاید آپ سورہ

اخلاص کو بھول گئے ہیں۔اس جواب کے پہنچتے ہی آنجناب رضی اللہ عنہ نے سورہ اخلاص پڑھنی شروع کی۔ایک روز پڑھی تو دوسرے روز ہی خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا اور دروازہ اس کا جڑ سے اکھاڑ کر چالیس قدم دور پھینک دیا۔جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سنا چکے تو نماز کی اذان ہوئی آپ اٹھ کر اندر چلے گئے میں اور لوگ واپس چلے آئے۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آٹھویں فصل

خرقہ اور فقر

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو چند صوفیائے کرام حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ گودڑی اور صوف انبیاء کا لباس ہے پس اے درویش! یہ لباس اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن بری صفات سے خالی ہو۔ اس لیے کہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دنیاوی یا بشری کسی قسم کی آلائش یا کدورت نہ ہو۔

انبیاء کرام کا لباس

پھر فرمایا کہ اے درویش! پیغمبر خدا ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ گودڑی اور صوف کا پہننا انبیاء کی سنت ہے۔ جس وقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی کو کوئی ضرورت یا حالت پیش آتی تو فوراً گودڑی کندھوں پر ڈالتے صوف کو سامنے رکھتے بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے اور گودڑی صوف کو شفیع بناتے۔ تو حق تعالیٰ فوراً اس مہم کو سرانجام کرتا۔

بعد ازاں اسی موقع کی مناسبت سے فرمایا کہ اے درویش! یہ خوب نقل ہے کہ خرقہ پہننا انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین کی سنت ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں مسجد کیف کے اندر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور صوفی جمع ہوئے۔ خرقے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس کی اصل کہاں سے ہے۔ کس نے پہلے شروع کیا سب سوچنے لگے جب کوئی جواب نہ دے سکا تو حضرت خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کی روایت کے مطابق خرقہ کی ابتداء ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈھینگلی (منجنیق) میں رکھا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بہشتی خرقہ لا کر پہنایا۔ بعد ازاں

وہی خرقہ علی الترتیب حضرت اسحٰق' حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کو پہنایا گیا۔لیکن بعض یوں روایت کرتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو کنویں میں ڈالا تو جبرائیل علیہ السلام نے تعویذ لا کر آپ کے گلے میں ڈالا۔مگر محقق کہتے ہیں کہ وہ خرقہ تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔پس جو شخص بے خرقہ' بے مقراض' بے صحبت اور بے ارادت خود کو مرید بتاتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے۔نہ کہ مرید۔

پھر فرمایا کہ جو خرقے اور مقراض کا منکر ہے وہ مشائخ طبقات کے نزدیک زندیقی ہے نہ کہ صدیقی۔اے درویش! ہمارے خواجگان کے نزدیک خرقہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے اور وہ اس طرح کہ جب معراج کی رات آنحضرت ﷺ کو خرقہ عطا ہوا تو ساتھ ہی فرمان ہوا کہ اپنے اصحاب میں سے اس کو یہ خرقہ عطا کرنا اور خلیفہ بنانا جو اس کا جواب یہ دے وہ سوال مع جواب آنحضرت ﷺ کو بتادیا۔آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کیا لیکن تین تو جواب نہ دے سکے۔آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب میں عرض کی کہ اگر مجھے خرقہ عطا ہو تو میں لوگوں کی عیب پوشی کروں گا۔پس رسول اللہ ﷺ نے وہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا اور آپ سے پھر اس خرقے کا رواج ہوا۔

خرقہ پہننے کا حق دار

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک دفعہ میں بغداد میں بطور مسافر وارد تھا اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔اور دوسرے بزرگ مثلاً شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بہاؤ الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بہاؤ الدین سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔خرقے پہننے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اتنے میں شیخ بہاؤ الدین کے فرزند نے آ کر خرقہ کے لیے التماس کی۔شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج معاف رکھو کل آنا اور خرقہ آپ کو دیا جائے گا۔

الغرض! اسی رات شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمیوں کو فرشتے گلے میں آگ کی زنجیریں ڈالے اوپر کی طرف لے جارہے ہیں آپ نے فرشتوں کا

دامن پکڑ کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا یہ پیر ہے اور وہ مرید۔ اس پیر نے اس مرید کو خرقہ دیا تھا۔ جس نے خرقے کا حق ادا نہیں کیا بلکہ دنیا کے اندر گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرتا تھا اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ ہمیں حکم ہوا کہ اس تاریک ضمیر پیر اور اس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ لو اور دوزخ میں لے جاؤ جونہی یہ خواب شیخ صاحب کے فرزند نے دیکھا تو فوراً بیدار ہوئے اور شیخ صاحب کے پاس آئے شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ خرقہ پوشوں کا حال دیکھ لیا ہے۔ پس اے فرزند! خرقہ وہ شخص پہنتا ہے جو دونوں جہان سے قطع تعلق کرے اور اپنے پیروں اور مشائخ کے طریقہ پر کار بند ہو۔ تو ابھی ستر پردوں میں ہے۔ خرقہ پہننے کا وقت ابھی تیرے لیے نہیں آیا۔ واپس چلا جا ورنہ تیری بھی وہی حالت ہوگی۔ جو خواب میں اس پیر اور مرید کی دیکھ چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جب تک انسان اپنے تئیں دنیاوی غل اور آلائش سے صاف نہ کرے۔ اسے خرقہ نہیں پہننا چاہیے اور نہ ہی پیر کو چاہیے کہ بغیر صاف کئے اسے خرقہ دے کیونکہ خرقہ انبیاء' اولیاء کا لباس ہے۔ اس واسطے کہ جو شخص دنیاوی آلائشوں سے ملوث ہوگا وہ خرقے کی حق ادائی نہیں کر سکے گا اور جب حق ادائی نہ کر سکے گا تو ضروری ہے کہ گمراہی میں پڑے گا اور پیر مع مرید گمراہ ہوگا۔

خرقہ پہننا آسان ہے مگر......

پھر فرمایا کہ اے درویش! خرقہ پہن لینا تو آسان اور سہل ہے لیکن اس کی حق ادائی مشکل کام ہے اگر صرف خرقہ پہن لینے ہی سے لوگوں کو نجات حاصل ہوتی۔ تو سارے خرقہ پہن لیتے۔ لیکن اسے پہن کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر تو خرقہ پہن کر متقدمین کی حق ادائی کرے گا۔ تو فبہا ورنہ گمراہی میں پڑے گا جس سے پھر تو نکل نہیں سکے گا۔

پھر فرمایا کہ اگر دنیا میں خرقہ پہنا اور خرقہ پوشوں کے سے اعمال کیے۔ تو بہتر ورنہ یہی خرقہ قیامت کے دن مدعی بن کر پوچھے گا کہ تو نے مجھے پہنا تو سہی۔ لیکن میری حق ادائی کیوں نہ کی۔ اس وقت فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تیرے گلے میں آگ کا خرقہ پہنائیں اور دوزخ میں لے جائیں۔

پھر فرمایا کہ تو اگر خرقہ پہننا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر پہن نہ کہ خلقت کے دکھانے کے لیے تاکہ وہ تیری عزت کریں اگر تو ایسا کرے گا تو قیامت کے دن بے بس اور مجبور ہو جائے گا اور گرفتار کیا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ اس راہ میں پیر میں ذاتی قوت ہونی چاہیے تاکہ اگر کوئی مرید ہونے کی خاطر حاضر خدمت ہو تو نور معرفت سے اس کے قلوب ثلاثہ کو دیکھے اور دنیاوی غِل و غِش (کدورت' کینہ' کھوٹا پن) سے صاف کر کے کچھ مدت اپنے پاس رکھ کر مجاہدہ کا حکم کرے بعد ازاں جب اس میں حرص و ہوا کی کوئی کدورت باقی نہ رہ جائے تو پھر اگر خرقہ دے تو جائز ہے لیکن اگر پیر میں اس قسم کی قوت نہ ہو اور کسی کو خرقہ اور کلاہ دے دے تو خود بھی گمراہی میں پڑے گا اور اسے بھی گمراہی میں ڈالے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! خرقہ اور کلاہ اس کو دینا جائز ہے جس نے اپنے تئیں مجاہدے اور محبت اولیاء میں پاک کر لیا ہو۔

حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی خرقہ پوشی

پھر فرمایا کہ جب میرے بھائی مولانا بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنا کام عشق اور محبت میں تکمیل کو پہنچا لیا تو شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ العزیز کی خدمت میں آئے تین روز رہے۔ چوتھے روز آپ کو خرقہ' عصا' نعلین اور مصلیٰ عنایت کر کے فرمایا کہ جاؤ! ملتان کی ولایت آپ کو دی تمام حاضرین کو غیرت آئی اور کہنے لگے کہ ہندوستانی کو تین دن میں ولایت دے دی اور ہم اتنے سالوں سے بے فائدہ خدمت کرتے رہے ہیں جب یہ بات شیخ شہاب الدین نور اللہ مرقدہ نے سنی تو فرمایا کہ درویش واقعی ایسے ہیں۔ لیکن بہاؤ الدین پہلے اپنا کام کر کے آیا تھا اور خشک لکڑی لایا تھا۔ اس لیے جب وہ آیا تو دو تین روز میں ایک ہی پھونک سے ان میں آگ لگ گئی مگر تم تمام گیلی لکڑیاں لائے تھے تمہارے لیے بہت عرصہ درکار ہے کہ پھونک اثر کر سکے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خرقہ وہ شخص پہنے جو آنکھ کو اندھی بنا لے تاکہ کسی مخلوق کا کوئی عیب نہ دیکھے بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ نے حوض شمسی پر مجمع میں شیخ شاہی موئی تاب کو خرقہ دیا اور فوراً شیخ محمود موزہ دوز کی طرف دیکھا

کہ آج میں نے شاہی موئی تاب کو خرقہ دیا ہے آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ شیخ محمود موزہ دوز نے کہا بھیجا کہ جس کو آپ پسند کرتے ہیں اسے ہم بھی پسند کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ جس کو آپ خرقہ دیتے ہیں وہ ضرور خرقہ کے لائق ہوگا۔

خرقہ سے محرومی

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شام کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا جب شہر شام میں پہنچا تو وہاں ایک بزرگ کی کٹیا میں آکر اسے سلام کیا جو بہت بزرگ اور راز حدیادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا بیٹھ جا۔ اتنے میں اس کے چند مرید خرقہ پوش آگئے اور آداب بجالائے۔ پھر ایک اور درویش آکر بیٹھ گیا۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ میں اس بزرگ کو خرقہ دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم راضی ہو؟ سب نے آداب بجالا کر عرض کی۔ کہ جو آپ کے پسند ہے وہ ہمارے بھی پسند ہے۔ پھر وہ درویش اپنے اپنے احوال کی نسبت گفتگو کرنے لگے۔ اتنے میں اس درویش نے (جسے خرقہ عطا ہونے والا تھا) بن پوچھے یاروں کے مخالفت کی کچھ بات کی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ اس درویش کو واپس بھیج دو کیونکہ یہ خرقے کے لائق نہیں بلکہ یہ مخالف اور جھوٹا ہے۔ ایسے شخص کو خرقہ نہیں دینا چاہیے۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صرف خرقہ قابل اعتبار نہیں۔ اگر محض خرقہ ہی قابل اعتبار ہوتا تو تمام جہان خرقہ پوش ہوتا۔ بلکہ خرقہ پوش ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی عظمت

پھر فرمایا کہ جب معراج کی رات رسول کریم ﷺ نے خرقہ پہنا تو فرمان الٰہی ہوا۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! یہ نہ سمجھنا کہ تجھے اس خرقہ کے سبب شرف حاصل ہے۔ اور یہ کہ تیری عظمت و شرف کے لیے یہ خرقہ تجھے عطا ہوا ہے۔ بلکہ اس لیے دیا گیا ہے کہ خرقہ تیری وجہ سے معتبر ہو جائے۔ پس اے درویش! جو شخص خرقہ پہن کر خرقے کا حق ادا نہ کرے نہ وہ شخص قابل اعتبار ہے اور نہ وہ خرقہ۔

احباب خرقہ پوش

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خرقے کا اعتبار ہوتا تو آگ اور لوہے کا بنایا جاتا لیکن ہر روز ہمارے سر میں یہی ندا آتی ہے کہ خرقے کا کوئی اعتبار نہیں۔ قیامت کے دن کئی ایسے خرقہ پوش بھی ہوں گے جن کے گلے میں آگ کے خرقے پڑے ہوں گے اور جو شخص خرقے کا کام کریں گے۔ (حق ادا کریں گے) انہیں بہشت میں بھیجا جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز خواجہ داؤد طائی بیٹھے تھے کہ ایک قبا پوش آپ کی زیارت کو آیا اور آداب بجالا کر آپ کی زیارت کو بیٹھ گیا۔ آپ بار بار دیکھتے اور مسکراتے۔ آخر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو بات خرقہ پوشوں میں ہونی چاہیے وہ اس خرقہ پوش میں پاتا ہوں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جس وقت خرقہ پوشوں کا گروہ عالم سماع میں خرقہ پھاڑتا ہے اور آشنائی کے سمندر میں شناوری کرتا ہے تو دوست کے اشتیاق میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ عالم حیات کا ذرّہ بھر اس میں نہیں رہتا اور محبت کی کٹھالی میں اس طرح گلتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا پس اس وقت رشک اور غیرت کے سبب خرقہ پوش یکتائی کے سبب اپنی دوتائی کو پھاڑتا ہے خرقہ پوشوں کا یہ اثر ایک ایسی حالت ہے جو دوست کے عشق میں مستغرق ہوتے ہیں ان میں اثر کرتی ہے اور ہوش سے بے ہوش نہیں ہو جاتے۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

خرقہ پوشان محبت را دوتائی چاک زد تا من اندر کوئے وصلت لاف یکتائی زدم

ترجمہ: محبت کے خرقہ پوشوں نے دوئی کے پردے چاک کر دیئے تبھی تو تیرے وصال کی گلی میں وحدت کی باتیں کر رہا ہوں۔

درویشی کیا ہے؟

بعد ازاں فرمایا کہ ایک درویش زمین پر پڑا کہہ رہا تھا کہ درویشی اس بات کا نام

ہے کہ جو کچھ اسے دن کو ملے رات کو ایک پیسہ بھی نہ بچائے۔ اگر رات کو ملے تو دن کے لیے کچھ نہ رکھے سب کا سب راہ خدا میں صرف کر دے۔ درویشی اس بات کا نام نہیں کہ لنگوٹا باندھے یا چمڑا پہنے اور ایک لقمہ کی خاطر دربدر مارا مارا پھرے اور اپنے جیسوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے۔ بلکہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ سر سجدے سے نہ اٹھایا جائے اور کپڑے نہایت عمدہ (پاکیزہ) پہنے جائیں اور جو کچھ ملے اس کا نہایت لذیذ کھانا پکا کر درویشوں کو کھلایا جائے اور بچا کر کچھ نہ رکھے بلکہ جو کچھ ملے سب راہ خدا میں صرف کر دے ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ درویشی کیا ہے؟ فرمایا کہ اٹھارہ ہزار عالم میں جو سونا چاندی ہے اگر اسے ملے تو سب راہ دوست میں صرف کر دے۔

پھر فرمایا کہ درویشی کے ستر ہزار مقام ہیں جب تک درویش ان مقامات کو طے نہیں کر لیتا۔ اسے درویش نہیں کہا جا سکتا۔ اس واسطے کہ ان مقامات میں ستر ہزار عالم ہیں جب تک درویش ان تمام عوالم سے واقف نہیں ہوتا۔ ان مقامات کو طے نہیں کر لیتا اسے درویش نہیں کہہ سکتے۔ بعض صرف شکم پرستی کے لیے درویشی کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ درویشی کا ہر ایک مقام خوف اور امید سے خالی نہیں ہوتا۔ ہر ایک مقام پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اس کی آزمائش کے واسطے ہوتی ہے۔ اگر وہاں سے ذرہ بھر تجاوز کر جائے تو پھر اسے مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص مصیبتوں میں صابر اور خوش اٹھارہ ہزار عالم سے گزر جائے تو اس کا کام دوبالا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو سلوک کے مذہب میں درویش کہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ستر ہزار مقامات جو درویش کو طے کرنے پڑتے ہیں ان میں سے پہلے ہی مقام پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو ہر روز پانچوں وقت کی نماز عرش کے گرد کھڑا ہو کر ساکنان عرش کے ہمراہ ادا کرتا ہے۔ جب وہاں سے آتا ہے تو ہر وقت اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھتا ہے اور جب وہاں سے آتا ہے تو تمام جہان کو اپنی دو انگلیوں کے مابین دیکھتا ہے۔ پس اے درویش! یہ درویش کی ابتدائی حالت ہے جب وہ ستر ہزار مقام طے کر لیتا ہے تو پھر اس کی کیفیت عقل و فہم میں نہیں آ سکتی اس میں غیر کی گنجائش نہیں اور یہ ایک بھید مولیٰ اور بندے کے درمیان ہے جس کو کھول کر کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی

جانتا ہے پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے نعرہ مار کر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔

چوں درویش را کار بالا کشید ۔ بیک لحظہ سر در ثریا کشید
چناں غرق گردد بدریائے عشق ۔ کہ یک دم سراز عشق بالا کشید

ترجمہ: جب درویش کا معاملہ عالم بالا سے ہوا تو ایک لحظہ میں وہ ثریا تک پہنچ گیا دریائے عشق میں وہ ایسا غرق ہوا کہ وہ عشق کی منزل سے بھی آگے نکل گیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے عالم شوق و اشتیاق میں خون جاری ہوا' جب اس حالت سے افاقہ ہوا' تو فرمایا کہ دوست تجھ پر رہتا ہے عرش کو للکارا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۔یعنی اے عرش! کہتے ہیں کہ دوست تجھ پر رہتا ہے عرش نے کہا اے بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) اس بات کا کونسا موقعہ ہے؟ تجھے بھی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔اے بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) بہتیرے آسمان کے رہنے والے ایسے ہیں جو اہل زمین سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں اور بہت سے اہل زمین ایسے ہیں جو اہل آسمان سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں۔بعد ازاں فرمایا کہ اس بات سے اصلی مقصود یہ ہے کہ تجھے درویشی کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔یعنی درویش ایسے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ ایک ہی قدم میں عرش کے تلے اور اوپر پہنچ جاتا ہے۔

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے بھائی جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ' نجم الدین سنامی' قاضی بداؤں کے گھر کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ قاضی صاحب کیا کر رہے ہیں؟ نوکروں نے کہا کہ اس وقت نماز ادا کر رہے ہیں۔فرمایا کیا قاضی صاحب کو نماز ادا کرنی آتی ہے؟ جب یہ بات قاضی صاحب نے سنی تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ کیا بات آپ نے فرمائی۔فرمایا بے شک ٹھیک کہا اس واسطے کہ علماء کی نماز اور فقراء کی اور۔قاضی صاحب نے پوچھا وہ کس طرح؟ فرمایا علماء قبلہ کو دیکھتے ہیں یا اگر نہیں دیکھتے تو دلی اطمینان کر کے قبلہ کے رخ نماز ادا کرتے ہیں' لیکن فقراء جب تک عرش کو نہیں

دیکھتے اور وہاں نہیں پہنچ لیتے نماز ادا نہیں کرتے۔

الغرض! قاضی گھر آیا خواب میں دیکھا کہ واقعی شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ عرش کے اوپر مصلیٰ بچھائے نماز میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر بیدار ہوا اور شیخ صاحب کی خدمت میں آکر معافی مانگی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے نجم الدین! یہ جو عرش پر نماز ادا کرتے دیکھا ہے یہ درویشی کا ادنیٰ درجہ ہے اس سے بڑھ کر اور بھی مدارج ہیں جو اگر تو دیکھ لے تو زندہ نہ رہے۔ اور نور کی زیادتی کے سبب ہلاک ہو جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف بطور مسافر وارد ہوا۔ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچ کر ایک بزرگ کو دیکھا کہ پانی پر مصلیٰ بچھائے نماز ادا کر رہا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو سر سجدے میں رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کی کہ پروردگار! خضر علیہ السلام نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اسے توبہ عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی تشریف آور ہوئے۔ اور پوچھا کہ میں کون سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہوں۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ اس بزرگ نے کہا کہ آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ جس کے سائے تلے آپ آرام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے لیے یہ کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے توبہ کی۔ پھر اس بزرگ نے کہا کہ ترک دنیا کے بارے میں اس طرح ہو جس طرح میں ہوں۔ پوچھا کس طرح؟ کہا اگر مجھے ساری دنیا بھی دیں اور کہیں کہ اس کا حساب تجھ سے نہیں لیا جائے گا اور نیز یہ کہ اگر تو نہ لے گا تو تجھے دوزخ میں بھیجا جائے گا تو میں ہرگز قبول نہ کروں۔ بجائے دنیا کے دوزخ میں جانا قبول کروں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس واسطے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے۔ میں اس کی بجائے دوزخ قبول کرنے کو بہتر جانتا ہوں۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے نزدیک ہو کر سلام کیا سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ آ جاؤ! میرے دل میں خیال آیا کہ پانی سے کس طرح گزروں؟ یہ خیال آتے ہی رستہ ہو گیا اور میں اس بزرگوار کے پاس جا پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے فرید! آج چالیس سال سے میں زمین پر پہلو کے بل

نہیں لیتا اور جب تک کوئی مسافر نہیں آتا میں اپنا کھانا نہیں کھاتا۔ اور جب تک اس میں سے کسی کو حصہ نہ دے لوں مجھے چین نہیں پڑتا۔ اس واسطے کہ درویشی اس کا نام ہے کہ اپنے حصے میں سے دوسروں کو بھی دے۔ اتنے میں دو پیالے آش (شوربا) اور چار چپاتیاں عالم غیب سے نمودار ہوئیں۔ ایک پیالہ میرے سامنے رکھا اور ایک اپنے۔ ہم دونوں نے کھانا کھایا جب رات ہوئی تو عشاء کی نماز ادا کر کے نفلی نماز شروع کی میں بھی ہمراہ کھڑا ہوا۔ دو رکعت میں چار مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ سلام کے بعد سر سجدے میں رکھ کر زار زار رو کر جناب الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار میں نے ایسی عبادت نہیں کی۔ جو تیری درگاہ کے لائق ہو۔ تاکہ میں جانوں کے میں نے کچھ کام کیا ہے۔ بعد ازاں جب صبح کی نماز ادا کی تو مجھے رخصت کیا میں نے اپنے تئیں دریا کے کنارے پر کھڑا پایا۔ اور وہ بزرگ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا۔

اصل درویشی

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! درویشی وہی تھی جو انہیں حاصل تھی کہ دنیا سے سوائے ٹوٹے گھڑے کے اور کچھ ان کے پاس نہ تھا جب رات ہوتی تو وہ پانی بھی گرا دیتے اور دن رات محاسبے اور تجرید (تنہائی۔ خلوت) میں رہتے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک درویش نہایت بزرگ اور ملک و مال والا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں کیسے بسر کی؟ تو کہوں گا کہ تجرید سے۔

پھر فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک بزرگ بیس سال عالم تحیر میں مشغول رہا۔ سال بھر کچھ نہ کھاتا پیتا۔ جب سال کے بعد ہوش میں آتا تو جماعت خانے میں طاق کے اندر ایک کھجور پڑی ہوتی تھی اسے اٹھا کر چوس لیتا اور پھر اسے وہیں رکھ دیتا۔ اسی طرح پچاس سال اسی ایک کھجور پر گزارہ کیا۔ جو پوری ختم نہ ہوئی تھی کہ اتنے میں اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور کتے کا جواب

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا دامن محلے سے گزرتے وقت ایک کتے سے چھو گیا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے دامن لپیٹا تو کتے نے زبان حال سے کہا۔ اے خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ)! مجھ سے دامن کیوں سمیٹ لیا؟ میرے اور تیرے درمیان تین پانی سے صلح ہو سکتی ہے اور مجھ میں ظاہر پلیدی ہے۔ اگر تیرا دامن مجھ سے چھو جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو سکتا ہے۔ لیکن تیری پلیدی مجھ سے بدتر ہے۔ کیونکہ وہ باطن میں ہے۔ لازم ہے کہ تو اس بدباطنی کو چھوڑ دے۔ اگر تو سات دریاؤں میں بھی اپنے تئیں دھووے تو پاک نہیں ہو سکتا۔ اے خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ)! دیکھو! آپ اپنے تئیں سلطان العارفین کہلواتے ہیں اور درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر گیہوں کا مٹکا بطور ذخیرہ رکھا ہے۔ درویشی اس بات کا نام ہے جو مجھے حاصل ہے کہ اگر مجھے ایک ہڈی مل جائے تو اس پر گزارہ کر لیتا ہوں اور دوسرے دن کے لیے جمع نہیں کرتا آپ اس قدر دعویٰ درویشی کا کرتے ہیں اور پھر کل کے واسطے گیہوں کا مٹکا رکھتے ہیں۔ جب کتے نے یہ کہا تو خواجہ صاحب نے نعرہ مار کر کہا کہ دنیا میں میں کتے کی ہمراہی اور صحبت کے لائق بھی نہیں۔ تو قیامت میں اہل سلوک کی ہمراہی اور بارگاہ الٰہی کے قابل کیسے ہوں گا۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو ظہر کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

نویں فصل

کمبل اور صوف

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا یحییٰ حاضر خدمت تھے۔ صوف اور گودڑی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ گودڑی اور صوف انبیاء اور اولیاء کا لباس ہے۔ پس یہ لباس اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن دنیاوی آلائشوں سے بالکل صاف ہو کیونکہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دنیا وغیرہ کی کوئی آلودگی باقی نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گودڑی ملنا

پھر فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سے مروی ہے کہ گودڑی اور صوف پہننا انبیاء کا طریقہ ہے۔ جب کبھی انبیاء یا اولیاء کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ اسی وقت گودڑی اور صوف کو سامنے رکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے اور اس گودڑی اور صوف کو شفیع بناتے اور اللہ تعالیٰ اس مہم کو سرانجام کر دیتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آ پہنچا تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو حاضر خدمت تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار گودڑی ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ یہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دینا۔ تاکہ وہ میرے امتیوں کو پہنچا دے۔

گودڑی پہننے کی ابتداء

بعد ازاں فرمایا کہ گودڑی پہننے کی ابتدا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ہوئی۔ جس طرح خرقہ کی بنیاد آپ سے ہوئی۔ اسی طرح گودڑی بھی آپ ہی سے شروع ہوئی، کہ ایک روز حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اہل صفہ کا سارا

راستہ مجھ پر واضح ہو گیا۔ اب گودڑی کی کسر ہے تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سیاہ گودڑی لا دی۔ اور کہا اے ابراہیم (علیہ السلام)! فرمان الٰہی یوں ہے کہ یہ گودڑی ہم نے خاص تیرے لیے بہشت میں بنائی ہے۔ اسے پہن لو اور اپنے فرزندوں میں اس کا رواج کرنا اور آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچانا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس بات سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس گودڑی کی اصل بہشت سے ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی۔ اور آپ سے ہم تک پہنچی۔ پس اہل صفہ درویش وہ ہے کہ جب انبیاء اور اولیاء کا لباس پہنچے تو اس کا حق بھی ادا کرے۔ تا کہ قیامت کے دن اسے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

گودڑی کے آداب

پھر فرمایا کہ جب خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی اور اپنے پیر سے گودڑی اور صوف حاصل کر کے بعد ازاں چالیس سال تک بالکل نہیں مسکرائے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ جس روز سے پیر نے مجھے گودڑی اور صوف عنایت فرمائی ہے میں حیرت میں ہوں اور مجھے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں۔ اس واسطے کہ پیر نے اپنا کام کیا۔ اب مجھے چاہیے کہ میں اس گودڑی اور صوف کا حق ادا کروں۔ بزرگوں نے گودڑی اور صوف پہن کر جو کچھ کیا ہے۔ اگر میں نہ کروں گا تو قیامت کے دن بھی گودڑی اور صوف سیاہ سانپ بن کر میرے گلے سے لپٹیں گے۔ پس جو صوف اور گودڑی پہنے۔ اسے ہنسی کیونکر سوجھے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب درویش صوف پہن لے تو اس پر واجب ہے کہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کرے اور دولت مندوں سے ملنا جلنا چھوڑ دے تب وہ درحقیقت درویش ہوتا ہے۔ اور گودڑی اور صوف پہننا اس کا حق ہے۔ لیکن اگر صوف پہن کر امراء بادشاہوں اور دولت مندوں کی صحبت میں آمد و رفت رکھے اور انبیاء اور اولیاء کے لباس کو کوچوں اور بازاروں میں پھرائے تو اس سے جامہ واپس لیا جاتا ہے اور اسے اجازت نہیں دی جاتی۔ کیونکہ وہ یہ لباس پہننے کے قابل ہی نہیں۔

کمبل اور صوف کا وسیلہ

پھر فرمایا کہ گروہ مشائخ کے بعض مشائخ مثلاً جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بے بسی کے وقت یا کسی ضرورت کے وقت گودڑی اور صوف کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بنا کر دعا کرتے تو گودڑی اور صوف کی برکت سے وہ مشکل کام سرانجام ہو جاتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گودڑی پہننے کا شوق ہوا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہمارے عاشقوں کا لباس بغیر شکرانہ ادا کیے نہیں پہن سکے گا۔ پہلے شکرانہ لاؤ۔ بعد میں پہنو! یہ فرمان سن کر گھر آئے اور سارا مال و اسباب جو موجود تھا۔ راہ خدا میں صرف کر دیا۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی فقیروں کو دیدیئے جب آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہ گیا تو خالی ہاتھ دوست کی بارگاہ میں آ کھڑے ہوئے۔ تب حکم ہوا کہ اے موسیٰ! چونکہ اب تجھ میں کوئی دنیاوی آلائش باقی نہیں رہی۔ اس لیے اب گودڑی پہن لے۔ اب گودڑی پہننا تیرا حق ہے۔

الغرض! جب آپ نے گودڑی پہنی تو دس سال تک گوشہ گیری اختیار کی اور باہر نہ نکلے صرف یادِ الٰہی میں مشغول رہے جب فرعون سرکش ہو گیا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا۔

شکرانہ دہند عاشقاں جان جہاں   یا صوف و گلیم عشق راخویش کنند

ترجمہ: جان جہان کے عشاق شکرانہ ادا کرتے ہیں عشق کی گودڑی زیب تن کرتے ہیں۔

تو جب کبھی آپ اس کے ہاتھ سے تنگ آتے تو صوف کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بناتے۔ اسی وقت فرعون پر مصیبت نازل ہوتی۔

کمبل پوش اولیاء کا فیضان

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن جب گودڑی پوشوں کو میدان قیامت میں بلایا جائیگا تو ہر ایک مستوں کی طرح کندھے پر گودڑی ڈالے آئے گا اور ہر گودڑی میں لاکھ دھاگے ہوں

گے۔ مرید اور مرشد آن کر دھاگوں میں لپٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت ان میں ایسی طاقت پیدا کرے گا کہ وہ سب کا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور پل صراط سے صحیح سلامت پار کر دیں گے۔ پھر آ کر اپنے مقام میں کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے ہم سے روگردانی نہیں کی۔ بلکہ بڑی تعظیم و تکریم سے ہماری خدمت کی ہے۔ تو دوست آ کر ان دھاگوں سے لپٹ جائیں گے۔ انہیں بھی پل صراط سے پار کریں گے اور پھر حضرت محمد ﷺ کے ہمراہ بہشت میں جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ کام انہی لوگوں کو معلوم ہے جو گودڑی اور صوف پہن کر اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

تصوف کے مقامات

بعد ازاں فرمایا کہ صاحب تصوّف کو دلی اصلاح اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے باطن کو دنیاوی آلائشات سے بالکل صاف کر لیتا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ غِلّ و غِشّ، حسد و کینہ، حرص و ہوا، تکبر اور ریا کو چھوڑ دے۔ یعنی جب تک صوفی کا دل ان سب سے پاک نہ ہو جائے، اسے صوف اور گودڑی پہننا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل تصوّف کا مذہب بھی یہی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ کتبِ سلوک میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ سلطان ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ مذہب تصوّف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے فقراء اور اہل تصوّف کے بارے میں حسد و کینے سے اس واسطے کام لیا کہ وہ متقدمین کی باتوں کی تحقیق کرے تو سمجھ لو کہ اس نے رخت کا طواف کیا جس کا نہ کچھ اثر ہے اور نہ وہ اثر ڈال سکتا ہے اور اس پر فقر کا ذرّہ بھر بھی اثر نہ ہوگا کیونکہ دراصل فقیر وہی ہوتا ہے جس میں ان باتوں کا نام و نشان نہ پایا جائے۔ اے درویش! فقر اور تصوّف میں تو بے شمار مقامات ہیں لیکن ان مقامات کو غِلّ و غِشّ باطل کر دیتے ہیں۔ اور غِلّ اور غِشّ اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ صاحب تصوّف کے دل میں دنیاوی مرتبے اور مال و دولت کا خیال آئے۔ پھر فرمایا کہ جب صاحب تصوّف گودڑی کو مہربانی اور اپنے اقتدار کا وسیلہ بنائے تو وہ مذہب تصوّف میں جھوٹا اور کاذب مدعی ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ میں لکھا

دیکھا ہے کہ تمام مذاہب (تصوف) میں صاحب تصوف کے لیے اہل دنیا سے ملنا اور بادشاہوں سے آمدورفت رکھنا قطعی حرام ہے۔

اولیاء اللہ کی کمبل پوشی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے:

بهذهب اهل تصوف اذا اصبح و ای لیس فی قلبه غل و غش لاصدہ○ وقال الله تعالیٰ و نزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانًا.

یعنی صوفیاء کے لیے ایسا کمبل چاہیے جو ان کو دنیا اور اس کے تمام گناہوں سے بچالے اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوگی جب تک وہ دنیا والوں کی صحبت ترک نہ کرے گا اور گلیم پوش صوفیاء کی صحبت اور ارادت نہیں اختیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے و نزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانًا اور بھائیوں کے لئے مکروفریب کو ہم نے ان کے سینوں سے نکال دیا ہے یعنی کمبل پوشوں کو دنیا کے معائب و معاصی سے اجتناب کرنا ہوگا اور یہ مقصد ترک دنیا اور درویشوں کی صحبت سے حاصل ہوسکتا ہے، درویش لوگ اہل کرامت اور اہل عزت ہیں ان کی تکریم و تعظیم قرآن مجید میں موجود ہیں ولقد کرمنا بنی آدم بلاشبہ ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم بخشی ہے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت صوفیاء کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ تاج تکریم کے مستحق یہی حضرات ہیں، نیز حضرت آدم علیہ السلام کا لقب صفی اسی لئے ہے کہ انہوں نے عالم علوی میں مسلک تصوف کو اختیار کرلیا تھا۔

درویش کی عظمت وشان

پھر فرمایا کہ جو شخص حرام اور مشتبہ لقمے سے پرہیز نہیں کرتا اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت کو نہیں چھوڑتا اسے گودڑی اور صوف پہننے کی اجازت نہیں۔ گودڑی اور صوف کی

قدر سوائے موسیٰ کلیم اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور آدم صفی اللہ اور مشائخ طبقات اور اہل علم کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص گودڑی اور صوف پہنے۔ اسے اہل تصوف کے مذہب کے بموجب چرب اور شیریں لقمہ کھانے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اسے بادشاہوں اور اہل دنیا سے میل جول رکھنا چاہیے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ لباس انبیاء میں اہل سلوک کے اندر خائن ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ گودڑی اور صوف کے رنگ میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مشائخ کی رائے ہے کہ سرخ سبز نہ پہنے۔ کیونکہ یہ شیطانی لباس ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید کا طبقہ اور بعض مشائخ پاجامہ گودڑی کا پیراہن اور پگڑی عام کپڑے پہنتے ہیں۔ لیکن پاجامے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے بھی زیب تن فرمایا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اس لباس کی بے عزتی نہیں کرتا اور یہ لباس پہنتا ہے اور دنیا میں مشروعہ آمدنی سے زیادہ اور حریصوں کی طرح لالچ نہیں کرتا تو وہ صابر اور متوکل ہے۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بزرگ سے ملاقات

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دمشق کی طرف بطور مسافر وارد تھا۔ ایک بزرگ کو دیکھا جسے شیخ شہاب الدین زندوبس (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے تھے اور جو خواجہ حکیم ترمذی کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ جب میں نے اس کی خانقاہ میں جا کر سلام کیا تو سلام کے جواب کے بعد فرمایا کہ بیٹھ جا میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں چند صوفی آئے اور انہوں نے عرض کی کہ جناب کا فلاں مرید اہل دنیا سے زیادہ میل جول رکھتا ہے اس بزرگ نے جب یہ سنا تو اس مرید کو بلوایا اور اس کی گودڑی اور صوف اتروا کر آگ میں پھنکوا دی۔ اور نہایت غصے سے فرمایا کہ اسے نکلوا دو۔ کیونکہ یہ ابھی صوف کے لائق نہیں ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ یہ لباس انبیاء کا ہے جو اس لباس میں خیانت کرے گا قیامت کے دن یہی لباس اس کی گردن میں ڈلوا کر میدان قیامت میں پھرائیں گے اور کہیں گے کہ

یہ شخص صوف۔ اور گودڑی پوشوں کے گروہ سے ہے جس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔

اخلاق کا خیال رکھنا

بعد ازاں فرمایا کہ راہ طریقت اور مذہب تصوّف کا اصول یہی ہے کہ انسان ہر وقت خاموش اور عالم تحیّر میں مستغرق رہے۔ پھر فرمایا کہ نہ رسوم کسی کام کی ہیں' نہ علوم۔ بلکہ جو کچھ ہے اخلاق ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ یعنی رسوم وعلوم سے نجات نہیں بلکہ اخلاق سے ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ اہل تصوّف دنیا اور مافیہا کے دشمن اور مولا کے دوست ہیں' بعد ازاں فرمایا کہ اہلِ تصوّف ایسے قوی ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ میں جب مستغرق ہوتے ہیں تو انہیں کسی مخلوق کی خبر تک نہیں ہوتی۔ گفتگو کو درمیان سے نکال دیتے ہیں اور حضور حق میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ جب تک زندہ ہیں' حق تعالیٰ کی دوستی ان کے دل میں رہتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہوکر فرمایا کہ تصوّف اس بات کا نام ہے کہ صوفی کے ملک میں کچھ نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی کا مِلک ہو جب ایسی حالت ہو تو پھر گودڑی اور صوف کے پہننے کی اجازت ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ محبت اور تصوّف میں کمالیت کس بات کا نام ہے فرمایا! یہ کہ پانچوں وقت کی نماز عرش پر ادا کرے۔ بعد ازاں فرمایا کہ تصوّف مولیٰ کی صفا دوستی کا نام ہے۔ اصل تصوّف کو دنیا اور آخرت میں محبت مولیٰ کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صوفی وہ شخص ہے کہ جب صفائی حاصل کرے تو کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر فرمایا کہ اہل تصوّف کے ستّر مراتب ہیں۔ ان میں سے ایک مقام اس جہان کی تمام مرادوں سے نامراد ہونا ہے۔

مقام عشق حقیقی

پھر عشق حقیقی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ لوگوں میں جو عشق کا سلسلہ جنبانی ہوتا ہے تو معشوق کے مشاہدے کے سبب ہوتا ہے۔ جب لوگ مجاہدہ میں مبالغہ کرتے ہیں تو مکاشفہ حاصل ہوتا ہے اور جب مکاشفہ مشاہدہ ہو جاتا ہے تو عاشق معشوق کے حضور سے مشرف ہوتا ہے اور عشق بڑھ جاتا ہے اور مرتبہ زیادہ ہو جاتا ہے اور حجاب

درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور کسی خاص مقام پر پہنچ کر عاشق کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ پھر عالم تحیر میں پڑ جاتا ہے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کیے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ رباعی شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی لنا اللہ برہانہٗ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ جو آپ نے ایک مرتبہ ہزار دفعہ سے زیادہ زبان مبارک سے فرمائی تھی۔ جوں جوں فرماتے تھے حیرت زیادہ ہوتی جاتی تھی ؎

اصل ہمہ عاشقی ز دیدار آید چوں دیدہ باید آنکہ درکار آید
در دام بلانہ مرغ بسیار آید پروانہ بطمع نور در نار آید

ترجمہ: تمام عاشق کی اصل دیدار ہے جب وہ دیکھ لیتا ہے تو حرکت میں آ جاتا ہے۔ مصیبت کے پھندے میں پرندے کم آتے ہیں جبکہ پروانہ روشنی کے لالچ میں آگ میں جل جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر ہر روز ہر گھڑی عاشق پر انوار و اسرار کی تجلی ہزار مرتبہ بھی ہو تو بھی وہ سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ہی پکارتا ہے۔ یہ فریاد اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ مشاہدہ کی تمام مرادیں اسے نہیں ملتیں۔ پس اے درویش! کام وہی لوگ کرتے ہیں جو ہر وقت مشاہدہ دوست میں ہیں اور ان کا کوئی وقت مشاہدے سے خالی نہیں۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثنوی سنی۔ جس میں دن رات مستغرق رہتا تھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

از آنجا کہ جمالِ دوست از دلبر ماست مادر خود او ... او درخور ماست

ترجمہ: چونکہ دوست کا جمال میرے دلبر محبوب جیسا ہے ہم اُس کے نیاز مند ہیں اور اُسے ہم سے کوئی غرض نہیں ہے۔

جلوہ محبوب

پھر فرمایا کہ جو معشوق کا عاشق ہے جو اس کی نظر میں ہے وہ سب منظور ہے۔ عاشق اور معشوق کی گلی۔ یہ بات عشق کی زیادتی کے سبب ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روز مجنوں

نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ جب ایک ہرن اس کے جال میں پھنسا تو اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور چھوڑ دیا اور کہا کہ اس کی آنکھ لیلیٰ کی آنکھوں کی سی ہے۔ میں اسے کس طرح تکلیف دے سکتا ہوں جو میرے یار کے مشابہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا کامل عاشق ہے۔ مشاہدہ کے شروع میں بے خودی اس میں اثر کر جاتی ہے۔ اس واسطے کہ چونکہ وہ مستغرق ہے۔ اس لیے (بے خودی) ضروری ہے۔ مشاہدہ کے وقت بے خود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ غلبات عشق کے بارے میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مجنوں کے قبیلہ والوں نے لیلیٰ والوں سے کہا کہ مجنوں عشق سے ہلاک ہوا جاتا ہے۔ اس میں کونسی حرج کی بات ہے کہ اگر اسے ایک مرتبہ لیلیٰ کے دیدار کی اجازت دی جائے۔ کہا ہمارا تو اس میں حرج نہیں لیکن مجنوں اس کے دیدار کی تاب نہیں لا سکے گا۔ جب مجبور کیا تو مجنوں کو حرم گاہ لیلیٰ میں لے گئے اور پردہ کر دیا ابھی لیلیٰ کا سایہ بھی آنے نہ پایا تھا کہ مجنوں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا انہوں نے کہا کہ کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ وہ دیدار کی تاب نہ لا سکے گا۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

گرمی ندہد ہجر تو وصلت یارم　　با خاک سر کوئے تو کارے دارم

ترجمہ: اے میرے محبوب اگر تو فراق میں وصل کی اُمید نہیں کرتا تو پھر تیری گلی کی دھول ہی میرا سرمایہ حیات ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میرے بھائی مولانا بہاؤ الدین زکریا قدس سرہ العزیز عالم عشق و شوق میں مستغرق تھے۔ بار بار آپ کو عشق کے بارے میں حیرت اور حالت ہوتی۔ تو ہر بار آپ رو کر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرماتے اور بے ہوش ہو جاتے چنانچہ سات رات دن انہی ہر دو شعروں میں ایسے مستغرق رہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی ؎

با درد بساز چوں دوائے تو منم　　درکس منگر چو آشنائے تو منم

گر بر سرِ کوئے عشق من کشتہ شوی　　شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

ترجمہ: درد پیدا کرو کہ تیری دوا میں ہوں کسی اور کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھ کیونکہ تیرا محبوب میں ہوں اگر میرے عشق کی گلی میں تم سارے جاؤ گے تو شکر ادا کرو کہ تمہارا خون بہا

میں ہوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ دل پر کیا کیا انوار اور اسرار نازل ہوتے ہیں۔ جن میں وہ مستغرق رہتا ہے اور اس کیفیت کو یا عاشق جانتا ہے یا معشوق کہ ان میں باہمی کا معاملہ ہے۔

فقراء کی اہل دنیا سے کنارہ کشی

پھر فرمایا کہ میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے چالیس سال تک گوشہ تنہائی اختیار کیا اور شاذ و نادر ہی وہ خلقت کو دیکھتا۔ ایک روز لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا دیدار بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ جب اہل تصوّف خلقت میں مشغول ہوتے ہیں تو قرب خالق سے دور جا پڑتے ہیں۔ سو میں نے اسی وجہ سے چالیس سال سے گوشہ تنہائی اختیار کر رکھا ہے اور ان چالیس سالوں میں جہانی مرادوں کا مزا نہیں چکھا۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو نماز کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور لوگ واپس آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

دسویں فصل

ذکر محبت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت شیخ برہان الدین' جمال الدین ہانسوی' شیخ بدر الدین غزنوی (رحمۃ اللہ علیہم) اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! محبت کے سات سو مقام ہیں۔ پہلا مقام یہ ہے کہ جو بلا دوست کی طرف سے اس پر نازل ہو اس میں صبر کرے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت

پھر فرمایا کہ کتاب محبت میں میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا دیکھا ہے کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت ایک بادشاہ کی طرح ہے جو ہر دل میں قرار نہیں پکڑتا۔ بلکہ صرف اس دل میں جو اس کے شایان شان ہو۔ وہ آسمانی قضاء ہے جو درد بھرے دل میں قرار پکڑتی ہے۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ محبت ایک بچھو کی طرح ہے جس پر وہی شخص قدم رکھتا ہے جو اٹھارہ ہزار عالم کا خیال نہ کرے اور کسی کو بیچ میں نہ دیکھے مگر دوست کی محبت کو' جس میں وہ یگانہ ہو رہے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کے تمام اعضاء عشق سے بنائے گئے ہیں۔ وہ شخص جو سرشت سے لے کر اب تک "رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" کا دم مارتا ہے۔ وہ ہر وقت جانتا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت و عشق کیا چیز ہے۔ پس اے درویش! جس آنکھ میں عشق کا سرمہ لگا ہوا ہے اس سے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایسی ہونی چاہیے جیسی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام میں تھی کہ دوستی حق کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کیا۔ جب دیکھا کہ وہ ہماری

محبت میں ثابت قدم ہے تو حکم کیا کہ لڑکے کی قربانی نہ کرو' ہم اس کے عوض بہشت سے قربانی بھیجتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان محبت

بعد ازاں فرمایا کہ جس روز حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی دوستی کا دم مارا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اجازت ہو تو اسے آزما لوں؟ حکم ہوا بہتر' جاؤ آزما لو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نیچے اتر کر پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے یا اللہ! کہا۔ اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کعبے کی عمارت میں مشغول تھے۔ باہر آ کر کہا کہ صاحب! ایک مرتبہ اور اللہ کا نام لینا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ پہلے شکرانہ لاؤ۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔

شکرانہ دہم آنچہ در ملک من است　　بہر خدا بگوئے اللہ تو باز
جان نیز دہم و آنچہ در قلب است　　یک بار اگر بگوئے اللہ تو باز

ترجمہ: جو کچھ میرے پاس ہے سارے کا سارا شکرانہ میں نچھاور کر دوں خدا کے لیے ایک دفعہ پھر تو اللہ کہہ دے۔

جان بھی قربان کر دوں جو کچھ دل میں ہے وہ بھی دے دوں' اگر تو ایک دفعہ پھر اللہ کہہ دے۔

الغرض! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس کئی ہزار اونٹ ہیں۔ وہ سب میں نے اللہ تعالیٰ کی دوستی کے صدقے کیے۔ تو پھر ایک مرتبہ یا اللہ کہہ۔ جبرائیل علیہ السلام نے یا اللہ کہا۔ تو جو کچھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس تھا۔ سب کچھ دے دیا پھر فرمایا کہ اب پھر کہہ۔ جبرائیل نے پوچھا کہ اب کیا دو گے؟ فرمایا بدن میں جان باقی ہے سو وہ بھی دے دوں گا۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر یا اللہ کہا۔ تو آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو جبرائیل نے کہا کہ واقعی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام دوستی حق میں صادق ہیں۔ پس جب واپس بارگاہ الٰہی میں گیا تو

سر سجدے میں رکھ کر عرض کی کہ واقعی جیسا سنا تھا ویسا ہی محبت میں صادق پایا۔

یادِ باری تعالیٰ

پھر فرمایا اے درویش! محبت حق میں صادق وہ شخص ہے۔ جو ہر وقت اس کی یاد میں رہے اور لحظہ بھر بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اہل سلوک کہتے ہیں کہ لوگ اکثر اسی چیز کا زیادہ ذکر کرتے ہیں جس سے ان کی محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ یاد خدا سے ایک دم بھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے حجۃ العارفین میں لکھا دیکھا کہ "من احب شیئاً اکثر ذکرہ" (جو کسی چیز کو پسند کرتا ہے اُس کا ذکر بار بار کرتا ہے)۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور محبت حق کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ حسن فرماتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں مرد ہوں اور وہ عورت۔ آپ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں سے اٹھا تو اپنے تئیں مفلس اور اسے مخلص پایا۔

پھر فرمایا اگر حلال اور بے حساب ساری دنیا حق تعالیٰ کے دوستوں کو دی جائے تو بھی انہیں اس کے لینے سے شرم آتی ہے۔ جیسا کہ مرد کو مردار سے۔

محبت کی آگ

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے بغداد میں ایک بزرگ کو دیکھا جو بار بار سجدے میں سر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرتا ہے کہ اے خداوند! اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ بھیجے گا تو میں محبت کا ایک بھید ظاہر کروں گا۔ جس کی وجہ سے دوزخ ہزار سالہ راہ کے برابر مجھ سے دور بھاگ جائے گی۔ اس واسطے کہ محبت کی آگ کا مقابلہ کوئی آگ نہیں کر سکتی اگر مقابلہ کرے تو نابود ہو جاتی ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی دعا

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا عالم شوق اور اشتیاق میں بار

بار سجدے میں سر رکھتیں اور پھر اٹھ کر کھڑی ہوتیں۔ آخر یہ کہا کہ اے پروردگار! اگر میں دوزخ کے ڈر کے سبب تیری پرستش کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈالنا اور اگر بہشت کی امید پر تیری عبادت کرتی ہوں تو بھی دوزخ میں جلانا اور اگر میں تیری خاطر تیری عبادت کرتی ہوں تو اپنے جمال سے دریغ (محروم) نہ کرنا۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر اہل محبت کو تمام چیزیں آراستہ کر کے دی جائیں تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ صرف جمال حق کے متلاشی ہوتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

پھر فرمایا کہ جب خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ شوق میں مشغول ہوتے تو تین رات دن یا چار دن رات کھڑے ہوئے بلند آواز سے یہی کہتے جاتے کہ "یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرُ الْاَرْضِ" (یعنی جس روز کہ زمین پیٹی جائے گی اور دوسری زمین پیدا کی جائے گی)۔

پھر فرمایا کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ملک و تخت کیوں چھوڑ دیا۔ فرمایا ایک روز میں بیٹھا تھا کہ محبت کا آئینہ مجھے دکھلایا گیا۔ جب میں نے اس میں نگاہ کی تو اپنی منزل گور میں دیکھی جس میں نہ کوئی میرا ہمراہی ہے اور نہ میرے پاس سامان سفر۔ قاضی عادل ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اسی وقت میرے دل سے ملک کی محبت جاتی رہی۔ اور سلطنت چھوڑ دوسرے ملک میں چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت

بعد ازاں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایسا بادشاہ ہے کہ جب کسی دل میں مقام کرتا ہے تو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے سوائے اور بھی کوئی اس دل میں رہے بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنی میں ایک درویش سے ملا جو اہل محبت سے تھا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ اے درویش! محبت کا انجام بھی ہے یا نہیں۔ یہ سوال سنتے ہی مجھے ڈانٹا کہ او جھوٹے! محبت کی کوئی انتہا نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! عشقِ الٰہی آگ کی وہ تلوار ہے جو جس چیز پر گزرتی ہے

اس کے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا کہ حق تعالیٰ کی محبت انسان کے تمام اعضاء میں ہے۔انسان کی سرشت اپنی محبت سے کی۔اگر آنکھ ہے تو دوست کی محبت میں مستغرق اور پُر ہے۔اگر ہاتھ پاؤں ہیں تو وہ بھی محبت حق میں غرق ہیں۔پس اے درویش! آدم زاد کے اعضاء کا کوئی ذرّہ بھر محبت حق سے خالی نہیں۔بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ محبان حق کا دل ایسے چراغ کی طرح ہے جو انوار کی قِندیل میں رکھا ہے اور جس کی روشنی سے سارا جہان منور ہے۔پس ایسے شخصوں کو تاریکی کا کیا ڈر؟ پھر فرمایا کہ نفس کی خاموشی یادِ حق ہے۔جو یادِ حق میں ہے اس کا دل نہیں مرتا اور جو یادِ حق سے خالی ہے اس میں کوئی نعمت اثر نہیں کرتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ بھوک ایک بادل ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محبت حق کیا چیز ہے؟ فرمایا محبت اس بات کا نام ہے کہ دنیا و مافیہا سے دل نہ لگایا جائے۔پھر فرمایا کہ محبت حق ملکِ عشق کا بادشاہ ہے جو تخت پر بیٹھا ہے اور ہاتھ میں فراق اور ہجر کی تلوار لیے ہوئے ہے اور وصال کی نرگس اس نے قضاء کے ہاتھ دے رکھی ہے اور ہر دم ہزار ہا سر تلوار سے اڑاتا ہے پس جو عاشق حق ہے اگر ہر لحظہ اس کا سر ہزار مرتبہ اڑایا جائے تو پھر اور سر پیدا ہو جاتا ہے۔ایسے ہی اگر ہزار مرتبہ اس کا سر کاٹا جائے تو بھی پاؤں پیچھے نہ ہٹائے۔پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

در یادِ تو ہر روز چناں مدہوشم　　صد بار اگر تیغ زنند زاں نخروشم
آہے کہ زیاد تو زنم وقت سحر　　گر ہر دو جہاں دہندآں نفروشم

ترجمہ: تیری یاد میں ہر روز بے خود رہتا ہوں کہ اگر سو مرتبہ تلوار بھی مجھ پر چلائی جائے تو

بھی آواز نہ نکالوں گا۔

وقت سحر تیری یاد میں جو آہ نکالتا ہوں اگر دو جہاں بھی اس کے عوض دیئے جائیں تو نہیں بیچوں گا۔

عاشق کی آواز

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی محب جان کنی کے وقت کچھ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ دوستوں نے پاس ہو کر سنا تو یہ الفاظ تھے کہ جب تک زندہ رہا۔ تیرے نام سے زندہ رہا۔ اب اگر میں جاتا ہوں تو تیرے نام کی یاد میں جاتا ہوں اور جب میرا حشر ہوگا تو بھی تیرے نام کی یاد میں ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس نے بلند آواز سے کہا "اللہ" اور جان دے دی۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ عاشق اسی طرح جان دیتے ہیں۔ اس وقت یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے۔

آیم بسر کوئے تو پویاں پویاں   یا جاں بدہم نام تو گویاں گویاں
رخسار زآبدیدہ شویاں شویاں   ہنجار وصال یار جویاں جویاں

ترجمہ: تیری گلی میں سر کے بل آیا دوڑا آیا ہوں جب تک جان نہیں جائے گی تیرا ہی نام پکارتا رہوں گا۔

آنسو میرے چہرے کو دھوتے رہے اور وصال یار کے راستے ڈھونڈ رہا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! دہلی میں حوض شمس کے کنارے ایک درویش صاحب نعمت وعشق سے سماع کے وقت یہ دو شعر میں نے سنے۔ اس روز سماع میں جو حالت طاری ہوئی دیکھی۔ کبھی نہ ہوئی۔ وہ دو شعر یہ ہیں۔

عشق تو بہم جاں مرا رسواء کرد   واندر طلب جمال تو شیدا کرد
دردے کہ زعشق تو بدل پنہاں بود   ہزاں جملہ زشوق تو زخم پیدا کرد

ترجمہ: تیرے عشق نے مجھے رسوا کر دیا تیرے جمال کی طلب کا شیدا کر دیا۔

تیرے عشق کا جو درد دل میں چھپا تھا وہ تیرے اشتیاقِ دید سے اب میرے

چہرے کے زینت بن گیا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ میں بغداد سے بخارا آیا تو وہاں پر ایک بزرگ کو دیکھا جو از حد صاحب نعمت اور دوست کی محبت میں غرق تھا جب میں نے اسے سلام کیا تو ایسی حالت میں دیکھا کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ اس طرح یادِ حق میں مستغرق تھا کہ اسے اپنے آپ کی سدھ بدھ نہ تھی۔ الغرض! میں چندروز اس کی خدمت میں رہا۔ جب وہ سجدہ کرتا تو رو رو کر بڑی عاجزی سے یہ رباعی پڑھتا اور بے ہوش ہو جاتا اور زبان مبارک سے یہ کہا کرتا کہ اے خداوند میں نے ایک سجدہ بھی ایسا نہیں کیا جو تیری بارگاہ کے لائق ہو۔

در خوردن نعمت تو دندانم سود   یک سجدہ چناں نشد کہ فرمانم بود

ہم بودی وہم باشی وہم خواہی بود   نے بودم ونے باشم ونے خواہم بود

ترجمہ: اے اللہ تیری نعمتیں کھاتے کھاتے میرے دانت گھس گئے مگر تیرے فرمان کے مطابق ایک سجدہ بھی ادا نہ ہوسکا۔

اے اللہ تو ازل سے اور تا ابد رہے گا۔ مگر میں نہ تھا نہ ہوں اور نہ رہوں گا۔

علم معرفت

پھر فرمایا کہ اگر زندگی' زندگی ہے تو علم میں ہے۔ اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے۔ اگر شوق تو محبت میں ہے اور اگر ذوق ہے تو ذکر میں ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم خدا ہے۔ معرفت تدبیر ہے۔ محبت مشاہدہ ہے اور مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے دل کو لذت اور شہوت سے مار ڈالتا ہے۔ اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر ندامت کی زمین میں دفن کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت والے وصالِ دوست کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہوتے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت والوں کو حضور حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ خلقت سے تنہائی اختیار نہ کریں اور خلقت میں اپنا مقام نہ

بنائیں۔ دوستوں کو دشمن اور زن و فرزندوں کو یتیم اور اسیر خیال نہ کریں۔ جب ایسا کریں گے تو وہ کسی مقام پر پہنچ سکیں گے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھنی شروع کی۔

رباعی

گر عاشق دوستی نہ تنہاش طلب   در خلوتِ عشق آئے و پیداش طلب

گر مے خواہی حضور نعمت ہر روز   آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

ترجمہ: اگر تو عاشق ہے تو تنہائی میں اُس کو تلاش کر و خلوت میں آ ؤ اور اُس کے طلبگار رہو اگر تو ہر روز حضوری کی خواہش رکھتا ہے تو اُسے وہاں تلاش کر جہاں کوئی نہ ہو۔

مجذوب کی شان

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ راستے میں مجھے ایک اہل مجانینِ کامل (مجذوب) ملا۔ ہم دونوں اکٹھے سفر کرنے لگے۔ جب بیابان میں پہنچے تو مجھے پیاس کا غلبہ ہوا' پانی کا وہاں نشان تک نہ تھا۔ میں اپنی پیاس کو اس بزرگ کے سبب ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔

الغرض! اس بزرگ نے اپنی روشن ضمیری سے معلوم کر لیا کہ میں پیاسا ہوں۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا ہاں! فوراً پاؤں مبارک زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ مجھے کہا کہ پیٹ بھر کر پانی پی لے۔ جب پانی پیا تو وہ لذت حاصل ہوئی جو عمر بھر کسی پانی سے نہ ہوئی تھی۔ جب اس مقام سے گزر کر منزل پر پہنچے تو شام کی نماز ادا کر کے وہ بزرگ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوا تھوڑی دیر بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے بیٹا! قیامت کے دن جب اہل محبت قبروں سے اٹھیں گے تو سب دوزخ کے دروازے پر خیمے لگائیں گے جونہی ان کی نظر دوزخ پر پڑے گی۔ دوزخ کی آگ دھیمی پڑ جائے گی اور سر نہ اٹھائے گی تب لوگوں کو راحت کی امید ہوگی۔ اور دوزخ کی آگ سے انہیں خلاصی نصیب ہوگی۔ اسی وجہ سے وہ دوزخ کے دروازے پر خیمے لگائیں گے۔

مرشد کی صحبت

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک

ہی مقام پر تھے۔ ایک مرد نے آ کر پوچھا کہ فرض کیا ہے اور سنت کیا؟ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پیر کی صحبت فرض ہے اور دنیا وغیرہ کا چھوڑنا سنت ہے۔ بعدازاں فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ درویش وہ ہے جو اپنے دل کے خزانے کی تلاش کرے۔ (جسے آخرت کی رسوائی کہتے ہیں) پس اگر اسے وہ موتی مل جائے جسے محبت کہتے ہیں تو وہ شخص درویش صفت ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ محبت درجۂ کمال کو اس وقت پہنچتی ہے جبکہ عشق الٰہی میں ہر شے کو ترک کرے اور خلقت کے ساتھ محبت نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے نزدیک کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ فرمایا اندھے پن' گونگے پن اور بہرے پن سے جب یہ تمام چیزیں جاتی رہتی ہیں تو سمجھ لو کہ وہ خدا رسیدہ ہو گیا۔ لیکن جب تک یہ دشمن ساتھ لگے ہوئے ہیں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اہل محبت کو چار مقام کے سوا اور کہیں قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔ اول گھر کے کونے میں جہاں کوئی شخص مزاحم نہ ہو' دوسرے مسجد میں جو دوستوں کا مقام ہے' تیسرے قبرستان میں جو گناہ سے عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے' چوتھے ایسی جگہ جہاں کسی کا گزر نہ ہو۔ یا وہ ہوا اور ذات حق۔ (یعنی ایسی جگہ جہاں عاشق اور محبوب کے سوا کوئی نہ ہو)۔

بعدازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ زار زار روئے اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

گر عاشق دوستی تنہاش طلب ۔۔۔ در خلوت عشق آئی و پیداش طلب
گر میخواہی حضور نعمت ہر روز ۔۔۔ آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

ترجمہ: اگر تم عاشق ہو تو محبوب کو تنہائی میں ڈھونڈو عشق کی خلوت میں آؤ اور اس کی طلب ظاہر کرو۔
اگر تم ہر روز محبوب کی حضوری چاہتے ہو تو پھر اس کو وہاں تلاش کرو جہاں کوئی اور نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ میرے نزدیک کالے دانے کے برابر دوستی حق۔ بغیر دوستی کے ستر ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ عورتوں کا کام ہم مردوں سے بہتر ہے۔ کہ وہ ہر مہینے غسل کر کے پاک ہو جاتی ہیں۔ ہم عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی غسل نہیں کرتے کہ پاک ہو جائیں۔

محبت و رضا

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عالم شوق اور اشتیاق میں اکیلا دوست کی بارگاہ میں گیا اور ملکوت کے اردگرد پھر رہا تھا فرمان ہوا اے بایزید! ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ میں نے عرض کی کہ محبت اور رضا، جن دونوں کے بادشاہ آپ ہی ہیں۔ پھر آواز آئی کہ اے بایزید! بڑی اچھی چیز لائے ہو۔ ہماری بارگاہ کے لائق یہی چیزیں ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے لاہور میں ایک ذاکر درویش کو دیکھا جو از حد بزرگ اور ذاکر تھا۔ الغرض جب قدم بوسی حاصل ہوئی تو چند روز میں اس کی صحبت میں رہا۔ جب وہ فریضہ نماز ادا کرتا تو اس قدر ذکر کرتا کہ مساموں سے پسینہ بہہ نکلتا اور سو سے بھی زیادہ مرتبہ زمین پر گرتا۔ پھر اٹھتا۔ جب ذکر سے فارغ ہوتا تو یہ کہتا کہ کتاب محبت میں لکھا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر مومن بندے پر غالب آتا ہے تو میں جو اس کا پروردگار ہوں اس کا عاشق ہو جاتا ہوں۔ یعنی اسے پیار کرنے لگتا ہوں۔ انسان ایسی نعمت سے اپنے آپ کو کیوں محروم رکھے اور کیوں نہ ہر وقت اس کی یاد میں مشغول رہے۔

اقسام قلب

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو خاص کر اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ عرش کا طواف

کریں۔ پھر فرمایا کہ دل تین قسم کے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو پہاڑ کی طرح جگہ سے نہیں ملتے وہ محبوں کے دل ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو درخت کی طرح جڑ سے تو قائم ہیں لیکن ان کی ٹہنیاں وغیرہ ہوا سے حرکت کرتی ہیں۔ اور بعض پتوں کی طرح ہیں کہ ہوا جس طرف چاہتی ہے انہیں پھیر لیتی ہے۔

ذات حق کی شان

پھر فرمایا کہ محبت میں صادق وہ شخص ہے جو دوست کی یاد کے سوا اور کسی بات کو پسند نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جا کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا حکم ہوا' تو اسے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے ساتھ نرمی اور آہستگی سے بات کرنا۔ تا کہ اس کا دل نہ دکھے۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو جو شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ لطف ہے کہ اس کے دل کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ تو جو شخص پانچ وقت سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى کہتا ہے۔ وہ کس طرح اس کے لطف سے ناامید ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص ہرگز ہرگز ناامید نہیں ہوگا' اس کے حق میں تو ضرور بے حد لطف و کرم فرمائے گا۔

پھر فرمایا کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور اس کی یاد میں مشغول رہتا ہے اسے قیامت کے دن کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا اور روز محشر کے عذاب سے وہ بے کھٹکے (بے خوف) ہوگا۔

پھر فرمایا کہ جب قارون زمین کے چوتھے طبقے میں مع مال و اسباب پہنچا تو وہاں کے رہنے والوں نے پوچھا تو کون ہے اور تو نے کیا گناہ کیا ہے؟ جو تجھے زمین کے اندر اتارا گیا ہے۔ جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہوں۔ مال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اور پیغمبر خدا کی برابری کی تھی۔ اس واسطے مجھے آج کا دن نصیب ہوا۔ جونہی قارون نے موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا فرشتوں کو حکم ہوا کہ قارون کو اسی جگہ رکھو اور نیچے نہ لے جانا۔ کیونکہ اس نے میرے دوست کا نام لیا ہے۔ اس لیے مجھ پر واجب ہے کہ اسے عذاب نہ کروں۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص یاد

خدا میں رہتا ہے۔ اسے ضرور قیامت کو اس کا مقصود مل جائے گا اور تجلّی کے اعزاز سے مشرف ہوگا۔

خواجہ یوسف چشتی کا قول

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اہل محبت کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو دوست کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہیں ہوتے۔ اس واسطے کہ جو شخص دوست کے بغیر کسی اور چیز سے خوش ہو جاتا ہے در حقیقت وہ اندوہ کے قریب ہوتا جاتا ہے اور جو دوست سے محبت کرتا ہے تو اسے کبھی دہشت نہیں ہوتی اور جو شخص دوست سے محبت نہیں کرتا اس کا دعویٰ محبت درست نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ جس کی ہمت محبت کی طرف ہو وہ جلدی خدا رسیدہ ہو جاتا ہے اور جس کی ہمت محبت کی طرف نہیں ہوتی وہ دوزخ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب صاحب محبت سلطنت کا دعویٰ کرے تو در حقیقت جان لے کہ محبت جاتی رہے گی۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہی اُٹھ کر اندر چلے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

گیارھویں فصل

خوف و توکل

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت مولانا برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ خوف اور توکل وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! خوف حق تعالیٰ کی طرف سے بے ادب بندوں کے لیے تازیانہ ہے۔ تا کہ وہ اللہ سے ڈر کر گناہ سے باز آ جائیں اور سیدھی راہ چلیں۔

پھر فرمایا کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ یَاْنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ۔

یعنی اے ایمان والو وقت آ گیا ہے کہ میرے خوف سے تمہارے دل نرم ہو جائیں۔

پھر فرمایا اس کا تو اعلان ہے کہ ہے کوئی تم میں سے جو میرے ساتھ صلح کر کے غائب ہو جائے اور میں اُس کی توبہ قبول کرلوں۔

پھر فرمایا کہ خوف اس کے عدل اور امید اس کے فضل کی وجہ سے ہے۔ پس اس کی درگاہ کا معزز بندہ وہ ہے۔ جس میں دونوں باتیں ہوں۔

خوف نجات کا باعث بن گیا

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے چالیس سال روتا رہا۔ جب اسے موت یاد آتی تو بید کے پتے کی طرح کانپتا اور ہزار مرتبہ بے ہوش ہو کر گرتا۔ جب ہوش میں آتا تو یہ آیت پڑھتا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ (یعنی نیک لوگ بہشت

میں اور گناہ گار لوگ دوزخ میں جائیں گے)۔ پھر نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ اور کہتا مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن ان دو میں سے میں کس گروہ میں ہوں گا۔ جب فوت ہو گیا تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ فرمایا جیسا دوستوں سے کرتا ہے۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو پوچھا گیا کہ اے درویش! تو اس قدر کیوں رویا کرتا تھا۔ کیا مجھے غفار نہیں جانتا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں تیری قہاری کے سبب سے ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں میری ساری عبادت اکارت نہ جائے۔ اس ڈر کی وجہ سے روتا تھا' جب یہ عرض کی تو حکم ہوا کہ جاؤ! تجھے ہم نے بخش دیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور خوف خدا

پھر فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ابھی بچہ ہی تھے کہ خوف خدا سے اس قدر روئے۔ کہ رخسار مبارک کا گوشت و پوست گل گیا۔ الغرض! ایک روز پہاڑ پر سر سجدے میں رکھ کر رو رہے تھے آپ کی والدہ صاحبہ بھی جا نکلیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر شفقت مادرانہ کی۔ آپ نے سمجھا کہ شاید ملک الموت ہے۔ اس لیے کہا کہ ذرا ٹھہر جا۔ تا کہ میں والدہ کا دیدار کر لوں۔ یہ سن کر آپ کی والدہ صاحبہ نے نعرہ مار کر کہا کہ اے جان مادر! میں ملک الموت نہیں میں تیری ماں ہوں۔ میرے ساتھ چل اور کھانا کھا لے۔

الغرض! حکم عدولی نہ کر کے آپ والدہ کے ہمراہ گھر آئے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اے یحییٰ! تو ابھی بچہ ہے تو نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کے سبب تو اس قدر روتا ہے۔ عرض کی آپ سچ فرماتی ہیں۔ لیکن اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ تو کیا آپ مجھے چھڑا سکتی ہیں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی کہ پس پھر آپ کے لیے واجب نہیں کہ مجھے رونے اور خوف خدا سے باز رکھیں کیونکہ مجھے اس کی تدبیر آج ہی کرنی چاہیے۔ تا کہ میں قیامت کو عذاب دوزخ سے رہا ہو سکوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! انبیاء' اولیاء خوف خدا کے مارے اسی طرح پگھلتے آئے ہیں۔ جیسے سونا کٹھالی میں۔ اس واسطے کے اپنا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ کہ جہان سے کیسے جائے گا۔

عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ اور خوف خدا

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال نہیں سوئے۔ اور خوف خدا سے اس قدر روئے کہ رخسار مبارک میں گڑھے پڑ گئے۔ جن میں چڑیوں نے گھونسلے بنائے لیکن آپ خوفِ خدا سے اس قدر متحیر تھے کہ ان کی آمدورفت کی آپ کو مطلق خبر نہ تھی۔ جب آپ قیامت اور قبر کی حکایت بیان فرماتے تو بید کی طرح کانپتے اور بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور مچھلی کی طرح تڑپتے جب ہوش میں آتے تو اٹھ کر یہ آیت پڑھتے:

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (الشوریٰ:۷) (ایک گروہ بہشت میں جائے گا اور ایک دوزخ میں)۔ اور زار زار رو کر فرماتے کہ معلوم نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوں گا۔ پھر فرمایا کہ آخری عمر تک آپ کی یہی حالت رہی اور اسی حالت میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور خوف خدا

بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک نہ سوئے اس عرصہ میں جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو ایک دن رات بلکہ زیادہ عرصے تک بے ہوش رہتے جب ہوش میں آتے تو نفس کو جھڑکتے اور فرماتے کہ اے نفس! تو نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی جو بارگاہ الٰہی کے شایان ہو جس کے سبب قیامت کے دن تجھے رہائی نصیب ہو یا تو نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا ہو جس طرح اس کا حق ہے۔ اے نفس! تو دنیا و آخرت میں بے بس رہے گا۔ اس طرح آپ نے زندگی بسر کی اور اپنا ماتم خود کرتے اور روتے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت اگر عذاب کی آیت پر پہنچتے تو ایک سال یا دو سال عالم تحیر میں کھڑے رہتے لیکن اس طرح کہ کسی مخلوق کو اطلاع نہ ہوتی۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ بڑے ہی تعجب کی بات ہو گی اگر ابو حنیفہ کو قیامت کے دن خلاصی نصیب ہو گی۔

ایک صالح نوجوان اور خوف خدا

پھر فرمایا کہ ایک نوجوان صالح مرد کے بدن پر خوف خدا کے سبب گوشت و پوست کا نام ونشان تک نہ تھا جب رات ہوتی تو گلے میں رسی ڈال کر چھت میں لٹک جاتا اور ساری رات روتا رہتا۔ جب سجدہ کرتا تو کہتا کہ میں نے اس قدر گناہ کیے ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔ اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن میرے گناہوں کو پیش کرے گا تو میں یہ سیاہ چہرہ کس طرح دکھا سکوں گا۔ اسی طرح اس نے ساری عمر بسر کی کہ راتوں کو روتا رہتا اور بے ہوش ہو جاتا جب ہوش میں آتا تو پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا کہ اپنے آپ کی اسے ہوش نہ رہتی۔ جب وہ بیمار ہوا تو ایک اینٹ بطور سرہانہ سر کے نیچے رکھی جب وقت قریب آن پہنچا تو اپنی بڑھیا ماں کو بلایا اور کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ گناہ گار کے گلے میں رسی ڈال کر گھر کے چاروں کونوں میں پھرانا اور کہنا یہ وہ شخص ہے جو اپنے مالک کی درگاہ سے بھاگا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا تا کہ مجھے کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ جو دیکھے گا وہ میری شامت اعمال کی وجہ سے افسوس کرے گا۔ تیسرے یہ کہ جب مجھے قبر میں رکھا جائے تو میرے پاس رہنا۔ شاید فرشتے مجھے عذاب کرنے لگیں۔ تو تیرے قدموں اور تیرے سینے کی آہ کی برکت سے مجھے اس عذاب سے خلاصی نصیب ہو جائے۔ یہ وصیت کرتے ہی دم برابر ہو گئے۔ اس کی ماں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کے گلے میں رسی ڈالنی چاہی تو گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ دوست' دوست سے جا ملا۔ اس جوان سے ہاتھ اٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ایسا سلوک کون کرتا ہے۔ اس کے گلے میں رسی مت ڈالنا۔ کیونکہ یہ میرا ایک دوست ہے۔ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا خوف خدا

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری خوف خدا سے اس قدر روئے کہ پرنالہ بہہ نکلا۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نیچے کھڑی تھیں یہ دیکھ کر اوپر گئیں کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رو رہے ہیں پوچھا کیوں روتے ہو؟ فرمایا خوف خدا سے۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میں کون سے گروہ میں ہوں گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ رسول خدا

ﷺ فرماتے ہیں کہ جس میں خوف خدا نہیں اس میں ایمان نہیں۔ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اس واسطے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو۔

گھر سے رونے کی آواز

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ منصور عماد رحمۃ اللہ علیہ ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ ایک گھر سے رونے کی آواز آرہی تھی کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار! میں نے بہت گناہ کیے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میری کیا حالت ہوگی۔ آپ یہ سن کر نزدیک گئے تو اس کی زاری سن کر گھر کے شگاف میں منہ رکھ کر رونے لگے۔ اس گھر کے شگاف پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ.

اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان رجیم سے اور دوزخ کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اس پر سخت دل فرشتے متعین ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف نہیں کرتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اسی طرح آدمیوں سے سلوک کرتے ہیں۔ خواجہ منصور فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت پڑھی تو پھر اس گھر سے آواز نہ آئی۔ دیر بعد نعرہ کی آواز آئی اور وہ تڑپنے لگا۔ پھر میں دیر تک کھڑا رہا لیکن کوئی آواز نہ سنی۔ پھر آگے چلا گیا جب دن ہوا اور اس مکان کے پاس آیا اور حال پوچھا تو دیکھا کہ جنازہ رکھا ہوا ہے میں پوچھنے ہی کو تھا کہ گھر کا مالک کون ہے کہ اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی نکلی میں نے پوچھا کہ اس بڑھیا کا اس متوفی سے کیا رشتہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ متوفی کی والدہ ہے۔ وہ شخص بہت پرہیزگار تھا' رات بھر نماز ادا کرتا رہتا۔ اور دن کو روزہ رکھتا اور حضرت رسول کریم ﷺ کی اولاد سے تھا۔ آج سحر کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کر رہا تھا کہ ایک مرد پاس سے گزرا جس نے

قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی۔قرآن شریف سنتے ہی زمین پر گر پڑا اور فوت ہو گیا منصور عماد رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے ہی آیت پڑھی تھی پھر اس نوجوان کی نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت عبداللہ سہل تستری کی گریہ وزاری

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعرہ مار کر مصلّے پر گر پڑے اور ایک دن رات بے ہوش پڑے رہے جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک لگاتار روتے رہے۔اس عرصے میں کسی نے ان کو ایک پل بھی رونے سے خالی نہ دیکھا' آپ سے سوال کیا گیا کہ صاحب! ہم نے آپ کو کبھی رونے سے خالی نہ پایا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے عزیزو! جب قیامت کا خوف اور ہول یاد آتا ہے جبکہ والدین فرزندوں کی پرواہ نہیں کریں گے اور فرزند والدین کی باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بھاگے گا۔ بھائی بھائی سے اور مسلمان مسلمان سے۔تو پھر ہنسی نہیں آتی۔جس کے پیش ایسا دن آنا ہے اور جسے اپنا انجام معلوم نہیں اسے ہنسی کس طرح آ سکتی ہے۔اور اس کا رونا کس طرح تھم سکتا ہے؟ وہ نہایت ہی سنگ دل ہوگا جو ایسے دن کے خوف سے روتا نہ ہوگا اور اس بات کی سوچ و بچار نہ کرتا ہو کہ کس طرح اس سے خلاصی ہوگی۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام لوگ ڈرتے ہوئے اور روتے ہوئے اٹھیں گے۔لیکن اولیاء اللہ جو دنیا میں خوف خدا سے روتے تھے۔ ہنستے ہوئے اٹھیں گے۔اس دن کی پرواہ نہیں کریں گے۔پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول کریم ﷺ کو اپنا حبیب کہا۔ باوجود اس عظمت و بزرگی کے جب خوف خدا آنحضرت ﷺ پر طاری ہوتا تو ایسے مستغرق ہوتے کہ دن رات کی تمیز نہ رہتی تھی۔راتوں کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تو آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک پھٹ جاتے اور خون بہہ نکلتا۔جب جناب سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ یارو! اگر قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا نہ کرو' کیونکہ تمام جہان اس کی ملکیت ہے جو شخص اپنی ملکیت میں کسی قسم کا تصرف کرتا ہے۔اسے ظلم نہیں کہتے۔ظلم اسے

کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی ملکیت میں تصرف کیا جائے۔

پھر فرمایا کہ شیخ نجم الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ میں نے اس قدر سیر و سیاحت کی ہے۔ لیکن آپ کے برابر کسی کو یادِ حق میں مشغول نہیں دیکھا۔ جب آپ پر خوف خدا غالب آتا تو آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ کونسا دن ہے اور کونسا مہینہ ہے یا کونسا سال ہے اور یہ حالت تقریباً ہر وقت آپ پر طاری رہتی اور بڑی حیرت میں رہتے۔

خائف کا مطلب

پھر فرمایا کہ خائف یعنی ڈرنے والا اس شخص کو کہتے ہیں جس میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہوں۔ اول روزے کی خاطر کھانا' دوسرے نماز کے لیے کم بولنا' تیسرے ذکر کے واسطے کم سونا۔ پس جس دل میں یہ تین باتیں نہیں۔ اسے خائف نہیں کہہ سکتے۔

پھر فرمایا کہ جس طرح تین باتیں درویش کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح خوف' امید اور محبت ضروری ہیں۔ دل میں خوف کے ہونے سے ترکِ گناہ حاصل ہوگا' جس سے نجات کی امید ہوسکتی ہے۔ اور دل میں اپنی کی ہوئی طاعت کی امید رکھنے سے بہشت میں مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے۔ مکروہات سے پرہیز کرنے کو محبت کہتے ہیں' جن سے رضائے حق حاصل ہوتی ہے۔

گدھے کا زندہ ہونا

پھر فرمایا عقل مند وہ شخص ہے جو سب کاموں میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور کسی سے کسی طرح کی امید نہ رکھے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو حج کی آرزو ہوئی تو گدھے پر سوار ہو کر حج کو روانہ ہوئیں۔ جب جنگل میں پہنچیں تو گدھا مر گیا اور آپ کا اسباب پڑا رہ گیا لوگوں نے آ کر کہا کہ لاؤ ہم بوجھ اٹھالیں فرمایا کہ میں تمہارے بھروسے پر روانہ نہیں ہوئی۔ جس پر میرا توکل ہے وہ خود میرا اسباب پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر قافلہ تو روانہ ہوگیا اور آپ تنہا رہ گئیں۔ آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ پروردگار! تو نے ضعیفہ سے اچھا سلوک کیا۔ کہ جنگل میں اس کا گدھا مار دیا ابھی یہ بات اچھی طرح نہ کہنے پائی تھیں کہ گدھا زندہ ہوگیا۔ آپ اس پر اسباب رکھ کر روانہ ہوئیں۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا حج کرنا

بعد ازاں فرمایا کہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک متوکل رہے اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی اس تیس سال کے عرصہ میں کسی طرف رجوع نہ کیا۔ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو ٹھان لی کہ اور لوگ تو پا پیادہ حج کو جاتے ہیں میں سر کے بل جاؤں گا' چنانچہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرنا شروع کیا۔ جب آگے بڑھے تو جنگل میں ستر آدمی برقع پوش سر کٹے خون میں آلودہ پائے۔ جن میں ایک سسک رہا تھا' اس نے آواز دی کہ اے ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ)! ہمیں جو مقتول دیکھا ہے اس کی کیفیت یوں ہے کہ ہم ستر صوفی متوکل تھے۔ ہم توکل کی نیت کر کے حج کو روانہ ہوئے اور عہد کر لیا کہ ہم کسی سے بات نہیں کریں گے۔ جب اس جنگل میں آئے تو خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ ان سے ملاقات میں مشغول ہو گئے۔ آواز آئی کہ اے بدعہد مدعیو! کیا تم نے ہم سے یہی وعدہ کیا تھا؟ تم نے اپنا اقرار فراموش کر دیا اور غیر میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں ایک تلوار آسمان سے نمودار ہوئی۔ جس سے سب کے سر قلم ہو گئے۔ اے ابراہیم! جو شخص راہ توکل میں قدم رکھتا ہے اگر وہ توکل سے ذرّہ بھر بھی تجاوز کرے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے جو اس وقت ہماری ہے۔ وہ برقع پوش یہ حکایت بیان کر کے فوت ہو گیا۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات سے تعجب ہوا۔ جب واپس پھرے تو دیکھا کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بیٹھی ہیں۔ اور کعبہ آپ کا طواف کر رہا ہے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور رابعہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کہ یہ کیا شور برپا کر رکھا ہے۔ رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میں نے یا آپ نے؟ چودہ سال سے سر کے بل حج کو جا رہے ہیں اور آج تک دیدار نصیب نہیں ہوا۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ آپ کو خانہ کعبہ دیکھنے کی آرزو ہے اور میں خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ پس جسے گھر کے مالک کو دیکھنے کی خواہش ہو گھر کے اندر آ جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بیس سال تک عالمِ توکل میں رہے اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کیے رہے۔ اس عرصے میں باورچی خانہ میں چیزوں کی ضرورت ہوتی تو خادم آ کر التماس کرتا۔ تو آپ ایک مقام کی طرف

اشارہ کرتے کہ وہاں سے روپیہ پیسہ اور اناج وغیرہ جس قدر ضرورت ہو لے لو۔ لے جا کر درویشوں کو کھلانا۔

سجادہ بننے کا مستحق کون؟

پھر فرمایا کہ سجادہ بننے کا مستحق وہ شخص ہے جو عالمِ توکل میں رہے اور کسی مخلوق اور کسی چیز کی توقع نہ رکھے اگر اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو وہ سجادہ نشینی کے لائق نہیں بلکہ اہل تصوف کے نزدیک وہ جھوٹا مدعی ہے۔

پھر فرمایا کہ توکل وہ تھا جو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔ چنانچہ میں نے کبھی آپ کو کسی قسم کی فتوح قبول کرتے نہیں دیکھا یا کسی سے توقع کرتے نہ سنا نہ دیکھا جب خادم کو درویشوں کی خوراک کے لیے روپے پیسے یا اناج کی ضرورت ہوتی تو آ کر التماس کرتا اور آپ مصلّے تلے سے چند اشرفیاں نکال کر دے دیتے اور وہ صبح سے شام تک خرچ کر دیتا جب خانقاہ میں کوئی مسافر آ جاتا تو اسے خالی نہ جانے دیتے۔ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے جس قدر کھانا دستر خوان میں ہوتا اس میں ذرا بھی کمی نہ آتی۔ پھر فرمایا کہ اہل توکل پر حقائق میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اگر اس وقت انہیں آگ میں پھینک دیا جائے تو مطلق خبر نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ ملک شام کی طرف بطور مسافر روانہ ہوئے۔ عالم توکل میں جس منزل پر پہنچتے۔ آبادی سے دور ویرانے میں رات بسر کرتے۔ عالم غیب سے آپ کو کھانا پہنچ جاتا جب دن ہوتا تو پھر روانہ ہوتے جب شام میں پہنچے تو وہاں پر ایک بزرگ کو دیکھا جو ازحد یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو جاگتا رہتا۔ اندر جا کر اسے سلام کیا۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ تو دل میں خیال آیا کہ یہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے۔ اسے روزی کہاں سے ملتی ہے؟ جونہی یہ خیال آیا اس بزرگ نے فرمایا اے خواجہ! تقریباً ستر سال سے میں اس غار میں رہتا ہوں۔ مجھے عالم غیب سے روزی پہنچ جاتی ہے۔ آج کی رات اگو تو میرے ہاں مہمان رہے تو تجھے میرے توکل کا

ذوق معلوم ہو جائے۔ کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔

الغرض! آپ نے شام کی نماز اس بزرگ کے ہمراہ ادا کی تو اتنے میں ایک شخص شیر پر سوار دستر خوان لے کر آ پہنچا جب نزدیک آ گیا تو شیر سے اتر کر دستر خوان اس بزرگ کے پاس رکھ کر آپ دست بستہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ بزرگ نماز سے فارغ ہوا تو فرمایا کہ خوانچہ آگے لاؤ ابھی کھانا نہ شروع کیا تھا کہ اور صوفی آ گئے۔ الغرض! سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس بزرگ نے زمین پر ہاتھ مارا تو ایک چشمہ بہہ نکلا جس سے سب نے مل کر پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کیا اور اللہ اکبر کہا اور بیٹھ گئے۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اے خواجہ! تو کہتا تھا کہ یہ کہاں سے کھاتا ہے دیکھ میری روزی اس طرح مجھے پہنچتی ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص عالم توکل میں حق تعالیٰ کے کرم پر بھروسہ کرتا ہے اسے عالم غیب سے روزی پہنچتی ہے اور جو کچھ وہ طلب کرتا ہے اسے مل جاتا ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کر کے اٹھ بیٹھے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

بارھویں فصل

ذکر طاقیہ

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت بغداد سے آئے ہوئے چند صوفی اور شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔ لاطیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قاضی ابو یوسف کی روایت کے مطابق کلاہ دو قسم کی ہے ایک لاطیہ' دوسرے ناشزہ۔ لاطیہ سر سے نیچے کی ہے ناشزہ وہ جو سر سے اوپر اٹھی رہے پہلی قسم کی کلاہ آنحضرت ﷺ نے بھی سر مبارک پر پہنی ہے دوسری سیاہ ہوتی ہے جو بعض مشائخ سر پر رکھتے ہیں لیکن اسے رسول کریم ﷺ نے بہت کم سر مبارک پر رکھا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یاروں کو حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے اور صوفیانہ کلاہ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آ کر قاضی صاحب سے سوال کیا کہ آیا پیغمبر خدا ﷺ نے سیاہ کلاہ پہنی ہے یا سفید؟ قاضی صاحب نے جواب دیا' سفید۔ پھر اس نے پوچھا کہ لاطیہ پہنی ہے یا ناشزہ؟ فرمایا لاطیہ' سائل نے کہا آپ نے تو سیاہ اور ناشزہ سر پر پہنی ہوئی ہے اس صورت میں آپ نے آنحضرت ﷺ کی دو سنتوں کی مخالفت کی اور پھر حدیث کا ذکر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے سوچ کر فرمایا کہ تو نے یہ دو باتیں جو مجھ سے کی ہیں یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو حق کی خاطر ہیں یا مجھے دکھ دینے کے لئے۔ اگر حق کی خاطر ہیں تو منظور۔ لیکن اگر میری تکلیف کے واسطے ہیں تو تجھ پر افسوس ہے۔ سائل نے کہا میں نے حق کی خاطر کی ہیں۔ اس واسطے کہ آپ دین کے امام ہیں آپ کو خلاف سنت کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔

کلاہ صوفیاء (طاقیہ)

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش۔ کلاہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے کہ حضرت

جبرائیل علیہ السلام بہشت سے چار کلاہ لائے اور آنحضرت ﷺ کو دیئے اور عرض کی یارسول اللہ فرمان الٰہی یوں ہے کہ انہیں پہلے خود سر مبارک پر کرو اور پھر جسے مرضی ہو دو اور اپنا خلیفہ بناؤ۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے خود سر مبارک پر رکھے اور پھر امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک گوشیہ کلاہ عنایت کر کے فرمایا۔ یہ آپ کا کلاہ ہے جسے مرضی ہو عطا کرنا پھر دو گوشیہ کلاہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت کر کے فرمایا یہ آپ کا کلاہ ہے جسے چاہیں عنایت فرمائیں پھر سہ گوشیہ کلاہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو مرحمت کر کے فرمایا یہ آپ کا کلاہ ہے جسے چاہیں دیں پھر چار گوشیہ کلاہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ اے علی! یہ کلاہ تیرا ہے صوفیاء میں سے جسے چاہے عنایت کر مجھے فرمان یہی تھا کہ چوگوشیہ ٹوپی علی کو دینا۔

طاقیہ کے حق دار کون؟

پھر فرمایا کہ اے درویش! کلاہ سر پر وہ شخص رکھتا ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کرے اور دولت مندوں اور اہل دنیا کی صحبت کو ترک کر دے اور کلاہ کا جو حق ہے ادا کرے تاکہ قیامت کے دن جناب رسول کریم ﷺ اور خلفاء اور مشائخ طبقات سے شرمندہ نہ ہووے۔ پھر فرمایا کہ ٹوپی سر پر لینا تو سہل ہے لیکن اس کے احکام وشرائط بجالانا بہت مشکل ہیں اگر اس کے احکام وشرائط کا ایک ذرّہ بھر بھی بجا نہ لایا جائے تو جھوٹا مدعی ٹھہرتا ہے۔ نہ کہ صدیق اور راست گو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے ارادے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ ایک سال تک لگاتار اس سے خدمت لیتے پھر جب دیکھتے کہ کلاہ کے لائق ہو گیا ہے تو کلاہ عنایت کر کے فرماتے کہ دیکھ! اگر تو کلاہ کے حق ادا کرے گا تو تجھے نجات حاصل ہوگی ورنہ رسول خدا ﷺ کا کلاہ خود تجھے سزا دے گا۔

ایک دفعہ بدخشاں کا کوئی بزرگ زادہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کلاہ لینے کے لئے ملتمس ہوا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کے باطن میں نگاہ کی تو

اسے دنیاوی آلائشات میں ملوث پا کر انکار کر دیا۔ وہ اس ولایت کے بزرگ کی سفارش لایا تو آپ نے کلاہ عنایت کر کے فرمایا کہ دیکھ! تو کلاہ تو لیتا ہے لیکن اس کی قدر نہیں کرے گا جو اس کی قدر کرتا ہے وہ دنیا کے فریب میں نہیں آتا۔ اس نے اس بات کا کچھ خیال نہ کیا کلاہ لے کر بدخشاں گیا۔ اپنی عادت کے مطابق برے کاموں میں مشغول ہو گیا اور کلاہ اتار کر طاق میں رکھ دیا۔ جب یہ خبر خواجہ صاحب نے سنی تو فرمایا کہ یہ کلاہ اس کی خبر کیوں نہیں لیتا۔ چنانچہ بہت مدت گزرنے نہ پائی کہ وہ بزرگ زادہ کسی تہمت میں گرفتار ہوا اور اس کی آنکھیں نکالی گئیں جن کے درد سے وہ فوت ہو گیا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس زمانے میں اب کلاہ بازی ہوتی ہے۔ جو چاہتا ہے سر پر رکھ لیتا ہے لیکن اس کا ذرہ بھر بھی حق بجا نہیں لاتا۔

کلاہ اور خرقے کا احترام

پھر فرمایا کہ چونکہ کلاہ اور خرقے کی بے عزتی کرتے ہیں اس لئے اس زمانے میں خیر اور برکت نہیں رہی اکثر اہل خرقہ وکلاہ قمار خانوں اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں رہتے ہیں جس زمانے میں اس قسم کے اہل خرقہ وکلاہ ہوں اس میں برکت کیا ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی ہزار شکر ہے کہ بلا نازل نہیں ہوتی اگر نازل ہو تو پہلے اہلِ خرقہ وکلاہ پر ہو اور بعد میں خلقت پر۔

پھر فرمایا کہ اس درویش کی نسبت نہایت تعجب ہے جو رسول خدا ﷺ کی کلاہ سر پر رکھ کر اس کی حق ادائی نہیں کرتا اور دولت مندوں اور امراء کی خدمت میں جاتا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی صورت مسخ نہیں ہو جاتی اور وہ خلقت میں رسواء کیوں نہیں ہوتا۔

طاقیہ کے مستحق کون

پھر فرمایا کہ پیر کو کلاہ اس شخص کو دینا چاہیے جس کا ظاہر و باطن روشن ہو جب کوئی کلاہ کا خواستگار ہو تو پہلے نور معرفت سے اس کے باطن کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کرے جب اس کا ظاہر و باطن پاک ہو جائے اور کسی قسم کی آلائش باقی نہ رہ جائے تو پھر کلاہ دے

اگر ایسا نہ کرے گا تو خود بھی گمراہ ہو گا اور اس مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ پس اے درویش اتنے اہل خرقہ وکلاہ جو روزی کی خاطر در بدر ہوتے ہیں اور روٹی کے محتاج ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ بد دیانت ہیں یعنی کلاہ سر پر رکھ کر اس کا حق ادا نہیں کرتے اس واسطے وہ بد روزگاری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اہل کلاہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے، جب کسی اہل کلاہ کو بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتا دیکھ لیا جائے تو اس سے کلاہ چھین لینی چاہیے کیونکہ وہ کلاہ کے لائق نہیں اس واسطے کہ رسول اکرم ﷺ کی کلاہ سر پر رکھ کر امیروں اور بادشاہوں کے پاس جا کر اس کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خواجہ اَجل شیرازی کی خدمت میں حاضر تھا آپ کے ایک مرید کی نسبت آپ سے کسی نے شکایت کی کہ وہ آپ سے پوشیدہ بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتا ہے فوراً آپ کی زبان سے نکلا کہ ہمارے پیر کی کلاہ اس کی گردن کا مہرہ کیوں نہیں توڑتی ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ مرید چھت سے گرا اور اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ اگر ایک لاکھ آدمی بھی مرید ہونے کی نیت سے آتے تو سب کو کلاہ عنایت فرماتے اور کلاہ دے کر یہ فرماتے کہ جو اس کلاہ کا حق ادا نہیں کرے گا وہ میرے پیر کی بیعت پر نہیں اور یہی کلاہ اسے سزا دے گی لیکن آپ کے مریدوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا جس نے کلاہ کی حق ادائی میں کمی کی ہو۔

طاقیہ کا عدم احترام

پھر فرمایا کہ اہل کلاہ کو کلاہ سزا تو دیتی ہے لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ سزا کہاں سے ملی ہے اگر وہ کلاہ کا حق ادا کریں تو کبھی مصیبت و آزمائش کا نشان تک ان میں نہ پایا جائے اور دنیا و آخرت میں بالکل محفوظ رہیں۔ پھر فرمایا کہ اہل کلاہ کی جو بے عزتی ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرتے اے درویش! کلاہ کے چار گوشے ہیں۔ پہلا شریعت کا دوسرا طریقت کا تیسرا معرفت کا اور چوتھا حقیقت کا۔ پس جو ان

چاروں خانوں میں استقامت اختیار کرے گا اس کے لئے کلاہ سر پر کرنی جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پیر طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے! فرمایا۔ جو اٹھارہ ہزار عالم سے بیزار ہو۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جب تک تو چاروں عالموں سے اپنے آپ پر نگاہ نہیں رکھ سکتا۔ تیرے لئے کلاہ پہننا واجب نہیں۔

اوّل: عالم چشم ...... یعنی آنکھ کو تمام نا قابل دید چیزوں کے دیکھنے سے روکے۔

دوسرے: عالم گوش ..... یعنی کانوں کو نا قابل شنید باتوں کے سننے سے روکے۔

تیسرے: عالم زبان ...... جب تک تو زبان کو گونگا نہ بنائے گا۔ کلاہ کا مستحق نہیں ہوگا۔

چوتھے: عالم دست و پائے ...... جب تک ہاتھ پاؤں کو ممنوعہ افعال سے نہ روکے گا۔

کلاہ کے لائق نہیں ہوگا جو یہ چاروں باتیں بجالاتا ہے اس کے لئے جائز ہے کہ کلاہ سر پر رکھے۔

ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے۔ فرمایا! اس کے لئے جو کلاہ پہن کر **دنیا و ما فیھا** کو تین طلاقیں دے دے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اہل کلاہ میں سے صادق کون ہے؟ فرمایا' جو اپنا تمام مال واسباب راہ خدا میں صرف کردے اور اپنے لئے کچھ بھی نہ بچا رکھے۔

کلاہ کے کونے

پھر فرمایا کہ خواجہ عبد اللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کلاہ کے چار کونے ہیں۔ پہلا اسرار و انوار کا۔ دوسرا محبت و توکل کا۔ تیسرا عشق و اشتیاق کا۔ اور چوتھا رضا اور موافقت کا۔ پس جب کوئی شخص کلاہ سر پر کرتا ہے تو یہ چاروں چیزیں اس کی چوٹی میں جمع ہوتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ پہلا خانہ اسرار و انوار کا۔ دوسرا محبت و توکل کا۔ تیسرا عشق و اشتیاق کا

اور چوتھا رضا اور موافقت کا ہے۔ تو پھر لوگ اپنے تئیں کیوں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں اور جب کلاہ پہنتے ہیں تو پھر کیوں اس کا حق ادا نہیں کرتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک درویش میرے پاس آیا اس وقت میں اور قاضی حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک مجلس میں تھے اور کلاہ کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ کلاہ دوست کا مونس ہے۔ حق تعالیٰ کے عشق و محبت سے مرکب ہے۔ پس اس راہ میں حقیقت کا عاشق وہ شخص ہے جو اس کلاہ کی قدر جانتا ہے اور فرمایا کہ یہ رباعی کلاہ کے بارے میں آپ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔

در طاقیہ فقر و زہد و شوق است ہمہ   اسرار جمالِ دوست ذوق است ہمہ
چوں برسرِ خود بنہادی آں مونس دوست   می سوزر عشق او کہ شوق است ہمہ

ترجمہ: کلاہ میں فقر، زہد اور شوق سب کچھ ہے دوست کے جمال کا اسرار سب کچھ ہے۔
دوست کا محبّ ہی اُسے سر پر سجاتا ہے اس کے عشق میں جل جاؤ کہ کمال شوق یہی ہے۔

دین و دنیا کی سعادت

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے سلوک اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ کلاہ پوش جس قدر طاعت و عبادت اور مجاہدہ کرتا ہے اسی قدر اس پر رحمت حق کا سایہ ہوتا ہے اس واسطے کہ کلاہ رحمت الٰہی کا سائبان ہوتا ہے جب قیامت کو صاحب کلاہ اٹھیں گے تو وہ کلاہ دوزخ اور صاحب کلاہ کے درمیان حجاب ہو جائے گا۔ جس کی لمبائی پانچ سو سالہ راہ کے برابر ہوگی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک واصل سے سنا کہ انسان اس وقت تک خدا رسیدہ نہیں ہوتا جب تک کلاہ نہ پہنے اور کسی کا مرید نہ بنے اور بہت مجاہدہ نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ دین و دنیا کی سعادت کس چیز میں ہے۔ فرمایا' میں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ دین و دنیا کی سعادت کلاہ میں رکھی ہے جو اسے پہن کر اس کا حق ادا کرتا ہے اسے دین و دنیا کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی کلاہ پوش کسی ایسے کام میں مشغول ہوا۔ جس میں حق

تعالیٰ کی رضا نہ تھی جب اس کام سے فارغ ہوا تو آواز آئی کہ اے مدعی! تو رسول اللہ ﷺ کی کلاہ سر پر کر کے ایسے فعل کرتا ہے یا تو یہ فعل قبیحہ چھوڑ دے یا سر پر سے کلاہ دور کر اور کسی ایسے شخص کو دے جو اس کا حق ادا کر سکے اس نے یہ سن کر اس فعل سے بالکل توبہ کر لی اور خانہ کعبہ میں چالیس سال تک معتکف رہا۔ آخر جب فوت ہوا تو وہیں اس کا مدفن بنایا گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ درویش خلق کو کلاہ اس وقت عنایت کر سکتا ہے جبکہ اس میں چار باتیں پائی جائیں۔

اوّل قضائے حاجت کے سوا مصلّے سے نہ اٹھے اور کٹیا کا دروازہ کسی کے لئے کھلا نہ رکھے مگر اس وقت جبکہ عالم غیب سے کوئی چیز میسر ہو۔

دوسرے جب کوئی کلاہ کے لئے ملتمس ہو تو جب تک نور باطنی سے اس کے ظاہر و باطن کو روشن نہ دیکھ لے کلاہ نہ دے۔

تیسرے اس کے جماعت خانے میں علم کا چرچا ہو۔ جب کوئی کسی چیز کی بابت اس سے سوال کرے تو فوراً شافی و کافی جواب دے۔ یہ نہ کہے کہ فلاں کتاب میں دیکھو۔

چوتھے اسے ولایت حاصل ہو یعنی مرید کا ہاتھ پکڑتے ہی اسے خدا رسیدہ بنا دے۔ ولایت یا تو کسی اہل کو دے کر فوت ہو اگر کوئی لائق نہ ملے تو سب ہمراہ لے جائے جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کئے تو ظہر کی نماز کی اذان ہوئی آپ اٹھ کر دولت خانے میں تشریف لے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

تیرھویں فصل

درویشی

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت مولانا محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ عزیز درویش' مولانا یحییٰ غریب رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ جمال الدین عرف غریب' شیخ علاؤالدین درویش رحمۃ اللہ علیہ اور' اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! درویشی دراصل وہ تھی جو رسول کریم ﷺ کو حاصل تھی کہ اختیار سے فقر قبول کیا اور گودڑی پہنی جب پہنی تو حکم ہوا کہ حجاب عظمت سے لے کر آسمان تک کے سارے فرشتے گودڑی پہنیں۔ جب سب نے پہنی تو سجدے میں سر رکھ کر عرض کی کہ اے پروردگار! ہمیں مطلع فرمائیں کہ کس کی موافقت سے ہم نے یہ گودڑی پہنی۔ فرمایا گیا کہ رسول خدا ﷺ کی موافقت سے جو میرا حبیب ہے اور جس نے آج گودڑی پہنی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر رسول اللہ ﷺ درویشی قبول نہ فرماتے تو درویشی کی برکت اس جہان میں نہ ہوتی اور کوئی زندہ نہ رہتا سب ہلاک ہو جاتے۔

درویش کا مقام

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ دنیا اور اہل دنیا کس بات (بنیاد) پر قائم ہیں۔ فرمایا' درویشوں کے قدموں کی برکت سے اے عیسیٰ! اگر درویش جہان میں نہ ہوتے یا زمین انہیں قبول نہ کرتی تو دولت مندوں کو میرا قہر نگل جاتا اور سب کو ہلاک کر دیتا۔ پھر فرمایا کہ اگر محبت ہے تو یہی درویشوں کی محبت ہے۔

جب شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے جماعت خانے میں کوئی درویش نہ آتا تو فرماتے کہ آج نعمت مجھ سے لے لی گئی ہے کہ کوئی درویش نہیں آیا۔

درویش سے محبت

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر یہ فرمان الٰہی سنایا کہ اے میرے حبیب (ﷺ)! جو لوگ فقیروں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں تُو ان کے ساتھ دوستی کر اور ان سے مل بیٹھ۔ پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ صابر درویش کی دو رکعت نماز کو شاکر دولت مندوں کی ستر رکعتوں پر شرف حاصل ہے شاکر دولت مند وہ ہوتا ہے جو اپنا مال و اسباب راہ خدا میں صرف کر دے۔ پھر فرمایا کہ حضرت سلیمان صلوٰۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب افطار کا وقت ہوتا مسجد کے دروازے پر جا بیٹھتے جو بھوکا درویش ہوتا اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور پھر واپس جاتے۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن درویشوں سے معافی مانگی جائے گی اور دولت مندوں سے حساب لیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن درویشوں کو حکم ہوگا کہ ترازوئے صراط کے پاس جا کر ان اشخاص کو اپنے ہمراہ بہشت میں لے جاؤ۔ جنہوں نے دنیا میں تم سے نیک سلوک کیا۔

درویش کو ستانے کی سزا

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن بعض ایسے آدمی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں طاعت نماز روزہ وغیرہ سب کچھ کیا ہوگا لیکن دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا' وہ پوچھیں گے کہ ہم نے تو دنیا میں نیک عمل کئے پھر کیوں دوزخ میں بھیجا جاتا ہے؟ حکم ہوگا کہ تم نے دنیا میں درویشوں سے روگردانی کی بعض آدمی ایسے ہواں گے جنہوں نے دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ بلکہ گناہ در گناہ کرتے رہے ہیں ان کے لئے بہشت میں جانے کا حکم ہوگا۔ وہ حیران رہ جائیں گے کہ ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا پھر کس سبب سے ہمیں بہشت کا حکم ہوا ہے فرمان ہوگا کہ گو تم نے دنیا میں گناہ کئے ہیں لیکن تمہارے دلوں میں درویشوں کی محبت تھی اور تم نے ان سے نیک سلوک کیا جس کی برکت سے تمہیں جنت جانا نصیب ہوا کوئی راحت درویشوں کی محبت سے بڑھ کر نہیں لیکن یہ ہے دشوار کام۔ فاقہ کی رات درویش کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے۔

درویشوں کا فیضان

پھر فرمایا کہ اگر شہروں اور مقاموں میں درویشوں کی برکت نہ ہوتی تو غیر آباد ہو جاتے جو شہر و مقام دنیا میں آباد ہیں وہ سب درویشوں کی برکت سے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اگر درویشوں کی دعا نہ ہوتی تو ہم سارے شہروں اور مقاموں کو برباد کر دیتے تمام جہان انہیں کی برکت سے قائم ہے۔

پھر فرمایا کہ درویش کو کسی شہر سے آزردہ دل ہو کر نہیں جانا چاہیے۔ نہیں تو وہ شہر برباد ہو جائے گا۔

پھر فرمایا کہ شیر خان والئی ملتان میرا چنداں معتقد نہ تھا میں نے بہتیری طرح سمجھایا کہ درویشوں سے کینہ رکھنا اچھا نہیں کیونکہ اس سے ملک میں خلل آتا ہے لیکن اس نے پروانہ کی چنانچہ ایک دفعہ مغلوں نے اس پر حملہ کیا جس میں اور کوئی نہ مارا گیا صرف شیر خان ہی مارا گیا پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا

درویش را بشہر نبودے اگر قیام گشتی سراسر ایں ہمہ عالم خراب حال

ترجمہ: اگر درویش کا شہر میں قیام نہ ہوتا تو یہ تمام عالم ویران اور خستہ حال ہو جاتا۔

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر مقام یا محلے کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے یا مصیبت قحط اور وبا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے یا لوگوں کو پریشان اور تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس شہر و مقام یا محلے سے مشائخ اور علماء کو اٹھا لیتا ہے۔

لاہور کی تباہی

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ لاہور شہر اس طرح خراب ہوا کہ اس شہر میں ایک بزرگ بدحسن نام رہتا تھا جو تارک الدنیا تھا جس روز مغل لاہور آنے والے تھے۔ وہ جامع مسجد میں گیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے مسلمانو! اب ہم اس شہر سے جاتے ہیں۔ کسی نے یہ نہ پوچھا کہ کیوں جاتے ہو؟ بلکہ کہا کہ بہتر ہے اگر ایسا درویش یہاں سے چلا جائے۔ جب آپ شہر چھوڑ گئے تو مغلوں نے شہر کو تاخت و تاراج کیا اور لوگوں کو قید کر کے لے گئے۔

پھر فرمایا کہ جب شہر سے کوئی درویش یا عالم فوت ہو جاتا ہے تو فرشتے اس کی موت پر افسوس

کرتے ہیں اور روتے ہیں۔ پس! جس شہر میں درویش نہیں۔ اس شہر میں خیر و برکت نہیں۔

دنیا کو ترک کرنا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک درویش کے پاس گئے جو سویا ہوا تھا اسے جگا کر فرمایا کہ اٹھ! اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی ہے جس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ پوچھا وہ کیا؟ کہا' دنیا کا ترک۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ عن اللّٰہ تعالٰی تقلیل من عمل پھر فرمایا۔ جو شخص درھم و دینار چھوڑے بغیر دنیا سے گزر جائے وہ مسکین ہے اور اس کے بارے میں رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ بہشتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ سے سائل نے کچھ مانگا۔ اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی سائل محروم چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ کے دل مبارک میں خیال آیا کہ اگر دنیا کی کوئی چیز میرے پاس ہوتی تو سائل محروم تو نہ جاتا۔ یہ خیال آتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے دین و دنیا کے خزانوں کی چابیاں لا رکھیں کہ اگر جناب چاہیں تو استعمال کر سکتے ہیں۔ مسکرا کر فرمایا کہ جس نے اپنے خیال سے فقیری پسند کی ہو وہ ان خزانوں کو کیا کرے گا؟

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ "اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ صدقہ دو آخرت کو تمہارے کام آئے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔

عظمت درویشی

پھر فرمایا کہ درویشی اس بات کا نام ہے جو شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی کہ صبح سے شام تک جو آتا بغیر کچھ کھائے نہ جاتا۔ پھر فرمایا کہ ایک درویش شیخ سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نام جو جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے آپ کے ہاں اکثر فاقہ ہوتا۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے ایک مرتبہ میں تین دن تک خانقاہ میں رہا کسی قسم کا کھانا نہ پکا۔ درویش اور آپ صرف خربوزوں پر گزارہ کرتے رہے جب یہ خبر والئی شہر نے

سنی تو کہا کہ شیخ صاحب ہم سے کوئی چیز تو لیتے نہیں۔ ہم کیا کریں؟ یہ کہہ کر کچھ نقدی بھیجی کہ آپ کے خادم کو دینا اور اسے کہنا کہ تھوڑی تھوڑی کر کے خرچ کرے۔ سپاہی نے آکر خادم کو روپیہ دیا اور کہا کہ جیسی مصلحت دیکھو روپیہ خرچ کرو لیکن شیخ صاحب کو اس بات کی اطلاع نہیں دینا خادم آپ سے چھپا نہ سکا آخر یہ کہہ ہی دیا پوچھا' کون لایا تھا اور کہاں کہاں اس نے قدم رکھا تھا وہاں کی مٹی کھود کر باہر پھینک دو اور خادم کو مع روپیہ باہر نکال دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخاوت

پھر فرمایا کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہاں متواتر چھ روز فاقہ رہا تو ساتویں دن جب تھوڑا کھانا میسر ہوا تو کھانے ہی کو تھے کہ سائل نے آکر کہا کہ میں نے سات روز سے کچھ نہیں کھایا خدا کے نام پر کچھ دو! آپ رضی اللہ عنہ نے فرزندوں کے آگے سے کھانا اٹھا کر اسے عنایت کیا اور فرمایا کہ اسے سات روز کا فاقہ ہے اور ہمیں چھ روز کا اسے دینا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! درویشی اسی کا نام ہے جو آنجناب ﷺ کو حاصل تھی جب درویش مراقبہ میں سر نیچا کرتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم کو دیکھ آتا ہے اور جب قدم زنی کرتا ہے تو عرش سے تحت الثریٰ تک پھرتا ہے یہ درویشوں کا پہلا مرتبہ ہے پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

چو درویش در عشق گردد فرود بیکدم سر از عرش بالا کند

ترجمہ: جب درویش عشق کی گہرائی میں اُتر آتا ہے تو یک دم اُس کا سر عرش سے بھی اونچا ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! عاشقوں کے دل ہر وقت حجاب عظمت کا طواف کرتے ہیں اگر تھوڑی دیر عاشق کا دل اس نعمت سے محروم رہے۔ تو عاشق ناچیز ہو جاتا ہے۔ ان کے دلوں پر متواتر انوار تجلی اور اَسرارِ الٰہی نازل ہوتے رہتے ہیں اور وہ ان میں مستغرق رہتے ہیں۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کیے تو اٹھ کر اندر چلے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

چودھویں فصل

دنیا کی محبت اور عداوت

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی مولانا بہاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا شہاب الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے محبت اور عداوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو دنیا سے محبت کرتے ہیں اور ہر وقت اس کی یاد میں رہتے ہیں اور اس کی طلب کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو اسے دشمن سمجھتے ہیں اور اس سے محبت نہیں کرتے۔ بعض ایسے ہیں کہ نہ اسے دوست سمجھتے ہیں نہ دشمن۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! تیسری قسم کے لوگ پہلی دو قسموں سے اچھے ہیں۔

دنیا پرست کون؟

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آ کر دنیا کو برا بھلا کہنا شروع کیا رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا صاحب! چلے جاؤ میرے پاس نہ آنا کیونکہ تو دنیا کا دوست معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تو اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ کہرام کے علاقے میں شیخ بدنی رحمۃ اللہ علیہ رہتا تھا جو از حد تارک الدنیا تھا چنانچہ کپڑا بھی نہیں پہنا کرتا تھا اگر کوئی شخص اس کے پاس دنیا یا اہل دنیا کا ذکر کرتا تو پھر اسے پاس نہ آنے دیتا اور کہتا کہ تو دنیا کا عاشق ہے اس واسطے کہ جو اپنے معشوق کو دوسرے کے پاس دیکھتا ہے تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتا ہے وہ درویش نماز زیادہ پڑھا کرتا اور کہا کرتا کہ افسوس! بہشت ایسی اچھی جگہ ہے۔ پر اس میں نماز نہیں۔ اس وقت ایک

عزیز نے عرض کی کہ اگر پیر خود دنیا دار ہو اور مریدوں کو ترک دنیا کے واسطے کہے۔ تو فرمایا۔ اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وعظ ونصیحت صرف کہنے سے اثر نہیں کرتی تاوقتیکہ خود نمونہ بن کر نہ دکھایا جائے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ اکثر دنیا کا ذکر کرتے ہیں فرمایا کہ وہ دنیا کے دوست ہیں چونکہ اپنی معشوقہ کو دوسروں کے ہاتھ دیکھتے ہیں تو اس سے محبت کی زیادتی کی وجہ سے یاد کرتے ہیں اور دن رات اسی کا ذکر اذکار کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ دنیا کیا ہے اور کن لوگوں کی جگہ ہے۔ فرمایا' دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں دنیا کو منافق کے سوا کوئی نہیں طلب کرتا۔ یہ منافقوں کا مقام ہے بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب تو کسی درویش کو دنیاوی جاہ ومنزلت کی طلب میں دیکھے تو جان لے کہ ابھی وہ گمراہی کے جنگل میں ہے۔

پھر فرمایا کہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے مرتبہ کہاں سے پایا؟ فرمایا' میں نے دنیا کو تین طلاقیں دیں۔

پھر فرمایا کہ دنیا سے جس قدر محبت کرے گا اسی قدر آخرت سے دور رہے گا پس مولا اور بندے کے درمیان جو حجاب ہے تو یہی دنیا ہے اور فساد کی جڑ ہے تو یہی ہے چنانچہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ:

طَالِبُ الدُّنیَا لَا یَکُوْنُ بنا لِلْمُوْلٰی۔ ''دنیا کا طالب مولیٰ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔''

پھر فرمایا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے تو بھی اسے دشمن سمجھ اور اس کے پاس بھی نہ بھٹک اور اس کی دوستی یا دشمنی کا ذکر کسی سے بھی نہ کر۔

پھر فرمایا کہ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے قہر کی وجہ سے دیکھا بھی نہیں۔ پس وہ شخص بہت ہی نادان ہے جو ایسی چیز سے محبت کرے جسے اللہ تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتا ہے دنیا اس کی خدمت کرتی ہے اور جو دنیا کی طاعت کرتا ہے وہ رنج و مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص قدر اللہ تعالیٰ سے غافل ہے اسی قدر دنیا میں مشغول ہے پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ دنیا میں تین کام سب کاموں سے بہتر ہیں۔ اوّل۔ دنیا کو پہچاننا اور اس سے بچنا۔ دوسرے حق تعالیٰ کی طاعت کرنا اور ادب ملحوظ رکھنا۔ تیسرے آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب میں کوشش کرنا۔

تین باتوں پر عمل کرنا

پھر فرمایا کہ اس راہ میں مرد وہی ہے جو ان تینوں باتوں پر عمل کرے۔

اوّل: دنیا سے بچار ہے۔

دوسرے: مرنے سے پہلے گور کے لئے تیاری کرے۔

تیسرے: حق تعالیٰ کو دیکھنے سے پہلے اسے خوش کر دے۔

دنیادار دوزخ میں

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیادار دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ نہ اس واسطے کہ انہوں نے کوئی گناہ کیا ہے بلکہ اس واسطے کہ اہل دنیا اور ان سے محبت کرنے والے ان کی بے عزتی دیکھ لیں اور افسوس کریں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنی میں میں نے ایک درویش کو دیکھا جو ازحد یادِ الٰہی میں مشغول تھا اس کے پاس چھ مہینے رہا اس عرصے میں اس کی زبان سے دنیا کا نام تک نہ سنا اگر اتفاقاً کبھی دنیا کا ذکر کرتا تو صبح سے شام تک روتا رہتا۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ تقریباً تیس سال کا عرصہ گزرا ہے کہ ایک شخص نے میرے پاس آکر دنیا کے بارے میں کچھ کہا میں نے بھی اس سے موافقت کی اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے فقیر! ہماری باتیں ہوں گی یا دنیا کی؟ سو اس دن سے لے کر آج تک شرمندگی کے مارے رو رہا

ہوں کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا؟

موت کو یاد کرو

پھر فرمایا کہ سلوک کے بارے میں لکھا ہے اَكْثِرُوا ذِكْرَهَا دِمَ لِنَفْسِ وَهَادِمَ الُــذَّاتِ یعنی لذتوں میں رخنہ انداز اور جانوں کو مٹانے والی چیز (یعنی موت) کو یاد کرو جو ہمیشہ موت کو یاد رکھتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے جو شخص جس قدر موت سے غافل ہو گا' اسی قدر دنیا کا ذکر اس کے دل میں محکم ہوگا۔ طاعت اس کے دل پر گراں گزارے گی اور گناہ آسانی سے کرے گا۔

برائیوں کا گھر

پھر فرمایا کہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام بدیاں اگر گھر میں جمع کی جائیں تو وہ گھر دنیا سمجھو۔ پس جس کے دل میں دنیا کی محبت محکم ہے وہ خدا سے دور ہے جس پر دنیا تنگ ہے سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔

پھر فرمایا کہ دنیا کو ہر روز پانچ مرتبہ ندا آتی ہے کہ اے دنیا! تو ہمارے دوستوں کے لئے تلخ ہو جا تا کہ وہ تجھے نیک نگاہ سے نہ دیکھیں اور اپنے طالبوں کے لیے میٹھی بن جا تا کہ وہ تیرا ذکر زیادہ کریں اور انہیں مزہ دے تا کہ وہ رنج و مصیبت میں پھنسیں۔

پھر فرمایا کہ خواجہ عبد اللہ مبارک ہر وقت تجرید میں رہتے جو آپ کے پاس آتا محروم نہ جاتا آپ کی یہ عادت تھی کہ شام کی نماز ادا کر کے مریدوں کے حجروں میں پھرتے۔ اگر کھانا پانی بطور ذخیرہ ان کے پاس دیکھتے تو فرماتے کہ یہ محتاج درویشوں کو دے دو اور پانی گرا دو۔ کیونکہ ذخیرہ کرنا درویشی نہیں اور اپنے مریدوں میں سے جس کو دنیا کا ذکر کرتے ہوئے سنتے۔ خانقاہ سے باہر نکال دیتے اور پھر اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ پھر فرمایا کہ آپ کے پاس بہت سا مال و اسباب تھا جب اور مال آتا تو ایک شخص کے حوالے کر دیتے جو محافظ بیت المال تھا کہ تم ہی اس کا حساب رکھو! اپنے پاس بھی نہ آنے دیتے تا کہ دنیا کے کام میں مشغول نہ ہو جائیں۔

سلطان شمس حضرت بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

اے درویش! ایک مرتبہ سلطان شمس الدین نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اشرفیوں کی چند تھیلیاں بھیجیں جونہی آدمیوں کو لاتے ہوئے دیکھا دور سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ! اور جا کر کہہ دو کہ ہم نے تو تجھے اپنا دوست سمجھا تھا لیکن تو دشمن نکلا کیونکہ تو نے ہمارے پاس وہ چیز بھیجی جسے حق تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے اس کے طالب اور بہت ہیں ان کو دو۔

گوشہ نشینی دنیا سے

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک دنیا سے تنہائی اختیار کی آپ خراسان میں معتکف ہوئے اس چالیس سال کے عرصے میں آپ کی خوراک صرف سبزی تھی مگر اس عرصے میں جو شخص آپ کی زیارت کو جاتا اسے خادم کہتا کہ خبردار! آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دنیا کا ذکر نہ کرنا نہیں تو زیارت کی سعادت سے محروم رہ جائے گا۔

الغرض! ایک روز اس ولایت کا حاکم آپ کی زیارت کے لئے آیا اور کچھ نقدی لایا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا اور دنیا کی بابت کوئی حکایت بیان کی خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ او دشمن خدا! تو نے کہاں کا کینہ مجھ سے لیا کہ خدا کے دشمن کو پکڑ کر میرے پاس لانا تو دوستی کی بات نہ تھی جو تو نے کی اسے لے جا اور اس کے طالبوں کو دے یہ فرما کہ اپنا بوریا (جس پر آپ بیٹھے تھے) اٹھایا اور فرمایا دیکھ! جب نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ زر و دینار کی ندی بہہ رہی ہے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور سر قدموں پر رکھ دیئے اور معافی مانگی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جس کے پاس اس قدر خزانے ہوں اسے ان مردار پیسوں کی کیا حاجت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ خواجہ صاحب اسے دینار دیں اور جہاں پر خواجہ صاحب بیٹھے ہیں وہاں دودھ کی ندی جاری ہو۔ ابھی وہ دور ہی تھا کہ خواجہ

صاحب نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دوست خدا آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ چیز کو طلب کرتے ہیں۔ چونکہ تیرے دل میں یہ خیال ہے۔ اس لئے اس اینٹ کو جس پر تو بیٹھا ہے' اٹھا جب اٹھائی تو نیچے اشرفیوں کا ڈھیر پایا۔ فرمایا اٹھا لے' یہ تیرا ہی حصہ ہے۔ جب اس نے وہ ڈھیر اٹھالیا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تیری خواہش دودھ چاول کی ہے سو تیرے آگے ہے' کھا۔ جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ دودھ چاول کی ندی بہہ رہی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین چشتی راہ چل رہے تھے راستے میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی تھی ایک کڑی اوپر لیجانا چاہتے تھے لیکن وہ اور کڑیوں سے دو گز چھوٹی تھی بچارے حیران تھے کہ کیا کریں خواجہ صاحب نے فرمایا اوپر چڑھا کر مجھے اطلاع دینا۔ جب اوپر چڑھائی گئی تو آپ نے دیوار پر چڑھ کر اسے کھینچا تو دوسری کڑیوں کی نسبت ایک گز لمبی ہوگئی چنانچہ آج تک اسی طرح دیوار کے باہر ہے۔

حضرت خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا سے دوری

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی کے پیر خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اکثر عالم تحیر میں رہتے چنانچہ تیس سال تک نہیں سوئے آپ کا مجاہدہ آپ ہی کو حاصل تھا چنانچہ سال یا دو سال تک کچھ نہیں کھایا پیا کرتے تھے اور رات کو نماز معکوس ادا کرتے یعنی کنوئیں میں الٹے لٹک کر نماز ادا کرتے۔

الغرض! ایک روز آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے خرقہ سی رہے تھے کہ بغداد کا ایک بزرگ زادہ مع اپنے لشکر کے وہاں پہنچا تو خواجہ صاحب کو دیکھا اور گھوڑے پر سے اتر پڑا اور آ کر آداب بجالا کر بیٹھ گیا اور عرض کی کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کی سلطنت میں کوئی بڑھیا عورت رات کو بھوکی سوئے تو قیامت کے دن اُس کی دامن گیر ہو گی اور اپنا انصاف لیے بغیر اسے نہ چھوڑے گی۔ یہ عرض کر کے جو کچھ لایا تھا حاضر خدمت کیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ہمارے خواجگان کی رسم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ چیز قبول کریں۔ یہ ان کے پاس لے جاؤ۔ جنہیں اس کی ضرورت ہے۔ پھر ایک درہم جو پاس تھا وہ

دجلہ میں پھینک دیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے پروردگار! جو کچھ تو اپنے بندوں کو دکھلاتا ہے اس کو بھی دکھلا۔ اسی وقت مچھلیاں منہ میں اشرفیاں لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئیں۔ جب اس بزرگ زادے نے یہ حالت دیکھی تو آداب بجالایا اور کہا کہ واقعی مردان خدا میں اس قسم کی قوت ہوتی ہے خواجہ صاحب نے مچھلیوں کو فرمایا کہ میرا درہم لاؤ۔ ایک مچھلی نے وہی درہم لا دیا۔ فرمایا کہ اے عزیز! جسے اللہ تعالیٰ کے گھر سے اس قدر زَر مل سکتا ہے۔ اسے دوسروں کے زَر کی کیا احتیاج ہے۔ جونہی خواجہ صاحب نے یہ فوائد ختم کیے اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

پندرھویں فصل

مریدوں کی عقیدت مندی

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ' مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' شمس دبیر رحمۃ اللہ علیہ' مولانا شمس الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ نجم الدین سنامی رحمتہ اللہ علیہ اور خانوادۂ چشت کے چند اور درویش حاضر خدمت تھے اور مریدوں کے حسن عقیدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جس شخص کا اپنے پیر کے حق میں نیک عقیدہ نہیں وہ مرید ہی نہیں۔

بارگاہِ نبوت میں حاضری نماز سے افضل ہے

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نفلی نماز ادا کر رہے تھے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے کسی کام کی خاطر آپ کو آواز دی۔ آپ چونکہ نماز میں مشغول تھے' جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آواز دی تھی۔ عرض کی کہ سنی تو تھی۔ لیکن میں نماز میں مشغول تھا۔ فرمایا جس وقت رسول خدا (ﷺ) آواز دیں تو نفلی نماز چھوڑ کر اسی وقت جواب دو۔ کیونکہ ایسا کرنا نفلی نماز سے بدرجہا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک درویش شیخ علی سنجری نفلی نماز ادا کر رہا تھا خواجہ صاحب نے آواز دی تو فوراً نماز چھوڑ کر لبیک کہا۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ نماز ادا کر کے بعد میں کیوں جواب نہ دیا۔ نماز کیوں چھوڑ دی؟ عرض کی کہ جناب کی آواز کا جواب دینا نفلی نماز سے افضل ہے اس واسطے کہ سلوک میں یوں ہے کہ جب پیر مرید کو آواز دے اور مرید فوراً جواب دے تو اس سے ایک سال کی عبادت کا ثواب مرید کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ پس اے مخدوم!

کیوں انسان اس ثواب کو مفت ہاتھ سے کھوئے۔

مرشد کی محبت

پھر فرمایا کہ پیر میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کی نیت سے حاضر خدمت ہو تو اس کے حسن عقیدہ کو دیکھے اگر اسے فرمان حق میں راسخ نہ پائے تو آہستہ سے کہے کہ ابھی تیرا وقت نہیں آیا واپس چلا جا۔

پھر فرمایا کہ مرید جو پیر کی خدمت میں آ کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں یہ سہل خدمت ہے۔ اس واسطے کہ جو پیر کی خدمت میں ارادت اور بیعت کی نیت سے آتے ہیں۔ اس ارادت اور بیعت سے مراد پیر کی محبت اور عشق ہے۔ سو اس صورت میں زمین پر سر رکھنا سہل خدمت ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تک شیخ میں اس قسم کی ذاتی قوت نہ ہو اسے شیخ نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک شیخ مرید کے ظاہر و باطن کو نہ دیکھ لے اس کے لیے مرید بنانا واجب نہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی کرامات

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پتھورا (راجہ پرتھوی رائے) کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا۔ لیکن شیخ صاحب نے اسے مرید نہ بنایا۔ اس نے جا کر پتھورا کو کہا۔ پتھورا نے آدمی بھیجے۔ کہ آپ اسے مرید کیوں نہیں بناتے۔ فرمایا، اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو جانے والی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کی تقدیر میں لکھی ہیں۔ اول یہ کہ یہ شخص کثرت سے گناہ کرے گا۔ دوسرے تمہارا ملازم ہے۔ لوحِ محفوظ میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ وہ اس جہان سے بے ایمان جائے گا۔ جب پتھورا نے یہ سنا تو ناراض ہوا اور کہا کہ اس درویش نے ساری غیب کی باتیں کہی ہیں۔ اسے کہہ دو کہ شہر سے نکل جائے جب آپ نے سنا تو مسکرا کر فرمایا کہ تین دن کی مہلت ہے۔ اس عرصے میں یا تو میں نکل جاؤں گا یا پتھورا۔ چنانچہ تیسرے روز محمد شاہ (سلطان شہاب الدین محمد غوری) کا لشکر آیا اور پتھورا کو زندہ پکڑ کر لے گئے اور جو شخص مرید ہونے کو آیا تھا اس نے خود کو دریا میں اپنے تئیں ہلاک کیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! تجھے واضح رہے کہ اگر شیخ یا پیر ناراض ہو تو جہان کو درہم برہم کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ میں بیس سال شیخ المشائخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ اس بیس سال کے عرصے میں میں نے آپ کو کسی پر ناراض ہوتے نہیں دیکھا مگر ایک روز' وہ بھی اس طرح ہے کہ آپ ایک محلے میں سیدھے چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کے ایک مرید شیخ علی نامی کو ایک شخص نے پکڑ ہوا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا روپیہ دے۔ شیخ صاحب بھی پاس سے گزرے۔ آپ نے اس شخص کو بہتیرا سمجھایا۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ آخر ناراض ہو کر کندھے کی چادر زمین پر دے ماری۔ جو اشرفیوں سے پُر ہوگئی اسے فرمایا کہ جس قدر تو نے اس سے لینا ہے اسی قدر لے لے۔ زیادہ نہ لینا۔ اس نے طمع کی تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ کہا' میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ بھلا چنگا ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز یاروں کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آ کر ارادت کے لیے ملتمس ہوا لیکن وہ آیا ہلاکت شیخ کے ارادے سے تھا۔ جب وہ آداب بجا لا کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ درویش جب درویشوں کے پاس آتے ہیں تو صفائی کے لیے آتے ہیں۔ نہ کہ ظلم کرنے کے لیے۔ تو جس نیت سے آئے ہو یا اسے اختیار کرو یا اپنی عقیدت درست کرو۔ یہ سن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اقرار کیا اور کارد (چھری) جو ہلاکت کے لیے لایا تھا باہر پھینک کر مرید بنا۔ بعد میں وہ شخص ایسا راسخ العقیدہ ہوا کہ آپ ہر ایک مشکل کام اسی کو فرماتے اور وہ بھی دل و جان سے اس کے سرانجام کرنے کی کوشش کرتا۔ آخر جب وہ کمالیت کے درجے کو پہنچ گیا تو پینتالیس حج کیے۔ آخر خانہ کعبہ کے مجاوروں میں اس کا مدفن بنا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس کے نصیب میں ازلی سعادت ہوتی ہے۔ اسی کی یہی حالت ہوتی ہے۔ جیسی کہ اس شخص کی ہوئی کہ وہ نیک عقیدے سے حاضر خدمت نہ ہوا تھا۔ لیکن شیخ صاحب نے اس کے سینے سے تمام کدورتوں کو صاف کر دیا تب ہی اس نے اٹھ کر اقرار کیا اور آداب بجا لا کر عرض کی کہ اب میری طرف سے صفائی ہے اسی وقت مرید بنا

اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوا۔

پھر فرمایا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس سے میں نے سنا کہ مرید کو سارے کاموں میں راسخ ہونا چاہیے۔ نہیں تو قیامت کے دن شرمندہ ہوگا۔

نیک بادشاہ

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز اپنے حالات میں بادشاہوں کے حسنِ عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ جو راسخ الاعتقاد صالح اور صاحب کشف تھا۔ بالا خانے میں بیٹھا ہوا تھا جہاں سے اس کی نگاہ نیچے پڑسکتی تھی۔ اس کے ہمراہ اس کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اس کی نگاہ بارگاہ کے جشن پر پڑی تو دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر نیچے کی طرف دیکھا۔ پھر دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر رو دیا۔ اس کی بیوی نے جب یہ ماجرا دیکھا تو وجہ پوچھی۔ بادشاہ نے کہا' جانے دو۔ یہ کہنے والی بات نہیں۔ جب بیوی نے بہت منت سماجت کی تو بادشاہ نے کہا کہ جب میری نظر لوح محفوظ پر پڑی تو دیکھا کہ میرا نام زندوں سے کٹ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ اب مجھے جانا ہے۔ پھر دیکھا کہ میری جگہ کون ہوگا۔ تو دیکھا کہ وہ حبشی جو نیچے کھڑا ہے۔ وہ میرا جانشین ہوگا اور تو اس کے نکاح میں آئے گی جب اس کی بیوی نے یہ سنا تو پوچھا کہ اب کیا کرو گے؟ کہا' کرنا کیا ہے۔ جو رضائے الٰہی سے ہوکر رہے گی۔ پھر حبشی کو بلا کر اپنے کپڑے پہنائے اور اسے اپنا ولی عہد بنایا اور لشکر دے کر دشمن کے مقابلے میں بھیجا اور امراء اور وزراء اس کے ساتھ روانہ کیے۔ وہ حسب الحکم روانہ ہوئے اور دشمن کو مع مال و اسباب پکڑ کر حاضر خدمت کیا۔ جس رات وہ آیا دوسرے روز بادشاہ فوت ہوگیا۔ حبشی نے لشکرکشی کے عرصے میں لوگوں سے نہایت نیک سلوک کیا تھا۔ اس لیے سارے اس کے مطیع ہوگئے۔ جب بادشاہ مرگیا تو ملک اسے مل گیا اور بادشاہ کی بیوی سے بھی شادی کرلی۔

مسلمانوں کا زکوٰۃ دینے سے انکار

پھر فرمایا کہ جب رسالت پناہ ﷺ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہوگئے اور انہوں نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی بھیجی

کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے ورنہ ہم اسلام پر قائم نہیں رہیں گے۔ آپ نے یاروں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا اگر خلیفہ صاحب ان سے نرمی کریں اور زکوٰۃ معاف کر دیں تو بہتر ہو گا۔ آپ نے تلوار سونت کر فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ کے حق سے عقال (وہ رسی جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھتے ہیں) بھر بھی کم دیں گے تو میں اس تلوار سے ان سے جنگ کروں گا۔ جب یہ خبر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے سنی تو فرمایا کہ بہت اچھا کہا ہے اگر زکوٰۃ معاف کر دیتے تو اسی طرح ہوتے ہوتے سارے احکام شرعی اٹھ جاتے۔

حضرت نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ ملنا

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے پاس بہت سے درویش آ کر مرید ہوئے ہیں لیکن جب چلے گئے تو ان کی محبت ویسی نہ رہی۔ مگر مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جب سے میرے مرید ہوئے ہیں۔ ان کے مزاج و نیت میں ذرا تغیر نہیں آیا۔ ان کی محبت انشاء اللہ ذرا بھر کم نہ ہو گی۔ مولانا اٹھ کر آداب بجا لائے اسی روز آپ کو خرقہ اور سیاہ گودڑی عنایت ہوئی اور فرمایا کہ میرے مریدوں میں سے مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ عالمگیر ہیں اور مولانا کے مرید آخر تک رہیں گے اور تمام جہان میں پھیل جائیں گے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ فوائد ختم کیے تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور لوگ واپس چلے آئے مولانا نظام الدین (محبوب الٰہی) جماعت خانہ ہی میں رہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

سولھویں فصل

بزرگوں کے ہاتھ چومنا

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی رحمتہ اللہ علیہ' مولانا یحیٰی غریب رحمۃ اللہ علیہ' شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور' اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا حضرت رسالت پناہ ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ جو شخص تعظیماً مشائخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گناہ سے اس طرح پاک کر دیتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ درویش اور مشائخ ایک دوسرے کا ہاتھ اس واسطے چومتے ہیں کہ شاید کسی مغفور کا ہاتھ' ہاتھ میں آجائے کہ جس کی برکت سے بخشے جائیں۔

دست بوسی کی فضیلت

پھر فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص آنحضرت ﷺ سے مصافحہ کرنا چاہتا یا سلام کرنا چاہتا تو آنجناب ﷺ پہلے ہی اسے سلام کرتے اور مصافحہ کرتے۔ پھر فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہتیری مرتبہ چاہا کہ پہلے میں سلام کروں یا مصافحہ کروں۔ لیکن میسر نہ ہوا۔ پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی محلے یا مجمع میں سے گزرتے جب تک سب کے ہاتھ کو بوسہ نہ دے لیتے آگے نہ گزرتے اور سب سے دعائے خیر طلب کرتے۔ پھر فرمایا کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں اور ہاتھ ملاتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے موسم خزاں میں جھڑتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا فرمایا جو کچھ میں نے دنیا میں کیا تھا سب کچھ مجھے دکھایا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اتنے میں حکم ہوا کہ اس نے فلاں روز دمشق کی جامع مسجد میں خواجہ شریف کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ جس کی برکت سے اسے معاف کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کئی گنہگار صرف ہاتھ چومنے کی وجہ سے بخشے جائیں گے اور دوزخ سے نجات پائیں گے۔

پھر فرمایا کہ حجاج بن یوسف سے وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ تیری کیا حالت ہے؟ کہا' ہلاکت کے مقام میں ہوں۔ لیکن امید ہے کہ بخشا جاؤں گا۔ پوچھا کس نیکی کی وجہ سے تجھے امید ہے؟ کہا' کہتے ہیں کہ فلاں مجلس میں تو نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کو عزت سے بوسہ دیا تھا۔ تجھے ہم اس کام کے عوض بخش دیں گے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جامع مسجد سے نکلتے تو آپ کے اصحاب حلقہ بنا لیتے اور آپ کا دست مبارک نکارہتا جو آتا آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر چلا جاتا۔

پھر فرمایا کہ آثار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بزرگ یا شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دے گا۔ وہ ضرور بخشا جائے گا۔ اس واسطے کہ مشائخ کا ہاتھ رسول خدا ﷺ کا دست مبارک ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ گویا آنحضرت ﷺ کا دست مبارک پکڑتا ہے۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بیٹھے ہوتے تو جب کوئی آتا آپ اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے اور جب روانہ ہوتا تو بھی اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے۔

انبیاء علیہ السلام کے معمولات

پھر فرمایا کہ اے درویش! حضرت داؤد علیہ السلام جب مسند حکومت پر بیٹھے اور عدل وانصاف کے لیے لوگ آتے تو آپ مظلوموں کی دادرسی کرتے اور بنی اسرائیل کا جو

بزرگ آتا خود مسند سے اٹھ کر اس کا ہاتھ چومتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے کہ اے پروردگار! ان کے ہاتھ کو برکت تو عنایت کی ہے۔ اب اپنی پناہ بھی مرحمت فرما۔ پس اے درویش! اگرچہ تمام انبیاء معصوم تھے پھر بھی اپنے بارے میں خیر و برکت طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی برکت سے ہمیں بخش۔

پھر فرمایا کہ جس روز حضرت یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی راستے میں کھڑے ہوئے ہر آنے جانے والے کے ہاتھ کو بڑی تعظیم و تکریم سے بوسہ دیتے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں کی دست بوسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ملاقات عنایت فرمائی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجۂ کائنات ﷺ ہر صبح ایک بڑھیا کے پاس جا کر فرماتے کہ بڑھیا! محمد (ﷺ) کے حق میں دعائے خیر کرنا۔ حالانکہ تمام موجودات میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ آنجناب ﷺ ہی کی وجہ سے پیدا کیا۔ جبکہ سرور کائنات ﷺ خیر طلب کرتے ہیں تو ہم دوسروں کو تو ضرور ہی بزرگوں کی دست بوسی سے خیریت طلب کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ جب کبھی راستہ چلتے اور کسی بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوتی تو اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتے کیونکہ آنجناب ﷺ سفید بالوں کی بڑی عزت و حرمت فرمایا کرتے تھے اور جب وہ شیخ آنحضرت کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگتا تو پہلے آنجناب ﷺ بوسہ دیتے۔

اولیاء کے معمولات

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جوان نشے میں بدمست گلی میں سے جا رہا تھا جب اس نے خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو آتے ہوئے دیکھا تو فوراً سر قدموں پر رکھ دیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اسی رات اس جوان نے خواب دیکھا کہ وہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ تعجب کرنے لگا کہ مجھ سا گناہ گار اور یہ نعمت۔ آواز آئی کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ تو نے آج میرے دوست کے ہاتھ کو

بوسہ دیا ہے اس لیے تجھے بخش دیا گیا ہے جب وہ جاگا تو خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔

پھر فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے تو ہزاروں گناہ گار ذرّہ بھر رحمت کے سبب عذاب دوزخ سے خلاصی پا جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں تو ہزاروں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور جب وہ دست بوسی سے فارغ ہوتے ہیں تو تمام رحمتیں ان پر نثار ہوتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! سلوک میں آیا ہے کہ اہل تصوّف اپنے جماعت خانے میں بیٹھے اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی آئے اور ہمیں اس کی دست بوسی حاصل ہو۔ خواہ وہ تلاوت اور یاد حق میں ہی کیوں نہ مشغول ہوں۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز جب سجادے پر بیٹھ کر یاد حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو سب چھوڑ چھاڑ اس سے باتیں کرنے لگتے اور باتوں ہی میں جس حاجت کے لیے آتا پوری کرتے۔ جب وہ واپس چلا جاتا تو آپ تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صاحب سجادہ بزرگوں پر واجب ہے کہ تلاوت میں مشغول ہوں۔ جب کوئی آئے تو تلاوت چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائیں۔ اس واسطے کہ مذہب سلوک کے بموجب حاجت مندوں کی حاجت روائی وِرد و وظائف سے افضل ہے۔ کیونکہ حاجت روائی کا ثواب ایک سال کی عبادت کا سا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز ابوسعید رضی اللہ عنہ مکہ کے کسی بزرگ کے ہاں کسی ضرورت کے لیے گئے۔ اس وقت وہ درویش مشغول تھا۔ آپ ناکام واپس آئے۔ جب رسول کریم ﷺ کی مجلس میں آئے تو غمگین اور اداس تھے۔ آنحضرت ﷺ نے نور رسالت سے معلوم کر کے فرمایا کہ کیوں غمگین ہو؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فلاں بزرگ کے متعلق میرا کچھ کام تھا سو جب میں گیا تو وہ وِرد میں مشغول تھا۔ اس لیے مجھے ناکام واپس آنا پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس پر واجب تھا کہ حاجت مندوں کے کام میں مشغول

ہوتا۔ انصاف کا اقتضاء تو یہ تھا کہ وِرد چھوڑ کر تیرا کام سرانجام کرتا اور سرانجام کر کے پھر وِرد میں مشغول ہوتا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس وقت خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ تلاوت میں مشغول ہوتے اور کوئی آ جاتا تو آپ فوراً اٹھ کر اس کی دست بوسی کرتے اور اس میں مشغول ہو جاتے جب تک بیٹھا رہتا۔ اس سے باتیں کرتے رہتے۔ جب چلا جاتا تو پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شمعون محبّ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ دل کیسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش ضروری کام کے لیے اس کے دروازے پر آئے اور وہ اس کی حاجت روائی میں مشغول نہ ہو۔ عرش سے آپ کی مراد دل تھی۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی ۔ ''یعنی دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔''

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ والغفر ان ملتان کی طرف گیا تو جب اجودھن پہنچا تو میری زیارت کے لیے آیا اور خدمت کی شرائط بجالا کر واپس چلا گیا۔

اولیاء سے حسن سلوک

پھر فرمایا کہ جب لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا تو تنہائی اختیار کرنی چاہی۔ پھر دل میں خیال آیا کہ خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے مصافحہ کرتے تھے۔ سو میں چھت پر بیٹھتا اور دونوں ہاتھ نیچے لٹکا دیتا۔ لوگ آ کر ہاتھ کو بوسہ دے جاتے تھے اور مصافحہ کر جاتے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے ہر روز تقریباً دس کُرتے پھٹ جاتے۔ جو لوگ بطور تبرک لے جاتے۔ مجھے ان کے حسن عقیدت پر تعجب آتا۔ کہ دیکھو! کیسے راسخ الاعتقاد ہیں۔ جمعہ کے دن نماز پڑھ کر واپس آتا۔ تو لوگوں کی بھیڑ سے تنگ آ جاتا۔ چنانچہ ایک جمعہ کو میرا پاؤں فراش (بچھونا۔ بوریا۔ بستر وغیرہ بچھانے والا) نے کھینچا تا کہ بوسہ دے یہ بات مجھے ناگوار گزری۔ اس نے کہا شیخ فرید! اس بات کا شکریہ ادا کرو۔ کہ آپ جیسے لاکھوں آپ کے قدم بوسی کے خواہش مند ہیں۔ اس کی بات

مجھے پسند آئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اللہ کی بارگاہ میں عزیز ہے۔ وہ خلقت میں بھی عزیز ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف ایک بزرگ کے ہمراہ کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے آ کر سلام کیا۔ تو وہ بزرگ اس سے باتیں کرنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایسا کرنا واجب نہ تھا۔ فوراً مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا سو میں نے بھی ویسا ہی کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں ہفتے یا دو ہفتے بعد اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ برخلاف اس کے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے عزیز ہمیشہ حاضر خدمت رہتے۔ جب میرے پیر کی وفات کا وقت نزدیک آ گیا تو اس وقت ایک بزرگ کو آپ کی جانشینی کی بڑی آرزو تھی مگر آپ نے مرتے دم فرمایا کہ یہ عصاء، نعلین، چوبی اور جامہ شیخ فرید (مجھ) کو دینا۔

الغرض! جس رات آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ میں نے ہانسی میں خواب دیکھا کہ آپ کو بارگاہِ الٰہی میں لئے جا رہے ہیں صبح میں ہانسی سے روانہ ہوا اور چوتھے روز شہر دہلی پہنچ گیا۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ جامہ، عصاء اور چوبی نعلین مجھے دیئے۔ میں نے دوگانہ ادا کر کے پہن لئے۔ اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تین روز ٹھہرا۔ پھر وہاں سے ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ سرہنگا نام کا ایک آدمی ہانسی سے میری زیارت کے لئے اجودھن آیا۔ تین روز تک خانقاہ میں آتا رہا۔ لیکن دربان نے اندر نہ آنے دیا۔ جب میں باہر نکلا تو اس نے سر قدموں پر رکھ دیا اور رو دیا۔ میں نے پوچھا: کیوں سرہنگا! روتے کیوں ہو؟ کہا کہ ہانسی میں آپ کی زیارت آسانی سے ہو جاتی تھی، اب دشوار ہو گئی ہے۔ اسی وقت میں نے یاروں سے کہا کہ میں ہانسی جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ کیوں جاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے وہ جنگل و شہر میں یکساں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ ہر حال میں بزرگوں کی دست بوسی کرنی چاہیے۔ شاید کسی کی دست بوسی سے نجات حاصل ہو جائے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کرتے ہی اندر چلے گئے اور میں اور دوسرے لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

سترھویں فصل

یادِ حق

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی تو اس وقت مولانا بدرالدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ' مولانا نظام الدین بدایونی رحمتہ اللہ علیہ' مولانا یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ' شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے ان لوگوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی جو یادِ حق میں مستغرق رہتے تھے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! تصوف کے مذہب وسلوک کے مطابق وہ شخص صوفی اور سالک ہی نہیں جو یادِ حق میں نہیں اس واسطے کہ جس دم وہ یادِ الٰہی سے غافل رہتا ہے اسے کیا معلوم ہے کہ اس سے کیسی کیسی نعمتیں ہٹائی گئی ہیں۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

استغراق عبادت

پھر فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ اگر استغراق کی حالت میں ان کے سر پر تلوار بھی چلائی جائے تو بھی انہیں خبر نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک درویش سے درخواست کی کہ جب آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوں تو میرے حق میں بھی دعا کرنا۔ فرمایا افسوس! اس گھڑی پر جب یادِ حق میں تو مجھے یاد آئے اور میں یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤں۔ پھر فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ یادِ حق میں مستغرق ہوتے تو عالم تحیر میں اس طرح مشغول ہوتے کہ سال سال' دو دو سال تک آپ اسی عالم تحیر میں رہتے اور اپنے آپ کی خبر تک نہ ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز یادِ حق میں مشغول تھے عالم بلا (مصیبت' قہر' غضب وغیرہ) اس وقت حاضر تھا کہ اس طرح ہم خلقت پر نازل ہوتے ہیں۔ اتنے میں آپ کے ایک مرید نے آ کر کہا کہ والئی شہر مجھے شہر سے باہر نکال دینا چاہتا ہے خواجہ صاحب نے پوچھا وہ اس وقت کہاں ہے؟ کہا شکار کو گیا ہے۔ فرمایا اس نے

خطا کی ہے اگر وہ زندہ اور سلامت آ گیا تو بڑے تعجب کی بات ہو گی۔ جونہی خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے۔ سنا گیا کہ وہاں کا والی گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔

صاحب حال اور یاد الٰہی

بعد ازاں فرمایا کہ ایک صاحب حال جب یادِ الٰہی میں مستغرق ہوتا ہے۔ تو مصیبت اور نعمت دونوں اس کے سامنے موجود ہوتی ہیں۔ جس کے نصیب میں مصیبت ہوتی ہے اسے مصیبت دیتے ہیں۔ پس! اے درویش! عقل مند وہ شخص ہے کہ جب وہ مستغرق ہوں تو ان کا مزاحم نہ ہو۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ ان کی زبان سے کیا نکل جائے گا؟ بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت میں حاضر ہوتے تو بہت ذکر کرتے اور جب حالت زیادہ ہو جاتی تو ایک دن رات مصلّے پر بے ہوش پڑے رہتے اور اپنے آپ کی کوئی خبر نہ ہوتی۔ بعد ازاں فرمایا کہ اہل تصوّف صرف اسی دل کو زندہ سمجھتے ہیں جو یادِ حق میں مستغرق ہو اور ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔

یاد الٰہی سے غافل

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی واصل ذکر حق سے غافل ہو گیا تو اس شہر میں آواز پھیل گئی کہ فلاں صوفی جہاں میں زندہ نہیں رہا۔ مر گیا ہے شہر کے لوگوں نے اس کے گھر پر آ کر جب حال دریافت کیا تو اسے زندہ پایا۔ واپس جانے لگے تو پاس بلا کر کہا کہ واقعی وہ آواز ٹھیک تھی۔ اس واسطے کہ میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ لیکن ایک گھڑی غافل ہو گیا ہوں۔ اسی لیے یہ آواز دی گئی ہے کہ فلاں بن فلاں نہیں رہا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ان لوگوں کے دل مردہ ہیں جو یادِ الٰہی سے غافل ہیں اس واسطے کہ اہل تصوّف اس دل کو جو یادِ الٰہی سے غافل ہو۔ زندہ شمار نہیں کرتے۔ ان کا قول ہے کہ جو دل زندہ ہے۔ وہ کبھی یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ پر حالت طاری ہوتی تو ایسا مستغرق ہو جاتا کہ اگر اس حالت میں ذرّہ ذرّہ بھی کر دیں تو اسے خبر نہ ہو۔

ابن ملجم کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ

چنانچہ کہتے ہیں کہ جب ابنِ ملجم بد بخت نے عہد کرلیا کہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک کروں گا تو ہر ایک نے اسے کہا کہ تو کیا اگر تیرے جیسے ہزار بھی ہوں تو بھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک نہیں کر سکتے۔ ہاں! اس وقت تو کر سکتا ہے جب کہ آں جناب نماز میں یا یادِ حق میں مشغول ہوں۔ کیونکہ اس وقت آپ حضورِ حق میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ آپ کو اپنے آپ کی ذرّہ بھر خبر نہیں ہوتی۔ ایک روز آپ نماز میں مشغول تھے اور حضورِ حق میں ایسے مستغرق تھے کہ آپ کو اپنے آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔ ابنِ ملجم بد بخت نے آ کر دائیں طرف ہو کر تلوار کا وار کیا اور شکم مبارک زخمی کیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے تئیں خون میں آلودہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ کسی نے کہا کہ آپ نماز میں مشغول تھے کہ عبدالرحمٰن ابنِ ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔ فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰه ایسے وقت میں وار کیا کہ میں ذکرِ حق میں تھا اور مجھے اپنے آپ کی خبر نہ تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ لاہور میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو یادِ حق میں مستغرق ہوتا تو اٹھ کر بازار میں آتا اور کسی گرم تنور میں جس میں روٹیاں نہ لگی ہوتیں جا کر بیٹھ جاتا۔ اور دیر بعد وہاں سے چلا آتا مگر جلن کا کوئی نشان بدن مبارک پر نہ ہوتا۔ شیخ الاسلام یہ فوائد بیان کرتے ہی اندر تشریف لے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

اٹھارھویں فصل

علماء ومشائخ

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی اس وقت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور درویش حاضر خدمت تھے۔ علماء اور مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ مَنْ اَحَبَّ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَاءَ لَا یُکْتَبُ خَطِیْئَتُہٗ۔ ''یعنی جو شخص علم اور علماء سے محبت کرتا ہے اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا''۔ پھر فرمایا کہ سچی محبت ان کی پیروی ہے۔ جب کوئی ان سے محبت کرے گا تو ضرور ان کی متابعت کرے گا اور ناشائستہ حرکات سے باز رہے گا اور جب یہ حالت ہوگی تو اس کا گناہ نہیں لکھا جائے گا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا طمانچہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص روانہ ہوا کہ دہلی جا کر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں توبہ کرے۔ اثنائے راہ میں ایک رنڈی اس کے ہمراہ ہو لی۔ جو یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح اس مرد سے تعلق ہو جائے۔ چونکہ مرد کی نیت صادق تھی۔ اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ آخر ایک منزل میں جب وہ ایک ہی کجاوے میں سوار ہوئے تو وہ عورت اس کے پاس بیٹھ گئی اور کوئی پردہ یا مزاحمت بیچ میں نہ تھی۔ شاید مرد نے اس سے کوئی بات کی یا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک مرد نے آ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ فلاں پیر کی خدمت میں توبہ کی نیت سے جاتا ہے اور پھر ایسی حرکات کرتا ہے۔ اس نے فوراً توبہ کی اور اس عورت کی طرف پھر دیکھا تک نہیں۔ جب وہ خواجہ قطب الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے تجھے بڑا بچایا۔

غیبی ہاتھ

پھر فرمایا کہ اسی طرح ایک آدمی مرید ہونے کی نیت سے دہلی سے اجودھن میرے پاس آ رہا تھا کہ راستے میں ایک عورت سے دست درازی کرنی چاہی۔ اسی وقت غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس کے چہرے پر تھپڑ مار کر کہا کہ تو مرید ہونے کی نیت سے جا رہا ہے اور فعل ایسے کرتا ہے۔ الغرض جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے کہا کہ دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس مصیبت سے کیسے بچایا۔

علماء و مشائخ سے دوستی

پھر فرمایا کہ علماء اور مشائخ کی دوستی رسول خدا ﷺ کی دوستی ہے۔ پس اے درویش! جو شخص سات روز خلوص دل سے علماء کی خدمت کرتا ہے گویا سات ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ابلیس لعین سب کو دھوکا اور فریب دے جاتا ہے۔ لیکن علماء اور مشائخ کو نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ علماء اور مشائخ کی دوستی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ پھر فرمایا کہ جس دل میں علماء اور مشائخ کی محبت ہو۔ اس کے خرمنِ گناہ کو ان کی محبت کا ایک ذرّہ جلا کر ناچیز کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور مشائخ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔ اگر علماء اور مشائخ کی برکت جہان میں نہ ہوتی تو لوگوں کے شامت اعمال کی وجہ سے ہر روز ہزار بلائیں نازل ہوا کرتیں۔ پس اے درویش! رسول خدا ﷺ نے اپنی امت میں سے انہیں دو گروہوں یعنی علماء اور مشائخ پر فخر کیا ہے۔ کیونکہ وہ دین کے ستون ہیں۔ پس جو ان کا ہو رہتا ہے وہ عذاب قیامت سے رہائی پا جاتا ہے۔

عالم کی عابد پر فضیلت

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عالم فقیہہ ہزار ایسے عابدوں سے بہتر ہے۔ جو رات کو جاگیں اور دن کو روزہ رکھیں۔ عالم کی ایک دن کی عبادت اس عابد کی چالیس سالہ عبادت کے برابر ہے جو عالم نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جب عالم یا شیخ فوت ہو جاتا ہے

تو جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اس کے پیش کیا جاتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل زمین کی زندگی علماء اور مشائخ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس اس شہر پر ہزار افسوس ہے جس میں علماء اور مشائخ نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب بلائیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں تو اس شہر پر کم نازل ہوتی ہیں جس میں علماء اور مشائخ ہوں۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کرتے ہی اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور تلاوت میں مشغول ہوئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

انیسویں فصل

بارش کا کم ہونا

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ بارش کی قلت لوگوں کے شامت اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ جب ایسی صورت ہو تو لوگوں کو صدقہ دینا چاہیے اور دعا اور عبادت میں مشغول ہونا چاہیے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا اور عبادت کی برکت سے مینہ برسائے۔ ایک مرتبہ بارش کی قلت کی وجہ سے کھیتیاں خشک ہو گئیں اور لوگ ہلاک ہونے لگے۔ سب نے جمع ہو کر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعائے باراں کے لیے عرض کی۔ فرمایا کہ نماز گاہ میں جمع ہو جائیں۔ جب لوگ اکٹھے ہوئے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! اگر اس مجمع میں کسی کا قدم "مبارک" ہے تو بارش بھیج۔ خواجہ صاحب کا یہ کہنا ہی تھا کہ اس قدر بارش ہوئی کہ سات روز تک پانی کم نہ ہوا۔

اولیاء کی دعاؤں سے بارش کا برسنا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ اسی طرح دہلی میں بارش کی قلت تھی۔ لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ سے دعائے باراں کے لیے التماس کی آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر دعائے باراں پڑھی اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! اگر تو بارش نہیں بھیجے گا تو میں پھر کسی آبادی میں نہیں رہوں گا۔ کہیں جنگل میں نکل جاؤں گا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اللہ تعالیٰ نے اس قدر مینہ برسایا جس کی کوئی حد نہ رہی۔

بعدازاں جب آپ کی خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمیں تو آپ کے حق میں بڑا اعتقاد تھا کہ آپ کو حق تعالیٰ سے ناز ہے۔لیکن یہ کیسے فرمایا کہ اگر تو بارش نہیں بھیجے گا تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔کہیں جنگل میں نکل جاؤں گا۔شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ بارش ضرور ہوگی۔خواجہ صاحب نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم تھا؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نیچے بیٹھنے پر مجھ میں اور سید نور الدین مبارک نور اللہ مرقدہ میں تکرار ہو پڑی۔میں نے ایسی باتیں کیں۔جس سے سید نورالدین ناراض ہو گئے۔اب جبکہ مجھے دعائے باراں کے لیے کہا گیا تو میں نے سید صاحب کے روضہ پر جا کر کہا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں اور لوگوں نے مجھے دعائے باراں کے لیے کہا ہے۔اگر آپ مجھ سے صلح کریں تو میں دعا کروں ورنہ نہیں تو روضہ مبارک سے آواز آئی کہ جاؤ میری صلح ہے جا کر دعائے باراں پڑھو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ بصریٰ میں قحط پڑا اور بارش نہ ہوئی۔لوگوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ اگر آپ دعا کریں تو امید ہے کہ بارش ہو جائے۔جب بہت منت سماجت کی تو فرمایا کہ جامع مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔میں دعائے باراں پڑھوں گا۔

چنانچہ خواجہ صاحب نے جمعہ کی نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور دستار وجبہ جو آستین میں لائے تھے۔نکال کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اس جامے کی حرمت سے جسے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک نے چھوا ہے۔باران رحمت بھیج۔ابھی یہ بات کہنے بھی نہ پائے تھے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ سات روز تک بصریٰ میں پانی کم نہ ہوا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ دہلی میں سخت قحط پڑا تمام مشائخ اور خلقت دعائے باراں کے لیے باہر میدان میں نکل آئے۔شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور آستین سے ایک کپڑا نکال کر آسمان کی طرف منہ کر کے لب ہلائے بارش ہونے لگی اور بعد میں بہت سخت بارش ہوئی۔جب شیخ صاحب گھر میں آئے تو آپ سے

پوچھا گیا کہ یہ کپڑا کیسا تھا؟ فرمایا میری والدہ صاحبہ کا دامن۔
پھر فرمایا کہ جس شہر میں بارش نہ ہو وہاں رات کو سورہ دخان کا ختم پڑھنا چاہیے۔
شیخ الاسلام یہ فوائد بیان کرتے ہی یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

بیسویں فصل

کشف وکرامات

جب قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی تو اس وقت مولانا شہاب الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے۔ کشف وکرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جس طرح پیغمبروں کا معجزہ برحق ہے اسی طرح اولیاء کی کرامت بھی حق ہے۔ لیکن مذہب سلوک کی رو سے کرامت کا اظہار کرنا اچھا نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ فَرَضَ اللّٰہُ عَلٰی اَوْلِیَاءِ کِتْمَانَ الْکِرَمَۃَ کَمَا فَرَضَ عَلٰی انبیاء و اِظْھَارِ الْمُعْجِزَۃِ ۔ "اللہ تعالیٰ نے اولیاء پر کرامت کا چھپائے رکھنا ایسے ہی فرض کیا ہے کہ جیسا پیغمبروں پر معجزے کا ظاہر کرنا"۔ مطلب یہ کہ جو شخص اظہار کرامت کرے گا۔ گویا وہ فرض کا تارک ٹھہرے گا۔

سلوک کے درجے

پھر فرمایا کہ ہمارے خواجگان نے سلوک کے پندرہ مراتب مقرر کیے ہیں جن میں سے پانچواں مرتبہ کشف وکرامت کا ہے۔ اگر سالک اس مرتبے میں اپنے تئیں کشف کر دے تو جائز نہیں۔ سالک کو پندرہ ہی مراتب طے کرنے چاہئیں پھر کشف کرنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو کس طرح معلوم ہو کہ کون شخص سلوک کے مراتب میں بدرجہ کمال ترقی کر گیا ہے اور سارے مراتب طے کر لیے ہیں فرمایا کہ اگر وہ شخص مردے پر دم کرے اور مردہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کر کھڑا ہو تو سمجھو کہ وہ شخص کمال کو پہنچ چکا ہے۔

خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جب یہ

فوائد بیان فرما رہے تھے تو اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی آئی اور آداب بجالا کر کہنے لگی کہ میرا ایک لڑکا تھا۔ بادشاہ نے بے گناہ سولی پر چڑھا دیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ عصا لے کر اٹھے اور اصحاب کو لے کر باہر آئے۔ بڑھیا آگے آگے ہو لی۔ جب لڑکے کے پاس پہنچے تو خلقت ہندو' مسلمان سبھی قسم کے ہجوم کیے ہوئے تھی۔ خواجہ صاحب نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! اگر بادشاہ نے اس لڑکے کو ناحق و ناروا سولی پر چڑھایا ہے تو اسے زندہ کر دے ابھی خواجہ صاحب بات ختم بھی نہ کرنے پائے تھے کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور اٹھ کر چلنے لگا۔ اس روز کئی ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں خواجہ قطب الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ انسان اس سے زیادہ درجہ حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ جو کہ خواجگان میں پایا جاتا ہے۔

آنکھیں روشن ہو گئیں

پھر فرمایا کہ اے درویش! میری والدہ از حد بزرگ اور صاحب کشف و کرامت تھیں۔ چنانچہ ایک رات جب چور گھر میں گھس آیا اور سب سوئے ہوئے تھے صرف والدہ جاگتی تھیں۔ اور (چور) باہر نہ نکل سکا تو کہنے لگا کہ اگر اس گھر میں کوئی مرد ہے تو میرا باپ اور بھائی ہے۔ اگر عورت ہے تو میری ماں بہن ہے جو ہے سو ہے۔ اسی کی ہیبت سے میری بینائی جاتی رہی ہے۔ میرے حق میں دعا کرے۔ تا کہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں۔ تو میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ عمر بھر چوری نہیں کروں گا۔ یہ سن کر میری والدہ صاحبہ نے دعا کی تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور وہ چلا گیا جب دن چڑھا تو میری والدہ صاحبہ نے اس بات کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ ایک گھڑی بعد ایک شخص اپنا اہل و عیال ہمراہ لے کر چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے آیا اور مسلمان ہو گیا اور چوری سے توبہ کی۔

سرکار دو عالم ﷺ کا معجزہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ اور امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں پر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بکریاں چرا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے تھوڑا سا دودھ مانگا۔ اس نے عرض کی کہ میں امین ہوں

میں کس طرح دودھ دے سکتا ہوں؟ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کہا کہ آپ رسول خدا ﷺ ہیں اور میں آنجناب ﷺ کا یار ہوں۔ اگر تو تھوڑا سا دودھ دے دے گا تو کیا ہوگا۔ اس نے عرض کی کہ میں امانت دار ہوں۔ مجھے دودھ دینے کی اجازت نہیں بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لا جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو۔ لائی گئی تو سرور کائنات ﷺ نے اس کی پیٹھ پر دست مبارک پھیرا تو اس نے اس قدر دودھ دیا جس کی کوئی حد نہیں۔

پھر فرمایا! روایت کرتے ہیں کہ جب تک وہ بکری زندہ رہی ہر روز پانچ سیر دودھ دیتی رہی۔

زمین سے چشمہ جاری ہو گیا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں غزنی کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک غار میں بزرگ کو دیکھا جو از حد بزرگ اور یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ میں نے غار میں جا کر سلام کیا سلام کا جواب دے کر فرمایا بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عزیز! تیس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ میری خوراک عالم غیب سے آتی ہے۔ اگر کچھ مل جاتا ہے تو کھالیتا ہوں ورنہ شکر کرتا ہوں۔ الغرض! جب نماز کا وقت ہوا تو اس کے ہمراہ میں نے بھی نماز ادا کی اور منتظر تھا کہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے۔ کھجور کا درخت پاس تھا۔ اس بزرگ نے اسے ہلایا تو اس سے دس کھجوریں گریں پانچ مجھے دیں اور پانچ آپ کھائیں پانی پاس نہ تھا۔ سو اس نے پاؤں زمین پر مارا تو چشمہ جاری ہو گیا میں آداب بجالا کر واپس آنے لگا تو مصلی تلے ہاتھ ڈال کر پانچ اشرفیاں مجھے عنایت کیں۔

نگاہ ولی

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز بدایوں پہنچے۔ ایک روز گھر کی دہلیز میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص چھاچھ بیچنے والا مٹکا اٹھائے پاس سے گزرا وہ بدایوں کے نزدیک موئی نام گاؤں کا رہنے والا تھا۔ جہاں کے آدمی چوری اور رہزنی میں مشہور تھے۔ الغرض! جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ

علیہ کے چہرہ پر پڑی تو اس کا دل پھر گیا۔ جب شیخ صاحب نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا کہ دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔ فوراً ایمان لایا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ مسلمان ہو کر گھر سے ایک لاکھ جتیل (سکے کا نام) لے آیا۔ شیخ صاحب نے قبول کر کے فرمایا کہ اس روپے کو تم ہی اپنے پاس رکھو۔ جس طرح میں کہوں گا خرچ کرنا۔ الغرض اس روپے میں سے ہر ایک حاجت مند کو کچھ نہ کچھ دیتے۔ کسی کو چالیس کسی کو پچاس کسی کو کم وبیش۔ لیکن کم از کم پانچ ضرور دیتے۔ جب ایک درہم باقی رہ گیا تو علی نے سوچا کہ اب تو صرف ایک درہم باقی رہ گیا ہے اور آپ پانچ کا حکم فرمایا کرتے ہیں۔ اب اگر فرمائیں گے تو اور چار کہاں سے لاؤں گا؟ اسی سوچ میں تھا کہ سائل نے آ کر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے ایک درہم دے دے۔ یہ حیران رہ گیا۔ آخر جب شیخ صاحب وہاں سے روانہ ہوئے تو علی نے ہمراہ جانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ واپس چلا جا۔ شیخ صاحب نے بہتیرا سمجھایا لیکن وہ منت سماجت کیے گیا۔ آخر فرمایا کہ جاؤ۔ مصلحت اسی میں ہے۔ کیونکہ یہ شہر تمہاری حمایت میں ہے۔ جب شیخ صاحب چلے گئے تو علی بھی واپس آ گیا۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اکیسویں فصل

پیر و مرشد کی تعظیم

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا یحییٰ غریب' مولانا نظام الدین بدایونی' شیخ جمال الدین ہانسوی' شیخ برہان الدین ہانسوی (رحمۃ اللہ علیہم) اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ پیر کی تعظیم کرنے کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا اے درویش! مرید کو چاہیے کہ پیر کا فرمان دل و جان سے بجالائے۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ پیر کا حق مرید پر کس قدر ہے؟ فرمایا' اگر ساری عمر پیر کے ہمراہ حج کی راہ میں پیر کو سر پر اٹھائے رکھے تو بھی پیر کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

پھر فرمایا کہ میں خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہمراہ بیس سال تک خلا وملا (خلوت و جلوت) میں ہمراہ رہا۔ ایک مرتبہ ہم ایسے جنگل میں پہنچے جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ ہم تین دن تک اسی جنگل میں پھرتے رہے میں نے سنا تھا کہ اس جنگل بیابان کے پاس ایک پہاڑ ہے۔ جہاں پر ایک بزرگ رہتا ہے۔ آپ نے مجھے دو گرم روٹیاں مصلّے تلے سے نکال کر دیں اور کہا کہ اس بزرگ کی خدمت میں لے جاؤ اور میرا سلام پہنچاؤ جب میں نے روٹیاں اس بزرگ کے سامنے رکھیں اور سلام عرض کیا تو اس نے ایک مجھے دی اور ایک اپنے افطار کے لیے رکھی اور پھر مصلّے تلے سے چار کھجوریں نکال کر مجھے دیں۔ کہ یہ شیخ معین الدین کو دینا جب وہ کھجوریں لے کر آیا تو شیخ صاحب دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ اے درویش! پیر کا فرمان رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہوتا ہے۔ پس جو پیر کا فرمان بجالاتا ہے گویا وہ رسول کریم ﷺ کا فرمان بجالاتا ہے۔

بعد ازاں روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ:

لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاَفْطَارِ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّہٖ
(روزہ دار کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت دوسری دیدارِ الٰہی کے وقت)۔

جب روزہ دار روزے کو پورا کرتا ہے تو اسے یہ دو فرحتیں حاصل ہوتیں ہیں خدا کا شکر ہے کہ یہ طاعت مجھ سے پوری ہوئی اب میں نعمت کا امیدوار ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ہر ایک طاعت کی جزا ہے۔ روزے کی جزا دیدارِ الٰہی ہے۔ جس طرح روزہ دار روزہ ختم کرنے پر خوش ہوتا ہے ویسے ہی لقائے ربانی کی امید سے خوش ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام نے یہ فرماتے ہی سر مراقبے میں کیا اور دیر تک مراقبہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

بائیسویں فصل

رنج و مصیبت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا بہاؤ الدین غریب' مولانا نظام الدین بدایونی' شیخ جمال الدین ہانسوی اور خواجگان چشت کے خانوادے (یعنی سلسلۂ چشتیہ) کے چھ درویش حاضر خدمت تھے (رحمۃ اللہ علیہم) اور بات رنج و محنت اور مشقت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جب انسان پر رنج و محنت نازل ہو تو سمجھنا چاہیے کہ کس سبب سے اور کہاں سے نازل ہوئی ہے اور اس سے تنبیہ حاصل کرنی چاہیے جو شخص ہر وقت طاعت میں رہتا ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچتی۔ نہ اس واسطے کہ اس کی رسی دراز ہوئی ہوتی ہے بلکہ اس واسطے کہ اسے ایسے کاموں سے باز رکھا جاتا ہے۔ جو خواری اور بے عزتی کا باعث ہوتے ہیں۔

دکھ سے گناہ جھڑتے ہیں

پھر فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو میں معلوم کر لیتی ہوں کہ کس سبب سے ایسا ہوا۔ نیز جب آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو بارگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ اے پروردگار! مجھے معلوم ہے کہ یہ تہمت مجھ پر کیوں لگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ تیری محبت کا دعویٰ کرتے تھے اور کچھ میلان طبع میری طرف بھی تھا۔ اس واسطے یہ تہمت لگائی گئی ہے۔ پھر فرمایا' اے درویش! جب لوگ مصیبت میں صبر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا' کہ درد اور زحمت بڑی اچھی چیز ہے جو انسان کو گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ گناہوں سے پاک کرنے والی زحمت ہی ہے۔

مصائب کی آرزو

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز بار ہا فرمایا کرتے تھے کہ سعادت گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں میں حاضر تھا۔ آپ کے وجود میں کمی آ گئی تھی مگر میں نے کبھی آپ کو صحت کے لیے ملتجی ہوتے نہ سنا۔ ہاں! یہ دعا کرتے تھے کہ پروردگار! جہاں کہیں درد اور محنت ہے۔ معین الدین کی جان پر بھیج۔ ایک موقعہ پر آپ (خواجہ قطب الدین) نے عرض کی۔ آپ کیسی دعا کرتے ہیں کہ سخت رنج اور مصیبت میں مبتلا ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ فرمایا جو اس قسم کی دعا کرتا ہے یہ اس کے ایمان کی صحت کی علامت ہے۔ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی یہ عادت تھی کہ بڑی خواہش اور چاہت سے بیماری اور درد کے لیے ملتجی ہوتیں اور جس روز تپ وغیرہ جیسی کوئی مصیبت نازل نہ ہوتی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتیں کہ اے پروردگار! شاید تو اس بڑھیا کو بھول گیا ہے جو آج مصیبت نازل نہیں فرمائی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز تپ' درد یا کسی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے تو شکرانہ میں اس روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے۔ پھر فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی صحت کا وقت قریب آ پہنچا تو کیڑا جو آپ کے وجود مبارک سے زمین پر گرا تو آپ نے اٹھا کر پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ جس نے ایسا ڈنگ مارا کہ آپ نعرہ مار کر گر پڑے۔

اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ فرمان الٰہی یوں ہے کہ اس کیڑے کو گرنے کا حکم ہوا تھا آپ نے نافرمانی کر کے اسے اٹھا کر پھر اس کے مقام پر رکھ دیا۔ پس جو نافرمانی کرتا ہے اس کی سزا یہی ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس

اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہٗ نے اپنا وزیر بھیجا۔ تاکہ بادشاہ کی صحت کے لیے آپ سے التجا کرے۔ جب وزیر نے آ کر عرض کی تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ والئی دہلی کی صحت کے لیے باِخلاص فاتحہ (دعاء) پڑھو۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھی تو وزیر کو فرمایا کہ جاؤ تندرست ہو گیا۔ لیکن بیماری ایمان کی صحت کی علامت ہوتی ہے اور اس کے سبب آدمی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد بیان کیے تو رو کر فرمایا کہ اے درویش! اس راہ میں عاشقوں نے درد و بلا کو اپنی خوراک بنایا ہے۔ جس دن ان پر بلا نازل نہیں ہوتی وہ اپنا ماتم سمجھتے ہیں۔ کہ آج ہمیں دوست نے یاد نہیں کیا۔ فراموش کر دیا ہے۔ اگر فراموش نہ کرتا تو ضرور کسی چیز سے یاد کرتا اور بیماری یا بلا میں مبتلا کرتا۔ جب کبھی کسی درد یا بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو شکرانے میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور یہ شکرانہ دوست کی یاد آوری کا ہوتا ہے۔ پس اے درویش! راہ محبت میں صادق وہ شخص ہے جو بڑی خواہش سے درد و بلا کے لیے التماس کرے۔ کیونکہ ہمیشہ درد و محنت (زحمت۔ تکلیف۔ رنج) عاشق کے لیے اسرار و انوار الٰہی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ایک سال تک تپ میں مبتلا رہے۔ اس عرصے میں کسی نے نہ دیکھا کہ آپ نے طاعت میں کمی کی ہو۔ بلکہ اور زیادہ طاعت کی۔ بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! اہل سلوک لکھتے ہیں کہ درد و زحمت اور بلا عاشقوں کے لیے حلوے کی مانند ہے جو خوشی کے وقت بچوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ خوش ہوں۔

پس اگر درد و محنت (تکلیف۔ رنج۔ دکھ) میں نعمت نہ ہوتی تو آدم صفی اللہ اسے قبول نہ کرتے اگر اندوہ و غم میں بے نہایت راحت نہ ہوتی تو ایوب علیہ السلام صابر صبر نہ کرتے اور اگر درد و بلا میں شوق و اشتیاق نہ ہوتا تو حضرت داؤد علیہ السلام ہزار ہا نیاز سے اس کے لیے ملتجی نہ ہوتے اور مجاہدہ قبول نہ کرتے۔ پس اس بات کو مد نظر رکھ کر پیغمبروں، اولیاء اور عاشقوں نے بڑی خواہش سے درد و بلا کے لیے التماس کی ہے جو اس جہان میں ذرّہ بھر درد بھی نہیں رکھتا۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے تو آب دیدہ ہو کر یہ فرمایا کہ اے درویش! ہم مسافر ہیں۔ ہم بلا کے سر پر بیٹھے ہیں اور یہ بلا دنیا ہے۔ اچانک ہی ہماری عمر کی بساط لپیٹ لی جائے گی اور ہمارا مقام و منزل قبر میں بنائیں گے۔ یہ بات فرماتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

بارہ سال کے عرصے میں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان گوہر فشاں سے جو اَسرار و رموز اور الفاظ سنے وہ اس مجموعے میں لکھے گئے ہیں۔ اگر عمر نے وفا کی تو انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے سنوں گا۔ قلم بند کروں گا۔

تمت بالخیر

(اُردو ترجمہ)

راحت القلوب

یعنی

ملفوظات

شیخ الاسلام، شہباز طریقت، انوار ولایت

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ پیغام القرآن

40۔ اُردو بازار لاہور

پہلی مجلس

درویشی کے بیان میں

۱۵ رجب بروز بدھ ۶۵۵ء کو مسلمانوں کے خیر اندیش سلطان طریقت (بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ مرید غلام نظام الدین احمد بدایونی حضرت سید العابدین (بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی' حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے کلاہ چار گوشہ اپنے سر مبارک سے اتار کر اپنے دست مبارک سے میرے سر پر رکھ دی اور خرقہ و کھڑاؤں سے سرفراز فرمایا الحمد اللہ علی ذالک۔

اور فرمایا کہ میرا ارادہ تو تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی اور کو دوں لیکن تم راستے میں تھے کہ الہام ہوا کہ یہ ولایت نظام الدین احمد بدایونی کی ہے اسے دو۔ میں قدم بوسی کے اشتیاق سے اُٹھ کر کچھ عرض کرنے لگا لیکن مارے رعب نہ کر سکا۔ آپ نے روشن ضمیر کی وجہ سے واقف ہو کر فرمایا کہ ہاں اس سے تمہارا اشتیاق جیسے کہ دل میں ہے اس سے زیادہ ہم پر روشن ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ نکل داخل وحشتہ جب میں نے سنا۔ تو دل میں خیال کیا کہ اس کے بعد جو کچھ میں اسے قلمبند کرتا جاؤں گا ابھی یہ خیال میرے دل میں فرمایا کہ اس مرید کی کیا ہی سعادت ہے جو اپنے پیر کی ارشادات قلمبند کرے اور گوش ہوش میں اس طرف لگائے۔ اس لئے کہ ''ابرار اولیاء'' میں ہے۔ کہ جب مرید کچھ اپنے پیر کی زبانی سنے۔ لکھے۔ تو حرف جو وہ لکھے اس کے بدلے ہزار سال کی اطاعت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد اس کا مقام علیین میں ہوتا ہے۔ اس وقت زبان مبارک یہ شعر پڑھنا۔

اے آتش فراقت دال ہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ: تیرے فراق کی آگ نے دل کو کباب کر دیا۔ اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے جان خراب کر دی ہے

لوگوں کو ہر وقت ایسے ہی ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایسے شخص کے دل میں یہ صدا نہیں آتی کہ زندہ دل وہی ہے۔ جس میں محبت اور اشتیاق ہو۔

درویشی کیا ہے؟

درویشی پردہ پوشی ہے اور خرقہ پہننا اس کا کام ہے جو مسلمان وغیرہ کے عیب کو چھپائے اور کسی کے آگے ظاہر نہ کرے اور دنیاوی مال اس کے پاس ہو اسے راہ خدا عزوجل میں صرف کرے۔ اور جمع نہ کرے۔

زکوۃ کی اقسام:

پھر فرمایا کہ اصحاب طریقت اور مشائخ کبار نے اپنی بیاضوں میں لکھا ہے کہ زکوۃ کی تین اقسام ہیں۔

اوّل: زکوۃ شریعت۔

دوم: زکوۃ طریقت۔

سوم: زکوۃ حقیقت۔

زکوۃ شریعت یہ ہے کہ اگر چالیس درم پاس ہوں تو اُن میں سے پانچ درم خدا میں دیدے اور زکوۃ طریقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ درم اپنے پاس رکھے اور باقی کل راہ حق میں دے دے اور زکوۃ حقیقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ بھی اپنے لئے نہ رکھے اور سب اُس کی راہ میں خرچ کر دے۔ اس لئے کہ درویشی خود فروشی ہے۔

اس دعا گو نے شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی زیارت کی ہے۔ اور چند روز آپ کی خدمت میں بسر کئے ہے۔ اس عرصہ میں تقریباً چھ ہزار دینار ہر روز آپ کی خانقاہ میں بطور نذر آتے۔ اور سب راہ خدا عزوجل میں خرچ کئے جاتے۔ اور رات کو ایک پیسہ بھی نہ بچاتے ساتھ ہی یہ فرماتے کہ اگر میں بچاؤں تو مجھے درویش نہیں کہیں گے۔ بلکہ کہیں گے کہ یہ درویش مالدار ہے۔

درویشی قناعت میں ہے جو کچھ ملے اسے یہ نہ کہے کہ ایسا ملنا چاہئے۔ کیونکہ سلوک اولیاء میں میں نے پڑھا ہے۔ ایک مرتبہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش کی زیارت

کو گئے۔ تو اسکے ساتھ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس اثناء میں جو کی دو روٹیاں درویش کے پاس تھیں لیکن بے نمک۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر نمک ہوتا تو بہتر تھا۔ درویش کی لڑکی نے یہ سنتے ہی پیالہ اٹھا کر بقال کی دکان پر گروی رکھا اور نمک لا کر حاضر کیا۔ دونوں نے مل کر کھایا تو مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ دینار نے فرمایا کہ قناعت اسی کا نام ہے لڑکی نے آداب بجالا کر عرض کیا کہ اگر آپ میں قناعت ہوئی۔ تو ہمارا پیالہ بنئے کی دکان پر گروی کیوں رکھا جاتا اے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ۔ سنو! ہماری یہ حالت ہے کہ سترہ سال سے ہم نے نمک کو بالکل ترک کیا ہوا ہے۔ یہ آپ نے فرمایا ہے درویشی آپ سے بعید ہے۔ اور یہ رباعی پڑھی:

چوں عمر در گذشت درویشی بہ
چوں کار بقسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است نمد پوشی بہ
چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ

ترجمہ: جب عمر گزر ائی تو درویشی اچھی ہے جب ہر کام قسمت کے تابع ہے تو کم کوشی اچھی ہے جب زندگی ایک ڈر ہے تو کمبل پوشی اچھی ہے۔ جب ہر بات لکھی جارہی ہے تو خاموشی اچھی ہے۔

پھر گفتگو خرقے پر ہونے لگی۔ ارشاد ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات خرقہ ملا تھا۔ جب حضور پرنور معراج سے واپس آ گئے تو انہوں نے تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور کہا کہ اس خرقے کی بابت مجھے اللہ کا حکم ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو دیدوں۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں جو اس کا جواب با صواب دیگا وہ اس کا مستحق ٹھہرے گا۔ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا "اے ابو بکرؓ! اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو کیا بات اختیار کرو گے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ صدق وصفا اور اطاعت خدا اختیار کروں گا۔ پھر امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے خطاب کیا اور کہا کہ اگر میں یہ خرقہ تمہیں دوں تو تم کیا اختیار کرو گے؟ انہوں ے جواب دیا: یا رسول اللہ

(ﷺ) میں عدل وانصاف اختیار کروں گا اور مظلوموں کی داد رسی کروں گا۔ پھر امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی باری آئی۔ انہوں نے جواب دیا میں آپس کے مشورے سے کام اختیار کروں گا۔ حیا کروں گا اور سخاوت سے کام لوں گا آخر میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ علی! اگر یہ خرقہ تمہیں دیا جائے تو تم کیا کرو؟ انہوں نے کہا میں پردہ پوشی کیا کروں گا اور بندگان خدا کے عیبوں کو چھپایا کروں گا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا" لے لو علی' یہ خرقہ تم ہی کو دیتا ہوں۔ رب العزت کا مجھے فرمان تھا کہ تمہارے دوستوں میں سے جو شخص یہ جواب دے خرقہ اُسے ہی دینا۔" یہاں تک کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے اور رونے لگے اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب دوبارہ ہوش میں آئے تو فرمایا۔" معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔ لہٰذا درویش کو چاہیے کہ چار باتیں اختیار کرلے۔ اوّل آنکھیں اندھی کرلے تاکہ لوگوں کے معائب نہ دیکھ سکے۔ دوسرے کان بہرے کرلے۔ تاکہ فضول اور لغو باتیں سننے سے بچ جائے تیسرے زبان گونگی کرلے تاکہ ناحق باتیں کرنے سے بچا رہے۔ چوتھے پیر توڑ کر بیٹھ جائے تاکہ ناجائز جگہوں پر نہ جا سکے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جائیں تو بلاشک اُس کو درویش تسلیم کرنا چاہیے۔ ورنہ حاشا وکلا مدعی جھوٹا ہے اور درویشی کی کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتا۔

اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس سرہ العزیز) چالیس سال تک اپنی آنکھیں باندھے رہے۔ سبب پوچھا گیا کہ تو کہنے لگے۔ اس لئے کہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں اور اگر اتفاق سے دیکھ لوں تو چھپاؤں اور کسی سے نہ کہوں۔

اتنا بیان کر کے شیخ الاسلام مراقبے میں چلے گئے اور بہت دیر تک اس حالت میں رہنے کے بعد سر اُٹھا کر دعا گو کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے: بابا نظام الدین جب درویش ایسا ہو جائے تب وہ درویش ہے۔ پھر وہ جو کچھ کہے گا اور چاہے گا ہو جائے گا۔ اس وقت شیخ الاسلام کو رقت طاری ہونے لگی۔

اسی مجلس میں ایک شخص جس کا نام محمد شاہ تھا حاضر خدمت ہوا' حضرت بابا فرید کے حکم پر وہ بیٹھ گیا' محمد شاہ کا بھائی موت وحیات کی کشمکش میں تھا اس سے وہ بہت پریشان تھا'

حضرت شیخ الاسلام نے اس سے پریشانی کی وجہ دریافت فرمائی تو محمد شاہ نے عرض کیا حضور آپ پر تو سب عیاں ہے بس بھائی کی وجہ سے پریشان وفکر مند ہوں' فرمایا گھر جاؤ تمہارا بھائی بالکل ٹھیک ہوگیا ہے' چنانچہ وہ گھر چلا گیا اور کیا دیکھتا ہے کہ اس کا بھائی کھانا کھا رہا ہے اور ایسا تندرست بیٹھا ہے جیسے وہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔

اصلی درویشی:

درویشی وہی تھی۔ جو رسول اللہ (ﷺ) کو حاصل تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا راہ خدا عزوجل میں صرف کرتے اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہا خطبہ میں فرمایا کرتے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے شام کو کوئی چیز بچا کر رکھی ہو۔

مولانا بدرالدین اسحاقؒ نے پوچھا کہ اسراف کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی حد کہاں تک ہے؟

فرمایا۔ جو کچھ بے نیت دے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ دے۔ وہ اسراف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دے تو اسراف نہیں نماز ظہر کی اذان ہوئی نماز ادا کر کے مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک۔

دوسری مجلس

میزبانی

۱۲شعبان بروز جمعرات ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ بدرالدین اسحٰق غزنویؒ۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ۔ مولانا شرف الدین نمبیہؒ۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور اور دیگر حباب حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آئے۔ خواہ دولت مند ہو۔ خواہ غریب اسے محروم نہ رکھنا جو کچھ حاضر ہوا سے دے دو۔

جو شخص میرے پاس آجائے اور کوئی چیز نہ لائے مجھ پر واجب ہے کہ اسے کچھ دوں پھر اشک بار ہو کر یہ حکایت بیان فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے دو جہاں (ﷺ) کی خدمت میں علم واحکام شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوتے۔ جب وہاں سے واپس آتے تو ایک دوسرے کی راہنمائی کرتے اور فائدے حاصل کرتے۔

عمدۃ الابرار تاج الاتقیاء خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ طریقہ تھا۔ کہ اگر خانقاہ میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو اپنے خادم شیخ بدرالدین غزنوی کو فرماتے جو شخص آئے اسے پانی دوتا کہ بخشش اور عطاء سے خالی نہ جائے۔

ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف سفر کر رہا تھا۔ شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جو کہ باہیت مرد بزرگ تھا جب آپ کی خانقا میں داخل ہوا اور سلام کہا تو مصافحہ کر کے میری طرف دیکھ کر فرمایا آشکر عالم بیٹھ جا! مجھ پر نہایت لطف فرمایا۔ چند روز خدمت میں رہا۔ لیکن کبھی ہی دیکھا کہ کوئی شخص خانقاہ سے محروم لوٹ کر گیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو ختہ خرما اس کے ہاتھ میں دے کر دعا دیتے کہ اللہ تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے وہاں کے لوگوں سے میں نے سنا کہ جس کو آپ یہ دعا دیتے وہ زندگی بھر محتاج نہ ہوتا۔

جب میں وہاں سے واپس لوٹا تو بغداد کے باہر غار میں ایک اور درویش دیکھا۔ میں نے سلام کیا سلام کا جواب دے کر فرمایا بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ بدن میں ہڈیاں اور

کھال ہے۔ گوشت کا نام نہیں میرے دل میں خیال آیا کہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہوگئی ہے۔ مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے فرید! چالیس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ گھاس تنکوں پر میرا گزارہ ہے۔ جب بھید کھولا تو میں آداب بجالایا۔ اور کہا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ چند روز رہ کر وہاں سے لوٹا۔ (حکایت) پھر بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جو باعظمت وباہیبت بزرگ ہیں۔ جب آپ کے جماعت خانے میں داخل ہوا۔ تو آداب بجالایا۔ فرمایا بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ شیخ بھی مشائخ روزگار سے ہوگا۔ اور تمام جہاں میں اس کے مرید اور فرزند ہوں گے۔ پھر سیاہ گدڑی جو کندھے پر تھی میری طرف بڑھائی اور فرمایا۔ پہن لے میں چند روز حاضر خدمت رہا تقریبا ہزار آدمی دستر خوان پر کھانا کھاتے جب کھانا کھا چکا تو پھر بھی جو شخص آیا محروم نہ جاتا کچھ نہ کچھ لے کر ہی جاتا پھر میں وہاں سے باہر نکلا اور رات قریب کی ایک مسجد میں گزاری۔ صبح سنا کہ وہاں پر کٹیا میں ایک بزرگ رہتے ہیں جب اندر نگاہ کی تو ایک باہیبت پیر مرد دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا نہ عالم تفکر میں کھڑا ہوا دیکھا۔ آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے تھا۔ چنانچہ تین دن اور تین رات بعد عالم صحو میں آیا میں نے سلام کیا سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ میری وجہ سے تجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ بیٹھ جا میں بیٹھ گیا میں شمس العارفین کے مریدوں میں سے ہوں اور تیس سال سے اس کٹیا میں معتکف ہوں لیکن اتنی مدت میں حیرت اور مستی کے سوا میرے نصیب کچھ نہیں ہوا کیا تو جانتا ہے کہ یہ کس سبب سے ہے؟ میں آداب بجالایا کہ جس طرح فرمان ہو فرمایا کہ سیدھی راہ یہی ہے جو شخص اس راہ میں راستی سے قدم اٹھاتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے اور اگر دوست کی رضاء کے بغیر ایک قدم بھی اٹھائے تو جل جائے۔ اس کے بعد اس بزرگ نے اپنا حال یوں بیان فرمایا کہ اے فرید! جس روز سے مجھے اپنے دروازے پر بار دیا ستر حجابات درمیان تھے۔ حکم ہوا کہ اندر آجا جب پہلے حجاب میں گیا تو مقربان بارگاہ کو دیکھا کہ دونوں آنکھیں آسمان کی طرف کئے کھڑے ہیں۔ ہر ایک خاص ہی صفت میں ہے اللہ کا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور سب زبان حال سے کہتے ہیں کہ ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں اسی طرح ہر حجاب سے گزرتا گیا

تو ہر ایک حجاب میں اور بھی محبوں کو اور ہی حالت میں دیکھا۔ جو ایک دوسرے کے بالکل مشابہ نہ تھے جب حجاب خاص میں پہنچا تو آواز آئی کہ اے فلاں! اس حجاب میں وہ شخص آتا ہے جو دنیا و مافیہا بلکہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو میں نے کہا میں سب سے بیگانہ ہوں آواز آئی کہ چونکہ تو سب سے بیگانہ ہو گیا ہے اس لئے ہم سے یگانہ ہو میں نے آنکھ آگے بڑھائی تو اپنے آپ کو اس کٹیا میں دیکھا بس اے فرید! اس راہ میں سب سے بے گانہ ہونا چاہئے۔ تاکہ حق سے یگانہ ہو سکیں۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کہ جب رات ہوئی تو شام کی نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ماش کے دو پیالے اور چار روٹیاں عالم غیب سے اس بزرگ کے سامنے موجود ہیں۔ مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر گیا کھانا کھایا جو لذت مجھے اس کھانے سے حاصل ہوئی وہ کبھی کسی اور کھانے سے نہ ہوئی۔ رات وہیں بسر کی۔ صبح اٹھ کر دیکھا کہ وہ بزرگ غائب ہے۔ پھر میں لوٹ کر ملتان کی طرف چلا آیا وہاں اپنے بہاء بہاؤ الدین ذکریا کی زیارت کی مصافحہ کرنے کے بعد مجھ سے پوچھا کہ کام میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ میں نے کہا یہاں تک کہ اگر اس کرسی کو جس پر آپ بیٹھے ہیں کہوں کہ ہوا میں معلق ہو جا تو ہو جائے۔ ابھی یہ بات کہی ہی تھی۔ کہ کرسی ہوا میں معلق ہو گئی۔ بہاؤ الدین ذکریا نے کرسی پر ہاتھ مارا۔ تو نیچے آ گئی۔ فرمایا مولانا فرید! خوب ترقی کی ہے وہاں سے دہلی پہنچا اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ میں بیان سے باہر وصف دیکھے۔ اور مرید بن گیا۔ تین دن میں میرے مرشد نے سب نعمتیں عطاء فرمائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مولانا فرید کا کام ختم کر کے میرے پاس آیا ہے۔ جب شیخ الاسلام نے بات ختم کی۔ تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ چنانچہ ایک دن رات بے ہوشی کی حالت میں پڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ مردان خدا ایسا ہی کرتے ہیں پھر کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں۔ لیکن یہ معلومات تمام اشخاص میں ہوتی ہیں۔ اور فیض نازل ہوتا ہے۔ مگر مرید کو کسی مقام پر پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بعد ازاں فرمایا اے بھائی! اس راہ میں جب تک سفر نہ کریگا اور دل طے نہ کرے گا اور قدم صدق نہ

رکھے گا۔ ہرگز ہرگز مقام قرب میں نہیں پہنچ سکے گا اسکے بعد رباعی مبارک زبان مبارک سے فرمائی۔

تو راہ نرفتہ ازاں ننمودند
وزنے کہ زد ایں درگہ بروں کشودند
جاں در رہ دلہاست اگر میخواہی
تو نیز چناں بشو کہ ایشاں بودند

ترجمہ: تو اُسے بغیر دیکھے راستے پر نہیں چلا تو وزن پھینک اور اس درگاہ کے لئے باہر نکل جان تو دلوں کے راستے میں ہے اگر چاہتا ہے تو تو پھر ویسا ہی ہو جیسے یہ تھے۔

نماز کا وقت ہو چکا تھا آپ اُٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے جب کہ ہم سب لوگ واپس آ گئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

☆☆☆

تیسری مجلس

دنیا سے محبت کی مذمت میں

۲۰ شعبان دوشنبہ ۶۵۵ھ دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا ناصح الدینؒ پسر قاضی حمید الدین ناگوریؒ ناگور سے آئے ہوئے تھے اور مولانا شمس الدین برہانؒ بھی حاضر خدمت تھے۔ گفتگو دنیا کے بارے میں ہو رہی تھی۔ حضرتؒ نے فرمایا رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ پھر ارشاد ہوا۔ قال اھل المعرفۃ مَنْ تَرَکَ الدُّنْیَا مَلَکَ وَمَنْ اَخَذَھَا ھَلَکَ. اہل معرفت نے کہا ہے جس نے دنیا کو چھوڑ دیا وہ اس پر حاوی ہو گیا اور جس نے اسے اختیار کر لیا وہ مارا گیا۔

دنیا کی مذمت:

شیخ عبداللہ تستریؒ کہتے ہیں کہ مولےٰ اور بندے کے درمیان دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ جس قدر انسان دنیا میں مشغول ہوتا ہے اُسی قدر حق سے دور رہتا ہے۔ اگر انسان چاہے کہ پشت کا حال معلوم کرنے لگے تو سامنے پردہ ڈال لے۔ غرضیکہ ہر وقت دنیا میں منہمک رہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ العزیز سے سنا ہے وہ اپنے استاد کے حوالے سے روایت فرماتے تھے کہ جب تک بندہ اپنے آئینہ قلب کو زنگار دنیا سے پاک اور صاف نہیں کرتا اور ذکر حق تعالیٰ سے دل نہیں لگاتا اور غیر کو درمیان سے نہیں ہٹاتا اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں پاتا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ تحفۃ العارفین'' میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اصل صلاحیت دل سے ہے۔ جب دل راستی پر آ گیا تو انسان خود بخود درست ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دل کے لیے بھی زندگی اور موت ہے اور دونوں کی علیٰحدہ علیٰحدہ صورت ہے۔ کلام

اللہ میں ہے۔ اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتاً. یعنی دنیا میں زیادہ مشغول رہنے سے دل مر جاتا ہے۔ فَاَحْیَاهُ بِذِکْرِ الْمَوْلٰی "پس زندہ کرتے ہیں اُسے ذکر مولیٰ سے۔"

پھر فرمایا کہ انسان جب دنیا کی لذتوں اور خواہشوں اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت اور خرابیاں اس پر اثر کرتی ہے اور ہوا و حرص اس پر غالب آجاتی ہے۔ غیر اللہ کا فکر و اندیشہ اس کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور جب دل سیاہ ہو گیا تو اس کی موت ہے۔ جس طرح وہ زمین، جس میں خش و خاشاک کی زیادتی ہو اور جو بیج کو قبول نہ کرے مردہ کہلاتی ہے۔ اسی طرح وہ دل جس سے خدا کا ذکر نکل گیا ہو اور جس پر دیو اور پری نے غلبہ پالیا ہو۔ اس انقلاب کے سبب مردہ کہلاتا ہے۔ برخلاف اس کے جب تعلق دنیا دل سے جاتا رہتا ہے اور ہوائے نفس نابود ہو جاتی ہے اور بندہ کو ذکر و شغل کرتا ہے تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔

قلب کا درست کرنا:

پھر فرمایا کہ کتاب عمدہ میں حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ راہ سلوک میں بنیادی چیز قلب کی اصلاح ہے اور یہ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان دنیا میں ملاوٹ، کھوٹ، حسد، تکبر، حرص اور بخل سے لاتعلق ہو جاتا ہے، قلبی طہارت کے لئے ان چیزوں سے اجتناب لازمی ہے اور جو درویش ان سے بچتا ہے اسی سے درویشی کا جوہر نمودار ہوتا ہے اسکے بعد آبدیدہ ہو کر فرمایا جو درویش دنیا اور دنیاوی جاہ و منصب کا طلب گار ہو وہ درویش نہیں ہو سکتا بلکہ طریقت میں وہ مرتد کہلائے گا کیونکہ دنیا سے آنکھیں پھیر لینے کا نام ہی فقر و درویشی ہے پھر فرمایا کہ میں بغداد میں حضرت خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا درویشوں کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے خواجہ اجل نے فرمایا کہ عمدہ میں بحوالہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مرقوم ہے مذہب تصوف میں اہل دنیا اور اصحاب دل سے ملنا جلنا اور امراء و سلاطین کے پاس درویش کا آنا جانا حرام ہے۔

صحبت اغنیاء کی مذمت:

حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکرؒ نے فرمایا حدائق میں لکھا ہے کہ عراق کا بادشاہ تین

سال سے کسی موذی مرض میں مبتلا ہو کر بستر علالت پر تھا آخر میں اس نے دعا کی مدد کے لئے حضرت خواجہ شہاب تستری رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا چنانچہ آپ نے جا کر اس کے لئے شفاء کی دعاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرمادی' حضرت خواجہ شہاب نے بادشاہ کی صحبت میں جو چند لمحے گزارے تھے اس کا کفارہ ادا کرنے کے لئے انہوں نے سات سال تک مخلوق خدا سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی پھر فرمایا کہ مشائخ طریقت فرماتے ہیں۔ صحبۃ الاغنیاء للفقراء سم قاتل یعنی اغنیاء کی صحبت فقراء کے لئے زہر قاتل ہے' اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ دولت مندوں سے جتنا دور ہو گئے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاؤ گے' اس لئے کہ دولت مندوں سے جتنا دور ہو گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاؤ گے' اس لئے کہ دولت مندوں کے دلوں میں دنیا کی محبت بھری ہوتی ہے اِس وجہ سے ان کی صحبت میں نقصان ہے جب کہ تقرب اور طریقت کا اقتضا یہ ہے کہ درویش کے دل میں دنیا اور اہل دنیا کی دوستی کا کوئی اثر نہ ہو اور تمام خلقت اس کی نظروں میں یکساں ہو۔

بعد ازاں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے (نظام الدین اولیاءؒ) مخاطب کر کے فرمایا راہ سلوک میں اصل چیز حضوری قلب ہے اور یہ نعمت تب حاصل ہوتی ہے جب وہ حرام کھانے سے پرہیز کرے گا اور دنیا و اہل دنیا کی دوستی سے دور رہے گا' بلکہ مشائخ تو یہ فرماتے ہیں کہ لقمہ حرام کھانے والے اور دنیا کے طلبگاروں کو گلیم (کمبل) پہنانے کی اجازت ہی نہیں ہے اس لئے کہ یہ لباس (کمبل) انبیائے کرام نے اوڑھا ہے تمام ابدال' اوتاد اور زاہدوں نے اوڑھا ہے اس کمبل کی شان و عظمت حضرت آدم صفی اللہ' حضرت ابراہیم خلیل اللہ' حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت محمد مصطفیٰ حبیب اللہ علیہم الصلوۃ والسلام جانتے ہیں۔

دنیا داروں سے دور رہنا:

پھر فرمایا قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اوشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں دس سال تک حضرات خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا اس دوران میں نے حضرت مودود چشتی کو کسی بادشاہ یا امیر کے گھر جاتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ حضرت تو یہ

فرماتے تھے کہ ایسے درویش سے خرقہ و کمبل چھین لیا جائے جو امراء و سلاطین کے دروازے پر جاتا ہو اور اس سے کہہ دیا جائے کہ وہ آئندہ درویشی کا نام ہی نہ لے اگر پھر بھی ایسا کرے تو اسکے لباس درویشی کو جلا دو ایسے شخص کا درویشی و فقر سے کوئی تعلق نہیں وہ کذاب و جھوٹا ہے بعد ازاں فرمایا بعض ایسے اہل طریقت کو میں نے دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی حاجت یا مصیبت پیش آتی تو وہ لباس درویشی اتار کر گلے میں زنجیر باندھ لیتے اور اللہ تعالیٰ سے جو التجا کرتے وہ پوری ہو جاتی تھی۔

لباس درویشی:

پھر حضرت شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا جو اون کا لباس پہنتے ہیں انہیں نہ تو چوپڑی (پراٹھا) اور میٹھا کھانا کھانا چاہئے اور نہ دولت مندوں سے اختلاط رکھنا چاہیے جو اس کے برعکس کرتا ہے ہے وہ لباس اولیاء میں خیانت کرتا ہے پھر فرمایا میں نے آثار العارفین میں پڑھا ہے کہ حضرت ذوالنون مصری کا مرید ایک تھا جو لباس درویشی میں امراء سلاطین سے ملتا جلتا تھا حضرت ذوالنون نے اسے بلا کر اس سے لباس درویشی اتروایا اور آگ میں جلا دیا اور غضبناک ہو کر فرمایا کہ انبیاء و اولیاء کے لباس کو خبیثوں کی محفل میں لے جاتے ہو اور نیت یہ رکھتے ہو کہ اسی لباس میں خدا کے حضور جاؤ گے۔

حضرت امام مالک کا لباس:

پھر فرمایا منقول ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اوپر نیچے تین لباس زیب تن فرماتے تھے جب نماز پڑھتے تو اوپر اور نیچے کا لباس اتار دیتے صرف درمیان والے کپڑوں میں نماز ادا کرتے جب اس کی وجہ سے پوچھی گئی تو فرید اوپر کے لباس کو مخلوق نے دیکھا ہے اس لئے ریاکاری کا شبہ پیدا ہو گیا ہے جب کہ نیچے والے لباس سے حرص ہوس اور کھوٹ وملاوٹ کی بو آنے لگتی ہے اس وجہ یہ دونوں لباس اتار دیتا ہوں البتہ درمیان والا لباس ان باتوں سے پاک ہے اسی لئے وہ پہن کر نماز پڑھتا ہوں اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے بچشم نم فرمایا پرانے لوگ انہی باتوں کی وجہ سے منزل مقصود تک رسائی حاصل کرتے تھے اتنا فرمایا ہی تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا حضرت اُٹھے اور عبادت میں مشغول ہو گئے ہم سب لوگ واپس آ گئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

چوتھی مجلس

شب معراج

۲۷ رجب ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جمال الدین متوکل اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ اور شمس دبر اور نجم الدین بھی تشریف فرما تھے۔ شب معراج اور اس کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ حضور محبوب الٰہی نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رجب کی ستائیسویں رات بڑی بزرگ والی رات ہے۔ کیونکہ اس رات سرکار (ﷺ) کو معراج کرائی گئی تھی جو شخص اس رات کو جاگتا ہے وہ گویا اس کی شب معراج ہوتی ہے اور معراج کی سعادت اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

سفر بغداد کا واقعہ:

پھر فرمایا کہ "ایک دفعہ میں نے بغداد کا سفر کیا۔ جب شہر میں پہنچا تو میں نے ہر شخص سے وہاں کے بزرگوں اور اُن کے ٹھکانوں کو پتہ پوچھنا شروع کیا۔ آخر ایک درویش کا پتہ لگا کر وہ دجلہ کے کنارے رہتے ہیں۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں وہاں ٹھہر گیا اور اُن کی فراغت کا انتظار کرنے لگا جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے آداب عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ باعظمت و باہیبت چہرہ تھا کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں۔ دریافت فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کی اجودھن سے فرمایا۔ جو درویش کے پاس ارادات سے آئے گا وہ کبھی نہ کبھی بزرگ ہو جاتا ہے۔ یہ جملہ سن کر میں نے سر جھکا لیا۔ فرمانے لگے۔ مولانا فرید! میں پچاس سال سے اس غار میں مقیم ہوں۔ خار و خاشاک غذا ہے اور بندہ خواجہ جنید بغدادیؒ کی اولاد سے ہے۔ کل ماہ رجب کی ۲۷ تاریخ تھی۔ اگر سنو تو اس رات کی کیفیت بیان کروں میں نے نہایت ادب سے عرض کی "فرمایئے" کہا تیس سال گزر گئے۔ میں نہیں جانتا کہ

رات کہاں آتی ہے۔ میرا پہلو زمین سے نہیں لگا۔ لیکن کل شب مصلے پر لیٹ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ستر ہزار مقرب فرشتے زمین پر آئے اور میری روح کو اوپر لے گئے۔ جب آسمان پر پہنچا تو دیکھا کہ فرشتے کھڑے ہیں اور ایک طرف نگاہ جمائے یہ پڑھ رہے ہیں۔ "سُبْحَانَ ذی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْت" ندا آئی کہ جس دن سے یہ پیدا ہوئے ان کی یہی تسبیح ہے۔ بعد ازاں میری روح آگے بڑھائی گئی اور آسمان دوم پر پہنچی۔ پھر تیسرے پر پھر چوتھے پر پھر پانچویں پر۔ میں جہاں گیا خدائے تعالیٰ عزوجل کی قدرت کے عجیب عجیب تماشے دیکھے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ جب عرش سامنے آیا تو حکم ہوا بس ٹھہر جاؤ۔ جملہ اولیاء انبیاء حاضر تھے اپنے جدامجد حضرت جنیدؒ کو دیکھا کہ سر جھکائے بالکل خاموش کھڑے ہیں۔ آواز آئی "اے فلاں" میں نے کہا "اے مالک و مولا عزوجل حاضر ہوں" فرمایا شاباش تو نے عبادت کا حق خوب ادا کیا۔ اب تیری محنت کا صلہ یہ ہے کہ تجھے علیین میں جگہ دی جاتی ہے۔ میں بے حد خوش ہوا اور سجدے میں گر پڑا۔ ارشاد ہوا۔ "سر اٹھاؤ" میں نے سر اُٹھایا اور عرض کی۔ "کچھ آگے بڑھ سکتا ہوں؟" جواب ملا۔ "بس ابھی تمہاری معراج یہیں تک تھی۔ اگر اپنے کام میں اور ترقی کرو گے تو یہاں بھی تمہارا درجہ بڑھ جائے گا۔ تم سے جو کامل تر ہیں اُن کی حجاب عظمت تک رسائی ہے۔" یہ سن کر میں نے خواجہ جنیدؒ کی طرف رخ کیا اور اپنے سر کو اُن کے قدموں پر رکھ دیا۔ دیکھتا کیا ہوں وہ خود سر بسجود ہیں۔ میں نے پوچھا کہ "اے جد من یہ کیا ماجرا ہے؟" کہا "جب تجھے یہاں بلایا گیا تو میں اس فکر میں پڑ گیا کہ کہیں کچھ میرے خلاف تو عمل میں نہیں آنے والا۔ مجھے گمان تھا کہ تجھ سے کوئی تقصیر ہوئی ہے۔ اور میں اُس کے سبب شرمندہ کیا جاؤں گا کہ جنید کی اولاد نے ایسا کیا۔"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پس اے فرید! جو شخص خدا کا کام کرتا ہے خدا اُس کے کام بنا دیتا ہے۔ اس لئے چاہیے کہ انسان اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمت سے بڑھ کر منہمک ہو اور فرمایا جو شخص شب زندہ دار رہے اُسے یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ دعا گو کچھ دن تک ان بزرگ کی خدمت میں رہا۔ وہ نماز عشاء کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور ایسے پاؤں باندھ کر کھڑے ہوتے کہ صبح ہو جاتی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس شب میں سو رکعتیں آئی ہیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے سورہ اخلاص پانچ بار اور اختتام نماز پر سو دفعہ درود شریف۔ اب جو دعا مانگی جائے گی قبول ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ!

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ معین الدین سنجریؒ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ یہ شب شب رحمت ہے۔ جو اس میں جاگتا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم نہیں رہتا۔ بعد ازاں کہا "رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ اس رات ستر ہزار فرشتے آسمان سے نور سے بھرے ہوئے طباق لیکر زمین پر آتے ہیں اور گھر گھر جا کر جو پیدا ہوتا ہے اس پر انہیں ڈال دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہ بات کہہ کر چشم پر آب ہو گئے اور فرمانے لگے کہ نہ معلوم لوگ کیوں ان نعمتوں کو حاصل نہیں کرتے اور خدا کی عبادت سے غافل رہتے ہیں یہ گفتگو جاری تھی کہ شیخ بدر الدین غزنویؒ چھ درویشوں کو ساتھ لئے ہوئے آئے اور اظہار آداب کرنے لگے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

سماع:

کسی نے یکدم سماع کی بات چھیڑ دی، شیخ اجمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سماع سے دلوں کی راحت ملتی ہے اور وہ اصحاب محبت جو بحر آشنائی میں غوطہ زن ہوئے ہیں وہ سماع سے سانس لے کر مزید متحرک ہو جاتے ہیں، حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا عشاق کی رسم یہ ہے کہ وہ محبوب کا نام سن کر لطف اندوز ہوتے ہیں اور ذوق کی لذت اٹھاتے ہیں، شیخ بدر الدین غزنوی نے پوچھا حضور اہل سماع پر بے ہوشی کیوں طاری ہوتی ہے؟ حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا جس روز سے وہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی صدا سن کر بے ہوش ہوئے ہیں اسی دن سے ان کے خمیر میں سرور و مدہوشی ملا دی گئی ہے اسی لئے جب بھی وہ کوئی اچھی و خوبصورت صدا سنتے ہیں تو کیف و سرور میں مدہوش ہو جاتے ہیں۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی صدا:

اسی سلسلے میں شمس دبیرؒ نے سر جھکا کر عرض کیا جب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی صدا آئی تھی اس

وقت تمام ارواح ایک ہی جگہ جمع تھیں یا الگ الگ تھیں؟ حضرت بابا فرید نے فرمایا تمام ارواح ایک ہی جگہ جمع تھیں پوچھا گیا پھر یہ ہندو' یہودی' عیسائی اور پارسی وغیرہ کس طرح ہو گئے؟ فرمایا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے تمام روحیں ایک ساتھ تھیں۔ مگر اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ کی آواز سنتے ہی چار صفوں میں تقسیم ہو گئی تھیں' پہلی صف والوں نے دل اور زبان سے بلیٰ کہا تھا کہ ہاں یارب تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور اسی وقت سجدہ بجالائے یہ صف انبیاء۔ اولیاء' صدیقین اور صالحین کی تھی' دوسری صف والوں نے زبان کو خاموش رکھا مگر دل سے بلیٰ کہا اور سجدہ بھی کیا یہ وہ لوگ جو پیدا تو کافروں کے گھر میں ہوتے ہیں مگر ان کی موت ایمان اور اسلام پر ہوتی ہے' تیسری صف والوں نے زبان سے تو بلی کہا مگر دل سے تسلیم نہ کیا پھر سجدہ بھی کیا مگر بعد میں پشیمان ہوئے کہ یہ کیا جہالت کر بیٹھے یہ وہ ہیں جو پیدا تو اسلام پر ہوئے مگر ان کی موت کفر پر ہوئی چوتھی صف والوں نے نہ دل سے بلی کہا اور نہ زبان سے کہا اور نہ ہی انہوں نے سجدہ کیا یعنی یہ روحیں اقرار کی نعمت محروم رہیں۔

سماع پر بحث:

حضرت بابا فرید نے فرمایا کہ سماع کے دوران مدہوش وہی لوگ ہوتے ہیں جو اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ کی صدا سن کر بے ہوش ہوئے تھے اور اب بھی محبوب کا نام سن کر حالت کیف وسرور میں وہ متحیر و بے ہوش ہو جاتے ہیں یہ سب باتیں معرفت کی ہیں یعنی اگر خبر ہی نہ ہوگی کہ وہ کس کی عبادت کر رہے ہیں اس لئے اہل سلوک کہتے ہیں کہ عبادت وطاعت کا مقصد ذات الٰہی کی شناخت ہے۔

پھر فرمایا کہ قرآن مجید سے ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ "امام زاہد اس کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ نہیں پیدا کیا ہم نے جنات اور انسانوں کو مگر اس واسطے کہ وہ بندگی کریں۔ جب کہ اہل سلوک لِیَعْبُدُوْنَ کا معنی لِیَعْرِفُوْنَ کرتے ہیں یعنی ان کی تخلیق کا مقصد معرفت الٰہی ہے کیونکہ معرفت ذات کے بغیر عبادت میں کیا لطف آئے گا۔ عشق مجازی میں پہلے کسی کو دیکھتا ہے۔ پھر عاشق ہوتا ہے پھر محبوب کے شناساؤں کے ذریعے محبوب تک پہنچتا ہے یہی حال حقیقت وطریقت کا ہے کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں

پہنچائے گا اور اس کے تعلق دار اولیاء اللہ سے دوستی نہیں کرے اسے عبادت میں سرور ولطف نہیں آئے گا پھر ارشاد فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی صدا سے مراد دراصل محبوب حقیقی کی شناخت ہے۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت اُوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قوال محمد شاہ اپنی ٹولی کے ہمراہ پہنچ گیا' شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بدر الدین غزنوی بھی موجود تھے' حضرت بابا فریدؒ نے قوالوں سے کچھ سنانے کی فرمائش کی جیسے ہی انہوں نے گانا شروع کیا تو حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے ایک دن اور ایک رات اسی کیفیت میں رہے بس نماز کے اوقات میں نماز پڑھ لیتے پھر سماع میں شروع ہو جاتے۔

کلام یہ تھا۔

ملامت کردن اندر عاشقی است
ملامت کے کند آں کس بنیاست
نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد
نشان عاشقی از دور پیدا است
نظامی ناتوانی پارسا باش
کہ نور پارسائی شمع دلہاست

ترجمہ: اوصاف عاشقی میں ملامت کرتا ہے۔صاحب نظر کیسے ملامت کر سکتا ہے۔نہ ہر تر دامن کو عشق زیب دیتا ہے۔کیونکہ نشان عاشقی تو دور سے نظر آتا ہے۔اے نظامی ہمت ہے تو پارسا بن۔اس لئے کہ پارسائی کا نور دلوں کی شمع ہے

جب ہوش میں آئے تو پھر سماع پر گفتگو شروع ہو گئی فرمایا اہل سماع جب تحیر واستغراق کی حالت میں ہوتے ہیں اس وقت ان پر اگر ایک لاکھ تلواریں چلائی جائیں تب بھی انہیں خبر نہ ہوگی جس وقت یہ لوگ محبوب کی محبت میں غرق ہوتے ہیں اس وقت کیا ہوا کون آیا انہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا اسکے بعد کچھ مسافر درویشوں نے واپس وطن جانے کی اجازت چاہی اور عرض کیا کہ ہمارے پاس زادِ سفر نہیں ہے بابا فرید نے چند پرانی کھجوریں درویشوں

کو دیدیں اور کہا جاؤ۔ اُنہوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ اِن خستہ کھجوروں کو کیا کریں گے۔ لاؤ یہیں پھینک چلیں۔ جب غور سے دیکھا تو وہ کھجوریں نہیں بلکہ اشرفیاں تھیں۔ اسی وقت موذن نے اذان دی حضرت بابا فریدؒ عبادت میں مشغول ہو گئے اور ہم لوگ واپس آ گئے الحمدللہ علی ذالک۔

☆☆☆

پانچویں مجلس

مرید کرنے کا بیان

جمعرات کے روز انیسویں شعبان ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ حاضر ہوئے سیر العارفین میں لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی پیر کا مرید ہونا چاہے تو پہلے غسل کرے اور اگر ہو سکے ہورات کو جاگتا رہے اور اپنی خیریت کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے۔ اور اگر رات بھر جاگ سکے تو جمعرات کے روز چاشت کے وقت پیر کے روز اللہ عزوجل کے پیاروں اور نیک مردوں کو جمع کرے۔ اور قبلہ رخ ہو کر بیٹھے پھر دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے پھر مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر متبرک آیات پڑھ کر اسے دم کرے آیات پڑھنے سے پہلے مرید کو کہے کہ استغفار پڑھے پھر قبلہ رخ ہو کر مقراض لے۔ تین مرتبہ آواز سے تکبیر کہے۔ قینچی چلاتے وقت اہل سلوک کا اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہے اور پھر کوئی خیال دل میں نہ لائے۔ جب تکبیر سے فارغ ہو تو ایک مرتبہ کلمہ توحید پڑھے اور بیس مرتبہ درود اور اکیس مرتبہ استغفار۔ جب اس سے فارغ ہو۔ تو مقراض لے کر سامنے کا بال کترنے اور بعد ازاں کہے کہ اے بادشاہ! یہ تیری ہی درگاہ سے بھاگا ہوا بندہ تھا۔ اب تیری غلامی میں آنا چاہتا ہے اور تیرا حلقہ بگوش بننا چاہتا ہے۔ پھر دائیں طرف کا ایک بال کاٹے اور ایک بائیں طرف کا ان تینوں کو ملا دے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف ایک بال لے۔ اور زیادہ نہ لے۔ صحیح قول وہ ہے کہ جس کی روایت حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی۔ کہ اس طرح مقراض چلانا دوسرے طریقوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اہل صفہ کے خلیفہ ہیں۔ اور یہ حدیث آپ کے بارے میں وارد ہے۔ (حدیث) اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (ترجمہ) میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔

اس کے بعد میں نے پوچھا کہ مقراض چلانا کس نے شروع کیا؟ فرمایا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اور انہیں تلقین کیا تھا۔ حضرت جرائیل علیہ السلام نے پھر اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

ایک روز حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں فلاں کا مرید ہوں۔ پوچھا تیرے پیر نے کیا تعلیم دی ہے۔ میرے پیر ہاں تو کرتے تھے باقی کچھ تعلیم نہ دی۔ بزرگوں نے چلا کر کہا ھُوَ مُفِصِلٌ وَضَالٌ یعنی وہ خود گمراہ ہے۔ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کو اپنے مرید کے احوال سے واقف ہونا چاہیے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے حاضرین کو فرمایا کہ پیر میں اس قدر قوت باطنی ہونی چاہیے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے لئے اس کے پاس آئے۔ تو نور معرفت اور اپنی ذاتی قوت سے اسے کے سینے کے زنگار کو صاف کرے۔ تاکہ اس کے سینے میں کوئی کدورت نہ رہے۔ اور آئینے کی طرح روشن ہو جائے۔ اور اگر خود اس میں اس قدر طاقت نہیں۔ تو بہتر ہے کہ مرید نہ بنائے جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی راہبری کیا کرے گا۔

حضرت بشر حافی کی توبہ:

اس کے بعد شیخ الاسلام نے اشک بار ہو کر فرمایا کہ جس روز حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی تو پشیمان ہو کر خواجہ جنید بغدادیؒ کی بارگاہ کا رخ کیا۔ اور ان کے ہاتھ پر توبہ کی اسے خرقہ اور مقراض کی رسم سکھائی۔

بعد ازاں خواجہ بشر حافی واپس چلے آئے اور بعد میں لکڑی کی نعلین بھی استعمال نہ کیں۔ پوچھا کہ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا۔ کیا مجال ہے کہ بادشاہوں کے فرش پر جوتی پہنے پھروں۔ دوسرے یہ کہ جس روز میں نے اللہ تعالیٰ سے آشنائی حاصل کی اس روز میں پاؤں سے ننگا تھا۔ اب مجھے جوتی پہنتے شرم آتی ہے۔

مجاہدہ کی ضرورت:

اہل سلوک نے فرمایا ہے کہ جو پیر اہل سنت والجماعت کے طریق کار پر پابند نہیں اور

اس کے افعال واقوال حرکات وسکنات حدیث اور قرآن مجید کسی کے مطابق نہیں۔ وہ اس راہ میں راہزن ہے۔ جس طرح دھوئیں سے آگ کا ہونا معلوم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مرید کو دیکھ کر اسکے پیر کا اندازہ کر سکتے ہیں بہت سے مرید جو گمراہ ہوتے ہیں تو اس کا یہ سبب ہوتا ہے کہ ان کے پیر کامل نہیں ہوتے یہاں پر کام حسن ارادت اور کمالیت سے ہے۔ اس لیے کے مقراض ایک سرالٰہی ہے کوئی اس بھید سے واقف نہیں۔ اگرچہ بعض نے کہا کہ مقراض قطع علائق ہے پس مقراض میں اس قدر کام ہیں کہ ان کو ہر شخص نہیں پڑھ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس راہ میں بغیر مجاہدہ اور مشقت قبولیت کا اثر نہیں پڑتا۔

قلب مومن:

بارگاہ الٰہی میں مومن کے دل کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔ لیکن لوگ دل کی اصلاح سے غافل ہیں اس لیے گمراہی میں پڑتے ہیں۔ سلوک کا اصل اصول ہی یہی دل ہے ماہ نبوت (ﷺ) فرماتے ہیں (حدیث) کہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

جو درویش ابھی ستر پردوں میں ہے اور ذرہ بھر میں بھی روشنی اسے نصیب نہیں ہوئی اور کسی کو مرید کرنا چاہتا ہے اور اسے خود مقروض اور خرقہ کی رسوم سے واقفیت نہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہے اور مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ درویش عالم اور صاحب قوت ہونا چاہیے تاکہ مقراض اور خرقہ کی رسوم میں اہل سنت وجماعت کے خلاف نہ کرے۔

خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الشافی میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو خلقت سے گوشہ گیری حاصل نہیں جان لے وہ حق سے دور ہے۔ اس لیے کہ فقیر کے لئے اہل دنیا سے میل جول کرنا نقصان سے خالی نہیں۔ جو طالب اللہ ہے۔ اس کو راہ راست سے باز رکھتا ہے چنانچہ سلک سلوک میں لکھا ہے خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس راہ کے چلنے والے کو بغیر ضرورت گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔ اور برے آدمیوں کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہیے۔ البتہ عالموں کی مجلس میں بیٹھے۔ لیکن بے ضرورت بات نہ کرے۔ پھر اپنی بندگی کی تاثیر دیکھے کہ کس قدر روشن ضمیری اس میں پیدا ہوتی ہے۔

مرید کے سر پر مقراض چلانے سے پہلے اسے غسل کرائے اور اپنے ہاتھ سے کچھ

مٹھائی اس کے منہ میں ڈالے۔اور یہ نیت کرے کہ پروردگار! اپنے اس بندے کو اپنی راہ کو طلب کے ذوق سے شریں بنا۔ پھر اگر خلوت کے لائق ہے تو خلوت اختیار کرے نہیں تو سکوت پھر تلقین فرمائے۔

"سر العارفین" میں لکھا ہے کہ خلوت چالیس روز کی ہوتی ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ ستر روز کی بعض کی رائے ہے کہ نانوے دن کی لیکن معتبر وہی ہے۔ جو شیخ عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔مگر طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال ہے اور بصریہ کے نزدیک بیس سال۔ اہل سلوک کے قول کے مطابق تعین سے مقصود یہ ہے کہ نفس امارہ کو ریاضت کے سبب مغلوب کیا جائے۔اور نفس کے کتے کو قید کیا جائے۔ مشائخ طبقات کے مذہب میں مراقبہ ہے۔ جو خلوت میں سوائے مراقبہ کے اور کچھ اختیار نہیں کرتے۔ جب خلوت میں بیٹھنا چاہے۔تو اپنے پیر کا کپڑا پہنے تاکہ اسکی برکت سے روشنائی حاصل ہو جائے کیونکہ خرقہ دینے کا مطلب یہی ہے۔

تلقین ذکر:

بعض مشائخ نے کہا ہے۔مثلاً خواجہ فضیل عیاضؒ و خواجہ حسن بصریؒ کہ پیر کو لازم ہے کہ اوّل اپنی ٹوپی مرید کے سر پر رکھ دے۔ پھر اس کے بعد تلقین ذکر کرے۔ ذکر تین ہیں۔ اول لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ۔دوم سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. سوم۔ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ.

اگر پہلا ذکر اختیار کیا جائے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ نو دفعہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہے اور دسویں دفعہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه . پھر اکیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھے بعد ازاں تیس دفعہ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ ۔لیکن یہ سب اس طرح پڑھنا چاہیے کہ حاضرین بھی سنیں اور ذوق حاصل کریں لیکن ایسا چیخ کر نہیں کہ دوسرے گھروں تک آواز جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ طبقہ جنیدیہ میں بارہ دفعہ کا حکم ہے اور میں بھی اس سے متفق ہوں ۔پھر ارشاد ہوا کہ "ذکر اس شان سے کرنا چاہیے کہ بدن کا رونگٹا رونگٹا زبان کا کام دے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جب ذکر کرتے تھے تو ایسے بے خود ہو جاتے تھے کہ صحرا کی طرف منہ

کر لیتے اور غلبہ شوق سے چلا چلا کر پکارتے کہ "اے وہ جو مکان سے منزہ اور پاک ہے چل میرا دل تیرے ذکر سے پر ہو گیا۔ اگر سوائے تیرے نام کے کوئی لفظ میری زبان سے نکلے تو میں مر جاؤں۔"

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتیؒ نے شرح الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ شیخ و مرید کی مثال دایہ اور بچے کی سی ہے۔ جس طرح بچہ کوئی بدخوئی کی حرکت کرتا ہے تو دایہ اُسے دوسرے اچھے کاموں میں مشغول کر کے خوش دل اور نیک بنانے کی سعی کرتی ہے اسی طرح پیر بھی مرید سے کبھی ذکر کراتا ہے اور کبھی قرآن پڑھواتا ہے تاکہ کہیں اس کا دل کسی خراب بات کی طرف نہ لگ جائے۔"

اس کے بعد فرمایا "ہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ فقیر کو اہل دنیا کے ساتھ زیادہ خلا ملا نہ ہو۔ ان سے بہت صحبت نہ رکھے کیونکہ ان کی صحبت سے بڑھ کر مضر نہیں۔ فقیر کے دین و دنیا گوشے ہی میں ٹھیک ہوتے ہیں" پھر فرمایا کہ بس پیر و مرید کی یہ کیفیت ہونی چاہیے جو اس وقت بیان کی گئی۔ اگر کسی کو ایسا شیخ کامل نہ ملے جس کی کتب اہل سلوک پر نظر ہو یا جو پورے طور سے بزرگان سلف کی اتباع نہ کر سکتا ہو تو سوچ سمجھ کر مرید ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کو وصیت کرے کہ وہ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت سے بچے اور طالب شہرت و ثروت نہ بنے۔ زیادہ بولنے سے احتراز کرے۔ اور بے حاجت کہیں نہ جائے۔ کیونکہ سب باتیں دنیا والوں کی ہیں اور حب دنیا کل خطاؤں کی جڑ ہے۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ. پھر فرمایا کہ سجادے کو ضرورت بے ضرورت نہ چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ اصحاب طریقت کہہ گئے ہیں کہ جب کوئی شخص روز روز طلب دنیا میں پھرتا ہے تو اسے علم حلال و حرام نہیں رہتا اور اگر کوئی صوفی سلوک و سجادے کو چھوڑ کر کوچہ د بازار کا چکر لگاتا ہے تو وہ بھی کھوکھلا ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ قبول پر چلنے والے کی علامت یہ ہے کہ جس طرح بھی جمعے کی شب کو جاگ کر گزارے اور اس میں ذکر یا تلاوت یا نماز (نوافل) پڑھتا رہے، لیکن نماز پڑھنی افضل ہے کیونکہ ارشاد ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ

اَلْمُؤْمِنِیْن ۔(نماز مومن کی معراج ہے)اسکے بعد فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اصل سلوک ریاضت اور ثمرہ ارادت ہے اس لئے بندے کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے ہم نشینی اغنیاء وملوک سے محترز رہے اور نفسانی خواہشات کو مارے اور صالحین کی صحبت اختیار کرے کہ نبی (ﷺ) کی حدیث ہے۔ صُحْبَۃُ الصّٰلِحِیْنَ نُوْرٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ)

☆☆☆

اَلْمُؤْمِنِیْن ۔ (نماز مومن کی معراج ہے) اسکے بعد فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اصل سلوک ریاضت اور ثمرہ ارادت ہے اس لئے بندے کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے ہم نشینی اغنیاء وملوک سے محترز رہے اور نفسانی خواہشات کو مارے اور صالحین کی صحبت اختیار کرے کہ نبی (ﷺ) کی حدیث ہے۔ صُحْبَۃُ الصّٰلِحِیْنَ نُوْرٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْعٰلِمِیْن ۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَلٰی ذٰلِک)

☆☆☆

چھٹی مجلس

نماز میں استغراق

۱۱ شعبان ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات ان لوگوں کے بارے میں ہو رہی تھی۔ جو نماز میں استغراق کی وجہ سے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں رکھتے۔ ایک مرتبہ غزنی کی جانب میں نے سفر کیا۔ وہاں پر چند درویشوں کو میں نے دیکھا۔ جو ازحد یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ رات انہیں کے پاس رہا جب دن ہوا تو شہر کے پاس ایک حوض تھا وہاں تازہ وضو کرنے کے لئے گیا تو ایک درویش کو دیکھا کہ بہت ہی کمزور تھا اسکا حال پوچھا فرمایا مدت سے مجھ کو کوئی پیٹ کا عارضہ ہے جس کے سبب میں کمزور ہو گیا ہوں۔ وہ رات اس درویش کے پاس رہا رات کے وقت اس کی بیماری اور بھی زور پکڑ گئی۔ کیونکہ ہر روز ایک سو چالیس رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے تو ہر مرتبہ غسل کر کے پھر نماز میں مشغول ہو جاتا۔ چنانچہ اس رات ساٹھ مرتبہ قضائے حاجت کے لئے گیا اور ساٹھ مرتبہ نہا کر دوگانہ ادا کیا اور اپنا وظیفہ پورا کیا۔ آخری وقت جب غسل کرنے گیا تو پانی میں جان بحق ہو گیا۔

ایمان کی دلیل:

پھر فرمایا انسان گناہوں سے بیزار اس وقت ہوتا ہے جب وہ دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے گویا اس میں اس کی بھلائی مضمر ہے پھر فرمایا کہ ایک دن میں بخارا میں شیخ سیف الدین باخزری کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور کہا اے امام کچھ عرصہ سے مجھے کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے' جوڑوں میں بھی درد رہتا ہے' حضرت شیخ نے فرمایا نقصان کا مطلب ہے زکواۃ تو نے پوری ادا نہیں کی ہو گی جب کہ بیماری کا آنا ایمان کی دلیل ہے پھر فرمایا تابعین کرام نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے قیامت کے دن درویشوں کو ایسے درجات سے نوازا جائے گا کہ جنہیں دیکھ کر مخلوق ہاتھ ملتے ہوئے کہے گی

ہم نے دنیا میں ان ولیوں جیسے کام کیوں نہ کیے اور مریضوں کے بے انداز اجر وثواب کو دیکھ کر حسرت سے لوگ کہیں گے کاش دنیا میں ہم بھی بیماری میں مبتلا ہوئے ہوتے پھر فرمایا جب بھی دکھ درد پہنچے تو سب سے پہلے آدمی اس کی علت پر غور کرے اور اپنے نفس کا خود ہی علاج کرے بعد ازاں بابا فرید نے بچشم نم یہ شعر پڑھا۔

اے بسا درد کاں ترا دردست
اے بسا شیر کاں ترا آہوست

ترجمہ: میرے اندر جو بہت زیادہ درد ہیں وہ تیرے ہی ہیں بہت سے شیر تو تیرے سامنے ہرن ہیں۔

درویشوں سے عقیدت:

اس کے بعد اس مسئلے پر بحث شروع ہوئی کہ درویشوں سے ہمیشہ عقیدت اور حسن ظن رکھنا چاہیے تاکہ ان کی برکت سے اللہ تم کو اپنے سائے میں لے لے۔

فرمایا شیر خاں والی اُوچ وملتان میرا مخالف رہتا تھا۔ میں نے بارہا یہ شعر اس کے حق میں دوہرایا۔

افسوس کہ از حال منت نیست خبر
انگہ کہ خبرت شود افسوس خوری

ترجمہ: افسوس کہ تجھے میرے حال کی خبر کی جب تجھے خبر ہوگی تو افسوس کرتا رہ جائے گا۔ آخر ایک ہی سال میں کفار نے اُس پر چڑھائی کی اور اُسے برباد کر دیا۔

پھر اسی سلسلے میں ارشاد کیا کہ ایک دن میں سیوستان میں شیخ اُوحد کرمانیؒ کی خدمت میں پہنچا۔ شیخ نے مجھے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ زہے سعادت کہ میرے پاس آئے۔ غرض کہ میں جماعت خانے میں بیٹھا تھا کہ دس درویش صاحب نعمت تشریف لائے اور آپس میں کرامت وبزرگی پر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ اُن سے ایک نے کہا کہ اگر کوئی شخص صاحب کرامت ہے تو اُسے چاہیے کہ اُس کو ظاہر کرے۔ سب نے کہا اوّل تم ہی کچھ دکھاؤ۔ شیخ اُوحد کرمانیؒ نے بھی ان کی طرف رُخ کیا اور بولے کہ اس شہر کا حاکم ان دنوں

مجھ سے بگڑا ہوا ہے اور مجھے روز کچھ نہ کچھ تکلیف دیتا رہتا ہے' لیکن آج وہ میدان سے سلامت نہیں آسکتا۔ ان الفاظ کا شیخ کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک شخص باہر سے آیا اور خبر سنانے لگا کہ بادشاہ سیر وشکار کو گیا تھا اور اُس وقت گھوڑے سے گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

اس پر درویشوں نے دعا گو کی طرف دیکھا اور بولے تم کہو۔ میں نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد اٹھا کر کہا'' آنکھیں سامنے کرو۔'' سب نے تعمیل کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں اور وہ سب خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ آخر واپسی ہوئی اور سب نے اقرار کیا کہ بیشک یہ درویش ہے اسکے بعد میں نے اور شیخ اوحد کرمانیؒ نے اُن درویشوں سے سوال کیا ہم اپنا کام کر چکے اب تمہاری باری ہے۔ یہ سن کر سب نے اپنے اپنے سر خرقوں میں کر لئے اور اندر ہی اندر غائب ہو گئے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے راقم دعا گو کو مخاطب کیا کہ اے مولانا نظام الدین! جو خدا کے کام میں لگا ہوا ہے خدا اس کے کام بناتا رہتا ہے یعنی جو خدمت حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور جس کے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں اور جو اپنے نفس کے لئے ہر وقت غازی بنا رہتا ہے' خدا بھی اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بدخشاں گیا۔ وہاں بہت سے بزرگ اولیاء اللہ تھے۔ چنانچہ عبدالوحد نواسۂ شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے شہر کے باہر ایک غار میں اپنا مسکن بنا رکھا تھا' جب مجھے ان کی کیفیت معلوم ہوئی تو اُن کے پاس گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ نہایت نحیف وزار ہیں اور ایک پاؤں غار کے اندر اور ایک غار کے باہر کئے عالم تحیر میں کھڑے ہیں۔ میں نے نزدیک پہنچ کر سلام کیا۔ فرمایا کیسے آئے؟ اس کے بعد تین شبانہ روز منتظر رہا۔ کوئی کلمہ زبان سے نہ سنا۔ تیسرے دن عالم صحو میں آئے اور بولے اے فرید! میرے قریب مت آنا ورنہ سوختہ ہو جائے گا اور نہ مجھ سے دور ہو کیونکہ پھر مسحور ہو جائے گا۔ ہاں میرا ماجرا سن۔ آج ستر سال ہو گئے کہ اس غار میں ایستادہ ہوں۔ ایک دن ایک عورت یہاں سے گزری۔ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا۔ چاہا کہ باہر نکلوں۔ اتنے میں ہاتف

غیب نے آواز دی کہ "اے مدعی اس کی طرف مائل عہد وتو کہتا تھا کہ میں نے غیر اللہ کو چھوڑ دیا۔ بس اتنا سننا تھا کہ میرا باہر آیا ہوا پیر باہر رہ گیا اور اندر کا اندر۔ اس حال کو تیس سال گزر گئے۔ عالم تحیر میں ہوں اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن اس منہ کو کیونکہ سامنے کر سکوں گا بڑی شرمندگی ہے۔"

اس کے بعد ملک المشائخؒ نے فرمایا کہ رات وہیں پوری کی۔ دیکھا کہ وقت افطار کچھ دودھ اور کچھ خرمے ایک طباق میں لگے ہوئے اُن بزرگ کے سامنے آئے۔ خرمے شمار میں دس تھے۔ ارشاد کیا کہ میرے واسطے ہر روز صرف پانچ خرمے آیا کرتے تھے۔ آج یہ دس تمہاری وجہ سے بھیجے گئے ہیں۔ آؤ دودھ پیو اور روزہ افطار کرو۔ میں نے ادب سے اپنے سر کو زمین پر رکھا اور اُس کھانے کو کھالیا۔ بعد ازاں وہ شیخ اپنے عالم میں مشغول ہو گئے۔ ستنے میں بدخشاں کا خلیفہ آیا اور سجدہ تعظیم کر کے کھڑا ہو گیا۔ سوال کیا۔ "کیا حاجت لاتے ہو؟" بولا کہ والی سیوستان نے میرا مال غصب کر لیا ہے۔ اجازت دیجئے کہ اسکا مقابلہ کروں۔" حضرت مسکرائے اور سامنے پڑی ہوئی ایک لکڑی کو سیوستان کی طرف کر کے گویا ہوئے کہ میں مارے دیتا ہوں۔ خلیفہ یہ سن کر چل دیا۔ کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ لوگ اُس کا مال لیکر آئے اور قصہ سنانے لگے کہ والی سیوستان دربار عام میں بیٹھا احکام جاری کر رہا تھا کہ ایک لکڑی دیوار میں نمودار ہوئی اور ایسے زور سے اس کی گردن پر پڑی کہ گردن جدا ہو گئی۔ اس کے بعد آواز آئی کہ یہ شیخ عبدالواحد بدخشانی کا ہاتھ تھا جس نے اس کو ہلاک کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ میں چند روز اور اُن کی صحبت میں رہا۔ آخر اجازت عنایت ہوئی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے۔

☆☆☆

ساتویں مجلس

کراماتِ اولیاء:

۱۲ شعبان بروز پیر ۶۵۵ھ دولت قدم بوسی کا موقع ملا۔ شیخ ابو الغیث یمنیؒ اور شیخ سعد الدین حمویہ کی بزرگی کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا شیخ ابو الغیث یمنی الحسینی بڑے صاحب باطن شخص تھے۔ انہوں نے شیخ یوسف الحسینی، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شیخ فرید الدین عطارؒ۔ اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ اسرار ہم جیسے مشائخ کو دیکھا تھا۔ ایک دفعہ یمن پر ملا مغل چڑھ آیا خواجہ ابو الغیث صومعہ میں تشریف فرما تھے۔ خلیفہ شہر نے حال عرض کا۔ آپ نے اپنی چھچی نکالی اور کہا آج رات کو اسے کافروں کے لشکر کے پاس جلانا۔

خلیفہ نے تعمیل ارشاد کی۔ لکڑی کا جلانا تھا کہ ان حملہ آوروں میں آپس میں لکڑی جل گئی۔ ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگا۔ آخر معلوم ہوا کہ کوئی سبز پوشوں کی جماعت آئی تھی جس نے ان میں یہ کھلبلی مچادی۔ جب صبح ہوئی تو مغلوں کا ایک شخص بھی زندہ نہ تھا۔

اس کے بعد اسی محل میں ارشاد کیا کہ شیخ قطب الدین بختیار کا کیؒ سے نقل ہے کہ ایک دفعہ وہ اور شیخ جلال تبریزیؒ اور شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ ملتان میں مقیم تھے کہ وہاں کا حاکم قباچہ نامی اُن کے پاس ایک تیر تھا۔ وہ آپ نے اُسے دیکر کہا کہ جاؤ اور اسے اُن کے لشکر کی طرف پھینک دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تمام مغل بھاگ گئے۔

پھر ارشاد کیا یمن میں ایک دفعہ مینہ برسا۔ کھیتیاں خشک ہو گئیں اور مخلوق قحط سے مرنے لگی۔ خلیفہ تمام اہل یمن کے ساتھ شیخ ابو الغیث کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور دعائے باراں کیجئے۔ فرمایا کل میری نماز گاہ میں آؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا شیخ ابو الغیث تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثناء کرنے لگے اور رسول اللہ (ﷺ) پر درود پڑھ کر آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور بولے۔ ''اے میرے اللہ! اگر میری اطاعت تیری جناب میں مقبول ہے تو باران رحمت نازل فرما۔'' ان کلمات کا زبان سے نکلنا تھا کہ فوراً بارش آ گئی اور ایسی برسی کہ پانچ چھ روز تک نہ رُکی۔ لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ ایسا پانی ہم

نے مدت العمر نہیں دیکھا۔ اس کے بعد اُن کا انتقال کا حال بیان فرمایا کہ شیخ نماز فجر پڑھ کر حسب معمول مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق ادا کر کے مرد حاضر کو حکم دیا کہ غسال کو بلا لاؤ اور جامہ وخوشبو مہیا رکھو۔ غسال کو طلب کر لیا گیا اور سب چیزیں بھی آ گئیں۔ بعد ازاں کہا کہ مجھے تنہا چھوڑ دو کہ شہسواران حق آئیں۔ پھر سورہ یسین پڑھنی شروع کی جب اس مقام پر پہنچے **فَسُبحٰن الَّذِی بِیَدہٖ مَلَکُوتُ کُلِّ شَیءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْن** تو جان دوست کے حوالے کر دی۔ گوشہ دیوار سے آواز آئی کہ "دوست دوست سے پیوست ہو گیا" یہ فرما کر شیخ الاسلام ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے جب ہوشیار ہوئے تو یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بد ہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہر گز

ترجمہ: تیری گلی میں عاشق اس طرح اپنی جان سے گزر جاتے ہیں کہ ملک الموت وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

ملک الموت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام:

پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دن پورے ہونے کو تھے تو آپ اس وقت گھر سے باہر تھے اسی دوران ملک الموت سے آمنا سامنا ہو گیا، اس نے سلام کیا' آپ نے جواب دینے کے بعد پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں' حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت عالم کیف وسرور میں تھے ملک الموت کو کھینچ کر ایسا طمانچہ مارا کہ اس نے وہاں سے بھاگنے میں اپنی عافیت سمجھی اور کہا کہ دوبارہ نہیں آؤں گا' ملک الموت نے سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا الٰہی مجھے کس کے پاس بھیجا گیا تھا میں نے تو خود وہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ملک الموت میرے اور مجھ سے محبت کرنے والوں کے درمیان تم نے دخل کیسے دیا یہ میرا اور میرے دوست کا معاملہ ہے۔

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا پھر سنو۔ دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام روبہ بیت

المقدس جلوہ افروز تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر ایک بہشتی سیب آپ کی خدمت میں پیش کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے سونگھا جیسے ہی دوست کی مہک دماغ تک پہنچی' چیخ مار کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی یہ واقعہ بیان کرتے ہی بابا فرید گریہ کناں ہوئے اور حاضرین بھی متاثر ہو کر رونے لگے حضرت بابا فرید بار بار یہ شعر دہرا رہے تھے۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

ترجمہ: تیری گلی میں عاشق اس طرح اپنی جان سے گزر جاتے ہیں کہ ملک الموت وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ اپنے دوستوں سمیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روضہ پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو قبر مبارک سے یہ آواز سنی رب ارنی انظر الیک پھر فرمایا کہ عشق زندگی اور موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام روز حشر بھی عرش الٰہی کے کنگرے کو پکڑ کر یہی نعرہ بلند فرمائیں گے رب ارنی انظر الیک یعنی اے رب مجھے ایک نظر عنایت سے نواز دیجئے۔ اگر فرشتوں نے موسیٰ علیہ السلام کو گرفت میں نہ لیا ان کا اشتیاق قیامت برپا کر دے گا بعد ازاں بابا فرید نے مجھے متوجہ کر کے فرمایا مولانا نظام الدین سالک کو چاہیے کہ ہر وقت محبوب کی محبت میں مستغرق رہے اور ہر لحظہ محبت میں اضافہ کرتا رہے پھر عالم وجد میں بار بار یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

ترجمہ: تیری گلی میں عاشق اس طرح اپنی جان سے گزر جاتے ہیں کہ ملک الموت وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

عارف باللہ نوجوان:

ایک مرتبہ ایک جوان حالت نزع میں تھا اور واصل حق جب اسکی عمر کا پیمانہ لبریز ہوا تو عزرائیل نے مشرق سے مغرب تک ڈھونڈا لیکن اس جوان کو نہ پایا پھر اپنے مقام پر آ کر سر

سجدے میں رکھا اور مناجات کی کہ پروردگار مجھے وہ جوان نہیں ملتا۔ اس کا نام بھی تختی سے ہٹ گیا ہے۔ حکم ہوا کہ فلاں جنگل میں ہے جب ملک الموت واپس آیا تو اس جنگل میں بھی نہ پایا۔ پھر جا کر عرض کی حکم ہوا کہ تو ہمارے دوستوں کی جان قبض نہیں کر سکتا۔ نہ ہی انہیں دیکھ سکتا ہے۔ وہ ہماری یاد میں اس طرح جان دیتے ہیں کہ تجھے خبر بھی نہیں ہوتی۔

حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کا انتقال:

جس وقت میرے بھائی شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ العزیز انتقال کرنے کو تھے اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ صدرالدین دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے آکر خط دیا اور کہا کہ اسے کھولے بغیر اندر پہنچادو۔ حکم ہوا کہ صدرالدین کے ہاتھ میں دینا تاکہ وہ شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمۃ کو پہنچادے اور وہ اسے پڑھ لیں۔ شیخ صدرالدین پڑھ کر زار وقطار روئے۔ اور کہا کہ یہ دوست کا پروانہ ہے۔ اور عزرائیل لایا ہے کہا بیشک! پوچھا خود کیوں نہیں جاتے؟ کہا حکم ہے کہ آپ کے ہاتھ دوں اور آپ شیخ صاحب کو پہنچائیں۔ جب خط اندر لایا گیا تو شیخ صاحب یادالٰہی میں مشغول تھے جب فارغ ہوئے تو آداب بجالا کر شیخ صاحب کو خط دیا۔ کھول کر مطالعہ کیا۔ پھر سجدہ میں سر رکھ کر جان دے دی۔ اندر سے آواز آئی کہ شیخ بہاؤالدینؒ دوست سے جا ملے۔ اس وقت شیخ الاسلام قدس سرہ نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور بے ہوشی میں یہ آواز نکلی۔ کہ ہم بھی ایسے ہی ہوں گے۔ اور دوست کو ملیں گے۔ یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہنا
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

ترجمہ: تیری گلی میں عاشق اس طرح اپنی جان سے گزر جاتے ہیں کہ ملک الموت وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

حضرت شیخ سعدالدین کا انتقال:

شیخ سعدالدین حمویہ از حد بزرگ تھے۔ ایک شہر کے اندر ایک مسجد میں چند روز ٹھہرے۔ اس شہر کے مسلمانوں میں بیماری کا زور تھا۔ جب آپ نے یہ ماجرا سنا تو حکم دیا کہ

جو مریض ہو اسے میرے پاس لاؤ۔ تمام بیمار لائے گئے شیخ صاحب نے اپنا دست مبارک پھیرا کئی بار بیماروں کو شفا حاصل ہوگئی پھر وہاں سے غزنی آئے وہاں بھی چند ایک بیمار تھے جو آپ کے دست مبارک کی برکت سے شفا پا گئے۔

بعد ازاں اوچہ پہنچے۔ جس روز انتقال ہونے والا تھا۔ معہ احباب جنگل جا کر قبلہ رخ ہو کر سورہ بقر پڑھنی شروع کی اور اشراق تک سارا قرآن شریف ختم کیا اور سجدہ میں جان دیدی۔ آواز آئی جو تمام حاضرین نے سنی تھی کہ نیک بخت بندہ تھا اللہ تعالیٰ سے جاملا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے اشک بار ہو کر یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

ترجمہ: تیری گلی میں عاشق اس طرح اپنی جان سے گزر جاتے ہیں کہ ملک الموت وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

شیخ باخزری کا انتقال:

شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جہاں نماز ادا کرتے وہیں سو رہتے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا۔ تو اٹھتے۔ امام اور موذن موجود ہوتے۔ پھر عشاء کی نماز ادا کر کے ساری رات جاگتے رہتے۔ آپ کی عمر اسی طرح گزر گئی۔

بخارا کے ایک شخص نے خواب میں دیکھا بخارا کے دروازے سے ایک جلتی ہوئی شمع باہر لے جا رہے ہیں۔ بیدار ہو کر ایک بزرگ سے تعبیر پوچھی۔ فرمایا کہ یہاں سے کوئی صاحب نعمت انتقال کرے گا۔

شیخ سیف الدین باخزری نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ اب اشتیاق زیادہ ہو گیا ہے۔ اس ہفتہ میں متواتر ذکر کیا اور اس میں فراق اور وداع خلق کا ذکر تھا سب حیران تھے کہ کیا کہتے ہیں۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مسلمانو! واضح رہے کہ میرے پیر نے مجھے خواب میں بلایا ہے۔ سو میں جاتا ہوں! یہ کہہ کر نیچے اترے گھر آئے تو اسی رات انتقال ہو گیا۔ تمام اصحاب بیٹھے تھے۔ اور مشعل جل رہی تھی شیخ سیف الدین

فراق میں تھے۔ایک پہر رات گزری کہ ایک بزرگ صوف پوش نے سیب لا کر آداب بجالا کران کے ہاتھ میں دیا۔ جونہی سونگھا جان بحق ہوئے۔ شیخ الاسلام نے اشک بار ہو کر یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

ترجمہ: تیری گلی میں عاشق اس طرح اپنی جان سے گزر جاتے ہیں کہ ملک الموت وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

شیخ الاسلام نے شیخ بدرالدین غزنوی اور مولانا اسحٰق کو حکم دیا کہ تم بھی یہ شعر پڑھو۔ تین دن تک حالت بے خودی میں رہے۔پھر عالم صحو میں آئے۔الحمدللہ علی ذلک۔

☆☆☆

آٹھویں مجلس

بیان سلوک

پچیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ چند درویش خواجہ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ العزیز کے پاس حاضر خدمت تھے۔ طریقت کی راہ رضا و تسلیم ہے اگر کوئی شخص گردن پر تلوار مارے۔ تو اسی پر راضی رہے اور دم نہ مارے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس کی یہ حالت ہو۔ وہ درویش ہے۔

کرامت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ:

اس اثنا میں ایک بڑھیا روتی پیٹتی آئی اور آداب بجالائی۔ آپ نے فرمایا نزدیک آ۔ وہ نزدیک آئی تو آپ نے پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟

بڑھیا نے عرض کیا اے بزرگ! بیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ میرا بیٹا مجھ سے جدا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا آپ نے دیر تک مراقبہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ تیرا بیٹا آ جائے گا یہ سن کر وہ آداب بجالائی۔ جب گھر پہنچی تو ایک گھڑی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ لڑکے نے آ کر دستک دی پوچھا۔ ہم ضعیفوں کے در پر کون ہے؟ آواز آئی کہ میں ہوں آپ کا بیٹا! بڑھیا آ کر اپنے جگر گوشے کو اندر لے گئی اور پوچھا تو کہاں تھا؟ اس نے کہا یہاں سے ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلے پر تھا۔ پوچھا یہاں تک پھر کس طرح آ گیا؟ کہا۔ دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ کہ میرا خیال تمہاری طرف لگا میں رو رہا تھا کہ ایک شخص سفید ریش خرقہ پوش پانی سے نمودار ہوا اور پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ میں نے حالت بیان کی فرمایا کہ تجھے میں لے چلوں؟ میں نے کہا مجھے تو بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس درویش نے کہا۔ ہاتھ مجھے دو۔ اور آنکھ بند کرو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ اور اپنے آپ کو گھر کے دروازے پر کھڑا پایا بڑھیا سمجھ گئی کہ وہ بزرگ شیخ الاسلام ہی ہیں۔ فوراً آ کر سر قدموں پر رکھ دیا اور واپس چلی گئی۔

بعدازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر عابد سے کوئی درود وظائف فوت ہو جائے۔ تو وہی اس کی موت ہے۔

خواب کی تعبیر:

ایک مرتبہ میں شیخ یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صوفی نے آ کر آداب بجالا کر عرض کی کہ آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ میری موت نزدیک ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ تجھ سے صبح کی نماز فوت ہوگئی ہے۔ جب اس نے سوچا تو ٹھیک وہی بات نکلی جو شیخ الاسلام نے فرمائی تھی۔ ضروری ہے کہ جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے تجھے فی الفور دکھایا جائے۔ کیونکہ صاحب ورد سے اگر ورد فوت ہو جائے۔ تو اس کے لئے موت ہے۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی رضی الدین رحمتہ اللہ علیہ یٰسین کا وظیفہ کیا کرتے تھے ایک روز ناغہ ہو گیا۔ تو اسی روز گھوڑے پر سے گر پڑے۔ اور پاؤں مبارک ٹوٹ گیا غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس روز وظیفہ میں ناغہ ہو گیا تھا۔

صاحب ورد کو چاہیے کہ جو وظیفہ ہو اگر دن کو پورا نہ کر سکے۔ تو رات کو کرے بہر حال وظیفہ ترک نہ کرے۔ کیونکہ اس کے ترک کی شامت تمام اہل شہر پر پڑتی ہے۔ اور شہر میں خرابی پیدا کرتی ہے۔

صاحب ورد:

ایک مرتبہ ایک سیاح میرے پاس آیا دمشق کا حال اس نے یوں بیان کیا کہ جب میں وہاں پہنچا تو اسے اجڑا ہوا پایا۔ چنانچہ بیس گھروں سے زیادہ آباد نہ تھے اور سب صاحب ورد تھے۔ چند ایک مسلمانوں نے اپنا وظیفہ ترک کر دیا۔ ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ مغلوں نے آ کر سارا شہر برباد کر دیا۔ اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان کے وظیفہ کے ترک کے سبب سے یہ شہر برباد ہوا۔ وظیفہ کے ترک کرنے کی شامت اس قسم کی ہوتی ہے۔

مرید کی بخشش:

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے کہا کہ حضرت شیخ معین الدین سنجریؒ کا معمول تھا کہ جب

کوئی اُن کے ہمسایوں میں انتقال کرتا اس کے جنازے کے ہمراہ جاتے اور لوگوں کے واپس چلے آنے کے بعد تک اس کی قبر پر بیٹھے رہتے اور جو کچھ ایسے موقع کے لئے مقرر کر رکھا تھا پڑھتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح ایک جنازے کے ساتھ جانا ہوا۔ اسکے متعلقین کے واپس آجانے کے بعد قبر پر پڑھتے تھے۔ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین اوشیؒ کا بیان ہے کہ میں ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ بار بار چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا تھا۔ آخر یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ الحمدللہ بیعت خوب چیز ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے مطلب دریافت کیا۔ فرمایا کہ جس وقت اس آدمی کو دفن کیا گیا تو فوراً عذاب کے فرشتے آگئے۔ چاہتے تھے کہ اپنا کام شروع کریں۔ یکا یک شیخ عثمان ہارونیؒ نمودار ہوئے اور بولے یہ میرا مرید ہے۔ ان الفاظ کا زبان شیخ سے نکلنا تھا کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ شیخ سے کہہ کہ اس نے تمہاری مخالفت کی تھی۔ خواجہ نے فرمایا ''کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر اس نے مجھے برا بھلا کہا تو اپنے تئیں پلے بھی تو میرے باندھا تھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس پر سختی ہو۔'' ندا آئی کہ ''فرشتو! جانے دو اور شیخ کے مرید کو چھوڑ دو۔ میں نے اُسے بخشا'' یہ کیفیت بیان فرما کر حضرت شیخ الاسلامؒ چشم پرآب ہو گئے اور کہنے لگے'' کسی کا ہو جانا بڑی بات ہے'' اور یہ مثنوی زبان پر آئی۔

گر نیک شوم مرا از ایشان گیرند
ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

اگر میں نیک ہو جاؤں تو مجھے اُنہی لوگوں کے ساتھ رکھا جائے اگر برا ہوں تو انہی کے ساتھ بخشا جائے۔

ایک دن شیخ الاسلام پر کیفیت طاری ہوئی۔ حاضرین کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اگر اس وقت قوال ہوتے تو ہم کچھ سنتے۔ اتفاق سے اُس روز قوال موجود نہ تھے۔ مولانا بدرالدین اسحٰق اُن مکتوبات اور رقعات کو جو خریطے میں تھے ملاحظہ کر رہے تھے۔ ایک خط نکل آیا جسے انہوں نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا تم خود پڑھو۔ مولانا ایستادہ ہو گئے اور پڑھنے لگے۔ ''فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشاں است واز سر و دیدہ خاک قدم ایشاں'' اس قدر سننا تھا کہ شیخ الاسلامؒ کو وجد ہو گیا اور یہ رباعی

پڑھنے لگے۔

آں عقل کجا کہ از کمال تو رسد
واں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ پردہ بر گرفتی زجہاں
آں روح کجا کہ در جلال تو رسد

ترجمہ: وہ عقل کہاں کہ تیرے کمال تک رسائی حاصل کرے وہ آنکھ کہاں جو تیرے جمال تک رسائی حاصل کرے۔اگر فرض کیا کہ تو نے جہان سے پردہ میں ہے۔وہ روح کہاں ہے جو تیرے جلال تک رسائی حاصل کرے۔

مسلسل ایک دن ایک رات حضرت بابا فرید اسی عالم کیف و وجد میں رہے۔

شیخ الاسلامؒ پر اسی حالت میں ایک رات دن گزر گیا۔اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے حضرت خواجہ قطب الاقطابؒ کی حکایت کہنی شروع کی۔فرمایا شیخ قطب الدینؒ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ ملاقی ہوئے اور آپس میں اپنی اپنی سیاحت کا حال بیان کرنے لگے۔دعا گو ان کی خدمت میں حاضر تھا۔شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے کہا کہ جب میں قرش کی جانب جا رہا تھا تو راستے میں بہت سے بزرگوں سے نیاز حاصل ہوا۔ان میں ایک بزرگ کو دیکھا جو غار میں رہتے تھے میں نے ان کے پاس جا کر قدم بوسی کی جب میں پہنچا ہوں تو وہ نماز میں مصروف تھے مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔جب نماز پڑھ چکے تو میں نے سلام کیا۔جواب دیا علیکم السلام یا شیخ جلال الدین! میں متحیر ہوا اور حیران رہ گیا کہ یہ میرا نام کیونکر جان گئے۔راز دل کو سمجھ کر بولے۔نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔جس نے تجھے مجھ تک پہنچا دیا۔اُسی نے تیرا نام بھی مجھے بتا دیا۔

میں نے زمین چومی۔حکم کیا۔بیٹھ جاؤ۔میں بیٹھ گیا۔وہ بزرگ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میں صفاہان میں تھا۔میں نے ایک درویش کو دیکھا۔نہایت باعظمت کوئی پچپن سال کے قریب عمر تھی۔خواجہ حسن بصریؒ کے نواسوں میں سے تھے۔مسلمان یا نا مسلمان جس کسی کو کچھ ضرورت پڑتی۔اُن کا خیال کرتا۔امداد طلبی کے لئے پاس تک نہ پہنچتا کہ کام ہو جاتا۔پھر

کہا مجھے بہت بزرگوں نے پند و نصائح کئے ہیں۔ لیکن آخری شخص جس کا قول میرے دل سے محو نہیں ہوتا۔ خواجہ شمس العارفین تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ "درویش اگر چاہتا ہے کہ خدا تک پہنچے اور اُس کا قرب حاصل کرے تو اُسے لازم ہے کہ دنیا سے بیزار ہو جائے اور اہل دنیا سے دور رہے۔ کیونکہ درویش کے لئے سب سے زیادہ مضر شے دنیا اور اہل دنیا کی محبت ہے۔ غرضیکہ اے جلال الدین! خدا والوں نے جب سب کو چھوڑ دیا تو اُس وقت خدا کو پایا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں ایک روز و شب اُن کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت میں نے دیکھا کہ دو جو کی روٹیاں عالم غیب سے ظاہر ہوئیں۔ ان بزرگ نے ایک میرے آگے رکھ دی اور کہا کہ افطار کر لو اور پھر فلاں گوشے میں بیٹھ کر مشغول عبادت ہو جاؤ۔ جب ایک ثلث رات گزر گئی تو دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سبز کمبل کا لباس پہنے ہوئے اور سات شیروں کو ارد گرد لئے ہوئے آئے اور ہمارے شاہ صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ مجھے لرزہ چڑھا کہ الٰہی یہ کون بزرگ ہیں جو شیروں سے محبت کرتے ہیں وہ قرآن شریف پڑھنے لگے۔ جب ایک بار ختم کر چکے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر اوّل سرے سے تلاوت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح ہوئی۔ میں بھی اُن کے پاس جا پہنچا اور نماز میں شریک ہوا۔ بعد نماز میرے میزبان بزرگ نے مجھے بتایا کہ یہ شیروں والے درویش حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ کیا تم ان سے ملنا چاہتے ہو؟ میں نے یہ سنتے ہی اُن سے دوبارہ مصافحہ کیا۔ بڑی شفقت سے پیش آئے اور بالآخر معہ شیروں کے واپس چلے گئے۔

میں نے رخصت چاہی۔ ان بزرگوار نے کہا کہ اے جلال! جاتے ہو تو جاؤ۔ لیکن دیکھو۔ بندگان خدا کی خدمت گزاری سے کبھی غافل نہ ہونا۔ اپنے تئیں ان کا غلام بنائے رکھنا اچھا اب تم ایک ایسی جگہ پہنچو گے جہاں دریا بہتا ہوگا۔ وہاں اگر تمہیں دو شیر ملیں اور کسی نقصان کے درپے ہوں تو میرا نام لے دینا۔ پھر کچھ نہ کہیں گے۔ شیخ جلال الدین فرماتے تھے کہ اس کے بعد میں زمین نیاز چوم کر روانہ ہو گیا جب میں اُس مقام پر پہنچا تو واقعی دونوں شیر موجود پائے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں غرائے اور میری طرف لپک پڑے مگر میں چلایا

کہ میں فلاں فلاں بزرگ کے ہاں سے آرہا ہوں۔بس اتنا کہنا تھا کہ شیر سر کو میرے قدموں پر رکھ کر ملنے لگے اور پھر خاموشی سے واپس چلے گئے اور میں بسلامتی وہاں سے نکل آیا۔

قطب الدین بختیار کاکی کی سیاحت کا حال:

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین حکایت ختم کر چکے۔تو شیخ قطب الدین نے اپنے سفر کے حالات یوں بیان کئے کہ ابتدائے حال میں ایک شہر میں پہنچا جہاں پر ایک درویش اجڑی ہوئی مسجد میں رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابتداء میں اس مسجد کے سات مینار تھے اب وہاں پر ایک مینار ہے۔اس درویش کی خدمت میں ایک دعا پہنچی جسے ہفت دعا کہتے ہیں۔ دوگانہ نماز میں دعا کو پڑھے اسے خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ شیخ قطب الدین نے فرمایا کہ ماہ رمضان کی ایک رات جب میں اس مسجد میں گیا اور دوگانہ ادا کر کے اس مینارے پر چڑھا اور یہ دعا پڑھی اور نیچے اتر کر تھوڑی دیر ٹھہرا وہاں کسی کو نہ پا کر ناامید ہو کر واپس آیا۔ جب دروازے سے باہر ہوا تو اچانک ایک شخص نے للکارا کہ اس مکان میں کیوں آیا تھا؟ کہا اس لیے کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو دوگانہ ادا کر کے دعا بھی پڑھی لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی اب میں گھر جا رہا ہوں۔اسنے کہا خضر کو کیا کرے گا؟ وہ بھی تیری طرح مارا مارا پھرتا ہے اس کے دیکھنے سے کیا ہو سکتا ہے شاید تو دنیا طلب کرتا ہے کہا نہیں کہا اس شہر میں ایک آدمی رہتا ہے جس کے دروازے پر خضر آیا کرتا ہے بارہ مرتبہ گیا ہے مگر اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ میں اور وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک نورانی مرد سبز پوش ظاہر ہوا۔وہ بڑی تعظیم سے اس کے پاس گیا اور اس کے پاؤں پر گر پڑا اور وہ پھر میرے پاس آیا تو اس مرد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔کیا تو اس درویش کو جانتا ہے؟ کہا۔وہ دنیا طلب کرتا ہے یا زر؟ کہا نہ دنیا نہ زر۔لیکن میری اور تیری ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔یہی بات کر رہے تھے کہ اذان سنی ہر طرف سے درویش اور صوفی آئے۔تکبیر کہہ کر ایک امام بنا۔ اور نماز ادا کر کے تراویح میں بارہ پارے ختم کئے۔میرے دل میں آیا۔اگر زیادہ پڑھتے تو

بہتر ہوتا۔ الغرض نماز ادا کر کے چلا گیا۔ میں اپنی جگہ چلا آیا جب دوسری رات ہوئی تو صبح ہی وضو کر کے مسجد میں گیا۔ لیکن صبح تک کسی متنفس کو نہ دیکھا۔ جب شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہوئے۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ والحمد اللہ علی ذلک۔

☆☆☆

نویں مجلس

رمضان شریف اور شب قدر کا بیان

فضائل رمضان المبارک:

۵ رمضان المبارک ۶۵۵ھ دولت قدم بوسی میسر آئی۔ عزیزان اہل صفا حاضر تھے۔ ماہ صیام پر بحث چھڑ گئی۔ ارشاد ہوا یہ بڑا بزرگ مہینہ ہے۔ اس میں ابلیس لعین بند کر دیا جاتا ہے تا کہ مسلمان اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں اور رحمت کے کل دروازے کھل جاتے ہیں۔ ہر مسلمان کے ہاں ایک ایک فرشتہ طبق رحمت لانے کے لئے مقرر ہو جاتا ہے۔ روز و شب زمین و آسمان کے درمیان ان فرشتوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا کہ جب میرا بندہ روزہ افطار کرے۔ فوراً اس پر ایک طبق رحمت ڈال دو۔ پھر ارشاد ہوا کہ روزہ بندے اور مولےٰ کے درمیان ایک سر ہے۔ ہر عبادت کی جزا خدا کی طرف سے مقرر ہو گئی ہے۔ لیکن روزے کے ثواب کا بجز خدا کے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ خود فرمایا ہے۔ اَلصَّومُ لِی وَ اَنَا اَجزِیْ بِہٖ۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی جانتا ہوں کہ روزے کا ثواب کیا دوں گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس مہینے کے پہلے عشرہ کا نام رحمت' دوسرے کا مغفرت تیسرے کا نام آتش دوزخ سے رہائی ہے۔ پہلے عشرے میں بندے پر آسمان سے رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے عشرے میں مغفرت اور انعام اور بخشش ہے۔ اس میں کوئی لمحہ ایسا نہیں جاتا جس میں لاکھوں مسلمانوں کو حق تعالیٰ کی رضا مندی نہ ملتی ہو۔ تیسرے عشرے میں وہ تمام مسلمان جنہوں نے زندگی میں روزے رکھے ہیں دوزخ سے آزاد کر دیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان شریف کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اُسے پھر کسی وقت غم ناک نہیں کرتا اور خیر و برکت اُس پر بڑھاتا ہے اور جو اس ماہ

مبارک کے ختم ہونے سے رنجیدہ ہوتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ اُسے دونوں جہان کی مسرت بخشتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھنے کا ثواب ہزار سال کی عبادت کے برابر لکھا جاتا ہے اور اسی حساب سے اس کے گناہ بھی دھلتے ہیں۔

فضائل شب قدر:

پھر ارشاد ہوا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہوتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس زمانے میں غافل نہ رہے اور شب قدر سے فائدہ اٹھائے۔

اس کے بعد فرمایا۔ اہل وطن کے نزدیک ہر شب شب قدر ہے۔ اسے روز وہی نعمتیں ملتی ہیں جو عوام صرف شب قدر میں پاتے ہیں۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ شب قدر کی خصوصیت سے قدر کی جائے۔

پھر فرمایا کہ خواجگان کا قاعدہ تھا کہ رمضان کی ہر شب کو تراویح میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ تو دو دو قرآن ختم کرتے تھے۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعا گو مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا۔ میں نے مسجد امام حداوی میں قیام کیا۔ وہاں ایک بڑے باعظمت بزرگ تھے جن کا نام شیخ عبداللہ محمد بافرزی تھا۔ وہ اس مسجد میں امامت کرتے تھے۔ انہوں نے ایک ایک شب میں تین تین قرآن اور مزید چار چار سپارے سنائے۔ چنانچہ دعا گو نے بھی مہینہ بھر خوب ثواب حاصل کیا۔ چلتے وقت فرمایا۔ ''اس طرح محنت و مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ تب کہیں کام بنتا ہے اہل صفہ کا قول ہے کہ یہ راہ بغیر مجاہدے کے طے نہیں ہو سکتی۔''

پھر ارشاد ہوا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر سال خدائے عزوجل کی عبادت کی۔ کئی کئی دن پانی نہ پیتے تھے اور کئی کئی دن کھانا نہ کھاتے تھے۔ جب اتنی تکلیفیں اٹھائیں تو حضوری ملی اور جس وقت حضوری ملی اُس وقت ہاتف کی آواز آئی کہ ابھی آلائش دنیا باقی ہے۔ جب تک اسے دور نہ کرو گے آگے نہ بڑھ سکو گے۔ عرض کیا کہ اللہ العالمین اب میرا تو کسی چیز سے بھی تعلق نہیں۔ جواب ملا کہ پوستین اور کوزے کو دیکھو۔ حضرت بایزیدؒ نے اس سے بھی دست کشی کر لی پھر اور بار پایا۔ شیخ الاسلام اتنا بیان کر کے رونے لگے اور

ارشاد فرمایا "بایزیدؒ ایک پوستین اور کوزے کے ہونے کے سبب روک دیے گئے۔ لوگ اس قدر دنیا کے جنجالوں میں پھنس کر کیوں کسی بات کی امید کریں"۔ اس کے بعد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ ہے میں روز شب کی تراویح میں ختم قرآن کیا کروں گا۔ کوئی ہے جو میرا ساتھ دے؟ کل حاضرین نے سر تسلیم زمین پر رکھ دیا اور کہا کہ زہے سعادت۔ پھر شیخ الاسلام نے ایک شب میں دو دو قرآن ختم کرنے شروع کئے۔ فی رکعت دس دس پارے پڑھے جاتے اور تھوڑی رات رہے فارغ ہوتے۔ اس رمضان میں دعا گو بھی برابر حاضر رہا۔

کشف وکرامات:

ایک مرتبہ میں اور شیخ جمال الدین ساکن اوچ ایک ہی جگہ تھے۔ وہ صاحب قوت ونعمت درویش تھا ہم دونوں بیٹھے تھے کہ اتنے میں چند قلندر درویش آہنی تلواریں کمر میں لٹکائے آ پہنچے اور سلام کر کے شیخ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ ہر ایک قلندر سخت باتیں کرتا تھا۔ اس وقت شیخ صاحب کے جماعت خانہ میں چھاچھ موجود نہ تھا۔ صاحب میرا منہ دیکھتے تھے اور میں ان کا۔ پوچھا کیا کروں گا؟ میں نے کہا۔ آپ کے جماعت خانہ کے سامنے پانی جاری ہے۔ میں انہیں وہاں پہنچا آیا ہوں۔ تا کہ چھاچھ پی لیں۔ شیخ صاحب نے ان درویشوں کو کہا کہ اس ندی پر جا کر چھاچھ پی لو۔ خیر چارہ ناچار اٹھ کر ندی کے کنارے پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام پانی چھاچھ بنا ہوا ہے۔ جس قدر ان سے ہو سکا پی لیا شیخ صاحب نے ان درویشوں سے کہا۔ اندر جا کر آرام کرو۔

شیخ جمال الدین کی بزرگی:

ایک مرد نے حج سے آ کر سلام کیا۔ اور کہا کہ میں نے حج کیا ہے آپ طواف میں میرے ہمراہ تھے۔ شیخ صاحب نے للکارا کہ اے نادان! کیا تو مردوں کی بات فاش کرتا ہے۔ چپ رہ کہ مردان خدا گدڑی تلے ہوتے ہیں یہ تو کوئی بڑی بات نہیں کعبہ خود ہمارے پاس ہے۔ اگر مرد چاہیں۔ تو مشرق سے مغرب تک کی ساری چیزیں دکھا سکتے ہیں اور پھر اپنے مقام پر آ جاتے ہیں۔ ایک گھڑی نہ گزرنے پائی تھی کہ اس کا مرد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آنکھ

بند کر آنکھ بند کی۔ تو اپنے آپ کو معہ شیخ صاحب کوہ قاف پر اس فرشتے کے پاس پایا جو اس پہاڑ کا موکل ہے اور پھر اسی لحظہ اپنے مقام پر بھی آ گئے۔ پھر اقرار ہوا اور کہا کہ واقعی درست ہے۔ کہ مردان خدا کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

خانہ کعبہ میں نماز ادا فرماتے:

نماز کے وقت کوئی شخص شیخ جمال الدین کو نہ دیکھتا۔ جب نماز کا وقت ہوتا نظر سے غائب ہو جاتے آخر معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں اور اسی وقت خانہ کعبہ میں موجود ہوتے ہیں۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اور جوگی:

شیخ الاسلام یہی فرما رہے تھے کہ جوگی پیر مجاہد کئے ہوئے دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آداب بجالایا۔ آپ کے رعب کی وجہ سے سر زمین سے نہ اٹھا سکا جب آپ کی نظر پڑی تو رعب سے فرمایا کہ سر اُٹھا آپ نے پوچھا کہاں سے آیا ہے اور کس طرح؟ جوگی مارے ڈر کے کچھ نہ کہہ سکا۔ جب دو تین مرتبہ پوچھا۔ تو آہستہ سے عرض کی کہ آپ کی بزرگی نے مجھ میں اس قدر اثر کیا ہے کہ منہ سے بات نہیں نکلتی۔

شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی دعوی سے ہمارے پاس آیا تھا۔ جب اس نے سر زمین پر رکھا تو دل میں خیال آیا کہ اس کا چہرہ زمین پر ہی رہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا وہ بہت چاہتا تھا کہ سر اٹھائے لیکن اٹھا نہ سکا۔ اگر اس جوگی کو بخشا نہ جاتا۔ تو قیامت تک اسی حال میں رہتا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے جوگی سے پوچھا کہ اپنے کام میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ عرض کی کہ جوگی جب کمالیت کو پہنچتا ہے تو ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ فرمایا۔ جلدی کر۔ تا کہ ہم دیکھیں۔ جوگی اُڑا۔ آپ نے اپنی نعلین مبارک اس کے پیچھے پھینکی اللہ عزوجل کے حکم سے نعلین جوگی کے سر پر بجیں۔ جس طرف جوگی اڑتا وہ نعلین مبارک اسکے سر پر پڑتیں فوراً نیچے اتر آیا مان گیا اور کہنے لگا کہ جس شخص کی نعل میں یہ برکت ہے وہ خود کیسا ہوگا فوراً زمین بوس ہو گیا عارف باللہ بنا۔ اس وقت جوگی نے بیان کیا کہ جہان میں جو نیک اور بد فرزند پیدا

ہوتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ صحبت کرنا نہیں جانتے۔ ساری کیفیت اس نے بیان کی ایک روز میں نے وہ ساری حقیقت شیخ الاسلام کی خدمت میں عرض کی مسکرا کر فرمایا مولانا نظام الدین! یہ بات ہے! اچھی لیکن تیرے کس کام کی؟ اس کو سلامت رہنے دو۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا راز:

بعد ازاں اسی موقعہ پر ایک درویش معہ چند صوف پوشوں درویشوں کے بیت المقدس سے حاضر خدمت ہوا۔ آداب بجالایا حکم ہوا کہ جس وقت وہ بزرگ شیخ الاسلام کے چہرے مبارک کو دیکھتا۔ سر نیچا کر لیتا۔ جب اس کا صبر و قرار نہ رہا۔ تو سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ اے فرید اجودھنی کے فرزند! جو آپ نے فرمایا۔ ایسا ہی ہے۔ لیکن کیا تو اپنا وعدہ بھول گیا یہ سن کر وہ شرمندہ ہوا کہ میں نے یہ کیا کیا۔ جب شرمسار ہوا تو شیخ الاسلام نے فرمایا اے عزیز! نور کے مرد جہاں بیٹھتے ہیں۔ وہیں خانہ کعبہ ہوتا ہے۔ وہیں عرش اور کرسی اور تمام مخلوقات اس کے سامنے موجود رہتی ہیں۔ اس درویش کو فرمایا کہ آنکھ بند کر تو حکم ہوا کہ کھول جب کھولی تو ٹھیک وہی ہوا۔ جیسا کہ شیخ الاسلام نے فرمایا تھا۔ وہ درویش نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ دیر بعد جب ہوش میں آیا تو اقرار کیا اور آپ سے کلاہ پائی اور اسے سیوستان کی خلافت عنایت فرمائی۔ وہاں چلا گیا۔ بعد ازاں خشکی و تری کے مسافروں سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ہر روز ایک مرتبہ بیت المقدس جایا کرتے تھے۔ اور جھاڑو دیا کرتے تھے۔ اور پھر اسی وقت واپس چلے آتے۔

بابا فرید کی نظر:

پھر فرمایا کہ میں بیس سال تک عالم تحیر و تفکر میں کھڑا رہا ہوں اور میرے پاؤں سے خون بہنے لگا' اس دوران میں نے یہ عہد کیا تھا کہ نہ کھانا کھاؤں گا اور نہ ٹھنڈا پانی پیوں گا اسی دوران آپ کے مرید درویش شہاب الدین غزنوی حاضر خدمت ہوئے اور آداب بجالا کر بیٹھ گئے' انہیں حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لاہور کے حاکم نے سو دینار دے کر روانہ کیا تھا' حضرت بابا فرید نے کچھ پوچھے بغیر فوراً فرمایا لاؤ میری امانت۔ شیخ غزنوی نے ان میں سے پچاس دینار رکھ لیے اور پچاس پیش کر دیئے' حضرت نے تبسم

فرماتے ہوئے فرمایا اے شہاب تو نے خوب برادرانہ تقسیم کی ہے حالانکہ درویش کے لئے ایسی بات نازیبا ہے' شہاب غزنوی سے فرمایا اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم گم کردہ راہ ہو جاتے پھر کبھی بھی منزل مقصود تک رسائی حاصل نہ کر سکتے' ان ہدایات کے بعد حضرت نے اسے سو کے سو دینار عطا کر دیئے اور نئے سرے سے ان کی بیعت لی اس لئے کہ پہلی بیعت میں فساد آ گیا تھا تجدید بیعت کے بعد فرمایا تمہارا کام مکمل ہو گیا ہے جاؤ جسے کلاہ خلافت دینا چاہو دے سکتے ہو۔ الحمد للہ علی ذالک۔

دسویں مجلس

عالم علوی اور سفلی

۲۵ شوال بروز پیر ۶۵۵ھ کو حاضر خدمت ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اس وقت جمال الدین ہانسوی، شیخ بدرالدین غزنوی اور مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر معزز صوفیاء بھی مجلس میں حاضر تھے اسی وقت ایک جوگی بھی حاضر خدمت ہوا تو میں (نظام الدین اولیاءؒ) نے جوگی سے پوچھا کہ تمہاری بنیادی چیز کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے مسلک میں دو عالم تسلیم کیے جاتے ہیں ایک عالم علوی اور دوسرا عالم سفلی ہے انسان کی پیشانی سے ناف تک عالم علوی سے متعلق ہے جب کہ ناف سے پاؤں تک کا تعلق عالم سفلی سے ہے۔

بابا فرید کی تشریح:

شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ واقعی ایسا ہے۔ جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے۔ لیکن عالم علوی میں صدق وصفاء اخلاق حمیدہ اور نیک ملہ ہے۔ اور عالم سفلی میں تمام نگہداشت، پاکیزگی، پارسائی اور زہد ہے۔ پھر اشک بار ہو کر فرمایا کہ اسکی یہ بات مجھے پسند آئی۔

جو اس راہ میں اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعوی کرے۔ اور دنیا کی محبت اس کے دل میں ہو تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔

نزول رحمت کے اوقات:

حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ تواریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ تین وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔ اول سماع کے وقت۔ دوم طاعت کی نیت سے کھانا کھاتے وقت۔ سوم درویشوں کے حالات دریافت کرتے وقت۔ یہ تقریر کر چکنے کے بعد آپ کی خدمت میں چھ سات درویش جو سب کے سب خورد سال۔ صاحب نعمت اور خواجگان چشت کے خانوادے سے

تھے حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ ہم میں سے ہر ایک کی حقیقت ہے۔ للہ وہ سن لیں۔ مجھے اور مولانا بدرالدین کو فرمایا کہ ان کا ماجرا سن لو۔ انہوں نے بیان کرتے وقت تعظیم کے ایسے الفاظ استعمال کئے کہ ان کی خوش تقریری سے ہم دونوں اشک بار ہو گئے۔ اور آپس میں کہا کہ شاید یہ فرشتے ہیں۔ جو ہماری تعلیم کے لئے آئے ہیں۔ تا کہ باہمی فیصلہ اس طرح کیا جائے اسکے بعد شیخ الاسلام نے یہ حکایت سنی۔ تو اشک بار ہو کر فرمایا کہ مردے سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا یعنی ناراضگی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بعد میں فرمایا کہ جب لوگ کھانا کھائیں تو چاہیے کہ طاعت کو ثابت کریں کیونکہ طاعت کے لئے کھانا کھانا بھی طاعت ہے۔ اور خواہش نفسانی کے لئے کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

دریا نے رستہ دے دیا:

پھر فرمایا کہ راحتہ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری قدس العزیز لکھتے ہیں۔ (حکایت) کہ ایک مرتبہ ایک درویش کی کٹیا دجلہ کے کنارے تھی۔ چند سال وہاں رہا ایک درویش اس کے پاس آیا پہلے درویش نے کھانا تیار کر کے اپنے اہل وعیال کو بلایا۔ اور کہا کہ یہ کھانا اس درویش کو دو اس عورت نے کہا۔ راہ میں کشتی تو ہے نہیں میں پار کس طرح جاؤں گی؟ درویش نے کہا کہ کنارے پر پہنچ کر یہ کہنا کہ اس درویش کی حرمت ہے۔ جس نے ان تیس سالوں میں صحبت نہیں کی۔ مجھے راہ دے دے۔ وہ راستہ دے دے گا۔ وہ عورت یہ سن کر متعجب ہوئی۔ کہ اتنے فرزند پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ایسی بات کیوں کہتا ہے۔ آ کر کھانا باندھا اور روانہ ہوئی دریا کے کنارے پر پہنچ کر ویسا ہی کہا پانی پھٹ گیا اور دریا کے اس پار جا کر کھانا درویش کے سامنے رکھا۔ درویش نے کھانا کھا کر کہا جاؤ! عورت حیران ہوئی کہ اب واپس کس طرح جاؤں؟ درویش نے پوچھا کہ آئی کس طرح تھی؟ اس عورت نے سارا ماجرا بیان کیا۔ درویش نے کہا اب دریا کے کنارے جا کر یہ کہنا۔ کہ اس درویش کی حرمت سے جس نے ان تیس سالوں میں نہیں کھایا راہ دے اس عورت نے دریا کے کنارے پہنچ کر ویسا ہی کہا راستہ مل گیا اور پار اپنے خاوند کے پاس پہنچی۔ کہا کہ ان دونوں کے جھوٹ کی وجہ بیان کرو۔

اس نے کہا ہم دونوں نے سچ کہا اس لیے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے صحبت نہیں کی بلکہ حق ادائی کے لئے۔ اور درویش نے بھی ہوائے نفسانی سے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ طاعت کی قوت کے لئے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قد مبارک قدرے چھوٹا تھا حضور اکرم (ﷺ) نے ان کی شان میں فرمایا تھا کنیفۃ العلم یعنی وہ علم کی تھیلی ہیں اس سے ان کے چھوٹے قد کی طرف اشارہ ہے پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ اپنے مرشد شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اسی وقت میرے پیر بھائی رئیس بھی حاضر ہوئے یہ بھی حضرت قطب عالم سے خرقہ یافتہ تھے انہوں نے سر جھکا کر عرض کیا میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے ایک گنبد عمارت ہے اور اس کے ارد گرد بیشمار مخلوق خدا ہے اور مزید آتی جا رہی ہے، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس گنبد میں کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ اس گنبد کے اندر حضور اکرم (ﷺ) جلوہ افروز ہیں اور یہ شخص جو بار بار اندر جاتے ہیں اور باہر آتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر حضرت عبداللہ ابن مسعود سے عرض کیا کہ آپ حضور اکرم (ﷺ) کی خدمت میں میری عرض داشت پیش کیجئے تا کہ قدم بوسی سے مشرف ہو کر زیارت کا شرف حاصل کرلوں، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اندر جا کر واپس آئے اور بتایا کہ حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا ہے تمہیں ابھی یہ مقام حاصل نہیں ہوا قطب الدین بختیار کاکی کے پاس جاؤ اور انہیں ہمارا سلام پہنچا کر کہو کہ جو تحفہ وہ ہمیں ہر رات بھیجتے تھے ہمیں مل جاتا تھا مگر اب نو راتیں گذر گئی ہیں انہوں نے ہمیں وہ تحفہ نہیں بھیجا۔ حضرت بابا فرید فرماتے ہیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہر رات سونے سے پہلے تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے ان کے مجاہدے اور ریاضت کا یہ عالم تھا کہ بیس سال تک انہوں نے نہ آرام کیا اور نہ لیٹے۔ ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے پھر فرمایا حقیقت یہ ہے کہ درویش کے لئے نیند و استراحت حلال ہی نہیں ہے۔

بابا فریدؒ کی کرامت:

ایک دن شمس دبیر مطول کا نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور پڑھنے کی اجازت چاہی۔ شیخ الاسلامؒ نے حکم دیا بیٹھ جاؤ اور پڑھو۔ شمس دبیر پڑھتے تھے اور شیخ الاسلام بتکرار معنی بیان فرماتے تھے اور بعض مقامات پر اصلاح بھی کرتے تھے۔ شمس دبیر اس عنایت سے بے حد مسرور ہوئے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا تمہارا ولی مطلب کیا ہے؟ شمس دبیر نے عرض کی میرے والد نہایت ضعیف اور عمر رسیدہ ہیں۔ میں اُن کی پرورش کرتا ہوں اور معاش کی بڑی تنگی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شکرانہ لے آؤ۔'' شمس دبیر گئے اور پچاس جیتل لے آئے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا انہیں تقسیم کردو۔ ایک ایک دو دو سب کو پہنچے اور چار جیتل حضرت نے دست خاص سے دعا گو کو عنایت فرمائے اور پھر سورہ فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد شمس دبیر کے ہاں ایسی فراخی ہوئی کہ چند روز میں وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے دبیر بن گئے اور اُن کے گھر میں گہما گہمی ہوگئی۔ اَلحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِک.

☆☆☆

گیارھویں مجلس

درویشی اور جاگیری

۱۵ شوال بروز جمعہ ۶۵۵ھ کو قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا اور اسی وقت اجودھن کے حاکم کے کارندے دو گاؤں کی مثلیں اور دوسو تنکہ (اس وقت کے روپے) لے کر حضرت بابا فریدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ حاکم نے آپ کے لئے بھیجے ہیں پھر سب کچھ آپ کے سامنے رکھ دیا' حضرت نے فرمایا کہ اس طرح کی کوئی چیز آج تک میں نے قبول نہیں کی اور نہ ہی یہ میرے خواجگان کا طریقہ ہے' اس لئے یہ سب لیجاؤ اور حاکم سے کہہ دو کہ جو اس کے طالب ہیں انہیں دے دو۔

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے اس حال کے مناسب ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین محمود نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کی طرف آئے تھے' چار دیہات کی مثال اور کچھ نقد دعا گو کے پاس بھیجا۔ جس میں مثال خاص میرے لئے اور نقد درویشوں کے اخراجات کے واسطے تھی۔ میں نے اُس کے لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ یہ کہہ کہ شیخ الاسلام رونے لگے اور بولے کہ ان چیزوں کو ہم قبول کرنے لگیں تو ہم کو درویش کون کہے۔ ہم تو پھر اہل دولت کی صف میں شامل ہو جائیں (کارکنان والی اجودہن سے مخاطب ہو کر) حاشا وکلا یہ یہ سب لے جاؤ اور کسی دوسرے کو عطا کر دو۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعا گو شیخ الاسلام قطب الدین بختیارؒ اوشی کی خدمت میں حاضر تھا کہ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ کے وزیر کو بہ دولت کے ساتھ آئے اور عرض پرداز ہوئے کہ سلطان نے چھ سات دیہات کی مثال اور کچھ چیزیں بطریق نذرانہ ارسال کیں ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اگر ہمارے خواجگان انہیں لے لیا کرتے تو ہمیں بھی عذر نہ تھا۔ مگر انہوں نے یہ رسم نہیں رکھی۔ ایسی صورت میں ہم ان کی متابعت نہ کریں گے تو کل بروز قیامت کس منہ سے اُن کے سامنے جا سکیں گے۔

حسن ادب:

اس کے بعد مشارق الانوار کی حدیثوں پر گفتگو چلی۔ ارشاد ہوا مشارق الانوار میں جس قدر حدیثیں درج ہیں سب صحیح ہیں۔ ایک بزرگ مولانا رضی الدین اصفہانیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مولانا کو کسی حدیث میں وقت واقع ہوتی اور لوگوں سے نزاع کا موقع آجاتا تو مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر خواب میں اس حدیث کی صحت کر لیتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ جناب رسالت مآب (ﷺ) نے نماز پڑھنی چاہی۔ عبداللہ بن عباسؓ کے سوا کوئی حاضر نہ تھا۔ حضور (ﷺ) نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب نماز شروع ہوئی تو عبداللہ بن عباسؓ بخیال ادب پیچھے ہٹ آئے۔ حضور (ﷺ) نیت توڑ کر پھر انہیں برابر کھڑا کر لیا۔ یہ پھر پیچھے ہٹ آئے۔ یہاں تک کہ تین چار بار ایسا ہوا۔ آخر آنحضرت (ﷺ) نے دریافت فرمایا کہ تم کیوں پیچھے ہٹ جاتے ہو؟ عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کی۔ میری کیا مجال ہے۔ جو رسول خدا کے برابر کھڑا ہو سکوں۔ حضور (ﷺ) کو اُن حسن ادب بہت پسند آیا اور اُن کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِي الدِّيْنِ یعنی اے خدا اس کو دین کی سمجھ عطا فرما!

کشف وکرامت:

اس کے بعد کشف وکرامت کا قصہ چھڑا۔ فرمایا کرامت کو مکاشفہ نہیں کہتے اور یہ کام کم حوصلے والوں کا ہے۔ مشائخ عظام نے اس کو کچھ وقعت نہیں دی۔ لہٰذا لازم ہے کہ جسے کشف ہو وہ اپنے آپ کو کسی شمار میں نہ لائے۔ پھر ارشاد ہوا ایک دفعہ خواجہ حسن نوری نور اللہ مرقدہ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ ایک ماہی گیر نے جال ڈال رکھا تھا۔ خواجہ حسن نوری نے کہا اگر مجھ میں کرامت ہے تو اب کے جال میں ڈھائی من کی مچھلی آئے گی۔ اس امر کی خبر خواجہ جنید بغدادیؒ کو ملی۔ انہوں نے کہا کہ کاش اب جال میں ایک سانپ آکر انہیں کاٹتا اور وہ شہید ہو کر مر جاتے۔ اب کسی کو کیا معلوم ہے کہ ان کا انجام کیسا ہوگا۔ پھر اسی اثناء میں فرمایا کہ شیخ سعد الدین حمویہؒ کا قول ہے کہ کرامت کا ظاہر کرنا فرض کا ترک کرنا ہے۔ پھر اسی مضمون کے متعلق ارشاد ہوا کہ برادرم سعد الدینؒ کہتے تھے کہ میرے شہر کا والی میرے

ساتھ عقیدت رکھتا تھا ایک روز اُس کا میرے دروازے کے آگے سے گزر ہوا۔ اُس نے چوبدار کو یہ کہہ کر میرے پاس بھیجا کہ اس صوفی کو باہر لے آؤ۔ تا کہ میں دیکھوں کہ یہ کیسا شخص ہے۔ چوبدار نے اندر آ کر یہ حال سنایا۔ میں نے اس کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ چوبدار نے جا کے بادشاہ کہہ دیا بادشاہ خود اُتر پڑا اور دعا گو کے پاس آیا۔ میں یہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور خندہ پیشانی سے پیش آیا الغرض ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ میں نے خادم کو اشارہ کیا کہ سیب لے آؤ۔ اور ایک آسیب تراش کر بادشاہ کو کھلایا اور خود بھی کھایا۔ خوان میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ شیخ صفائے قلب رکھتے ہیں تو یہ سیب مجھ کو دیں گے۔ اسکے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اُس سیب کو اٹھالیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا کہ ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں ایک جگہ بہت سے لوگ جمع تھے اور ان کے بیچ میں ایک شخص گدھا ہاتھ میں پکڑے بیٹھا تھا جس کی آنکھیں بندھی ہوئی تھیں اُس گدھے والے نے مجمع میں ایک شخص کو انگوٹھی دے دی اور گدھے سے کہا کہ اُسے تلاش کرے۔ گدھے نے ہر شخص کو سونگھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انگوٹھی والے کے پاس پہنچا اور اُس کو سونگھ کر وہیں کھڑا ہو گیا اور اس سے انگوٹھی لے لی۔

المختصر اُس قصے کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس وقت کوئی کشف وکرامت کی بات کہوں تو میری یہ حرکت مجھے اس گدھے کے برابر رتبہ دے دے گی اور بس۔ اور اگر نہیں کہتا تو تم خیال کرتے ہو کہ یہ درویش صفائے قلب نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر میں نے وہ سیب بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔ پھر شیخ الاسلام چشم پرآب ہو گئے اور کہنے لگے کہ مردان خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں اور کرامات کو کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ اذان کی آواز آئی۔ حضرت نماز میں مشغول ہوئے اور حاضرین رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

☆☆☆

بارھویں مجلس

عدل فاروقی رضی اللہ عنہ:

۲۰ شوال بروز بدھ ۶۵۵ھ شرف پائے بوسی حاصل ہوا۔ شیخ بدرالدین غزنویؒ اور چند دیگر عزیز موجود تھے اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت کا حال بیان ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو تلوار نکال کر انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور کہا مسجد کے مینار پر چڑھو اور اذان دو۔ چنانچہ اذان دی گئی۔ بلالؓ کی آواز بلند ہوتا تھی کہ کفار میں تہلکہ مچ گیا کہ آج عمر اسلام لے آئے۔ اب ہماری کاروائیوں کی کامیابی مشکل ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ.

☆☆☆

تیرھویں مجلس

ترک دنیا کے متعلق بیان

ترک دنیا:

۲۱ شوال بروز جمعرات ۶۵۵ھ کو حاضر خدمت ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اس وقت ترک دنیا کے متعلق پر گفتگو جاری تھی۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ ایک بزرگ نے پانی پر مصلی بچھا کر نماز پڑھی بعد فراغت دعا مانگتے ہوئے کہا یا الٰہی حضرت خضر سے گناہ کبیر ہوا اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور کہاں اے بزرگ مجھے بھی تو بتایئے کہ مجھ سے کون سا جرم سرزد ہوا ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگوں' بزرگ نے فرمایا کہ فلاں بیاباں میں تم سے جو درخت لگوایا ہے اسکے بارے میں کہتے ہو کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لگایا ہے مگر اسی کے سائے میں بیٹھ کر فائدہ خود اٹھا رہے ہو چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ سن کر تسلیم بھی کیا اور بارگاہ الٰہی میں توبہ بھی کی بعد ازاں اس بزرگ نے حضرت خضر سے فرمایا ترک دنیا یہ ہے کہ اگر مجھے اس شرط پر تمام دنیا دے دی جائے کہ تجھ سے کسی قسم کا حساب نہیں لیا جائے گا تب بھی میں اسے قبول نہیں کروں گا اور پھر کہا جائے کہ یہ دنیا لے لو ورنہ تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو بھی میں دنیا کو قبول کرنے کے بجائے دوزخ قبول کرلوں گا۔ حضرت خضر نے پوچھا کہ دنیا سے اس قدر نفرت کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا یہ دنیا اللہ تعالیٰ کی مغضوب ہے جس چیز سے اللہ تعالیٰ دشمنی فرمائے میں اس سے دوستی کیسے کرسکتا ہوں۔

ذکر الٰہی میں استغراق:

پھر اس بارے میں بحث شروع ہوئی کہ ہر حال میں اللہ کی یاد میں مستغرق رہنا چاہیے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے کسی درویش صاحب نعمت سے

درخواست کی کہ جس وقت آپ یادحق میں مشغول ہوں تو مجھے بھی یاد رکھیں۔ درویش نے فرمایا کہ افسوس ہے اس گھڑی پر کہ جب یاد الٰہی بھی ہو اور تیرا خیال بھی آئے۔

عقل و علم:

پھر عقل و علم کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ کتاب مفصل بھی آگے رکھی تھی۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر دو عنایتیں ہیں۔ ایک ظاہری یعنی پیغمبروں کا بھیجنا اور دوسری باطنی۔ وہ عقل ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا تو علم اس کو کچھ نفع نہیں پہنچائے گا۔ پھر اسی گفتگو میں فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر جو کچھ نازل ہوا وہ موجودات کا علم ہے جس کی نسبت فرمان ہے کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کا علم دیا پھر اُنہیں فرشتوں کے سامنے لایا گیا) علیہ السلام حیران ہوئے کہ کسے منتخب کروں۔ لیکن بالآخر انہوں نے عقل کو اختیار کر لیا اور کہا کہ عقل کے ذریعے علم بھی آ جائے گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصحف میں حکم ہوا تھا کہ عاشق اور صالح لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ چار ساعتوں سے غافل نہ رہا کریں۔ دوسری ساعت میں انہیں اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ تیسری ساعت میں اُن کو چاہیے کہ بھائی بندوں میں بیٹھیں اٹھیں، اور ان کی غلطیوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ لیکن ان کی پردہ پوشی لازمی ہے اور چوتھی ساعت میں نہ کھائیں نہ پئیں نہ بری صحبت میں جائیں۔ بلکہ صرف نیک کام کریں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حدیث شریف میں نبی کریم (ﷺ) سے وارد ہے کہ یقیناً علم و عقل ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ علم عقل سے الگ ہے اور نہ عقل علم سے پس لوگوں میں افضل کون ہے؟ وہ جو اپنے آپ کو پہچانتے ہیں تو اس صورت میں عقل ممتاز رہی۔

پھر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے۔ کیونکہ بغیر علم عبادت بے ہودہ اور بغیر عقل علم دردسر۔ قیامت کے روز حجت یہی ہوگی۔ امام اعظمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جو ہر آیت اور ہر حدیث

سے ہزار ہزار مسئلے نکالتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میری عقل مجھے مدد دیتی ہے۔ اگر عقل صحیح نہ ہوتی تو ایک بات بھی نہ سمجھ سکتا۔ شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ عقل تمام چیزوں سے شریف تر ہے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو اللہ کی معرفت بھی نصیب نہ ہوتی۔

اتنی گفتگو کے بعد اذان ہوگئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے اور دعا گو خلقت رخصت۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ.

☆☆☆

چودھویں مجلس

بسلسلہ علم و معرفت:

۱۰ ماہ ذیقعد ۶۵۵ھ دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ پھر علم و عقل کی گفتگو جاری تھی۔ فرمایا ''علم خدا کے نزدیک کل عبادتوں سے افضل اور بالاتر ہے۔'' اس کے بعد شیخ الاسلامؒ چشم پُرآب ہو گئے اور کہنے لگے۔ ''علم وہ ہے جسے عالم نہیں جانتے اور زہد وہ ہے جس کو زاہد نہیں جانتے اور اصل کار ان دونوں سے باہر ہے۔ مرد کو چاہیے کہ ان دونوں سے دل اٹھائے۔

پھر ارشاد کیا کہ کاش لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہو کر اس کی تحصیل میں لگ جاتے۔ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصہ لیتا ہے گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

پھر اسی مضمون کے موافق ارشاد ہوا کہ ایک روز ہم اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ذکر ہوا کہ علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک روشن چراغ کی سی ہے۔ جس سے کل عالم ناسوت و ملکوت روشن ہیں۔ جو اس کے پرتو سے مستفیض ہوا اُسے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔

علماء علم سے غافل ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنایا ہوا ہے اور شریعت کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ پھر اشک بار ہو کر فرمایا کہ اب وہ قوت و برکت کہاں رہی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ علماء کی بابت لکھا ہے کہ قیامت کے دن ان علماء کے لئے جو دنیا میں مشغول تھے اور علم کا کام نہیں کرتے تھے۔ حکم ہوگا کہ ان کے گلوں میں آگ کے طوق پہنا کر دوزخ میں لے جایا جائے۔

یہ علماء وہ ہیں جو ظاہر میں پارسا دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن باطن میں ان کا عمل ٹھیک نہیں اور مکر و حیلے سے دنیا کو لوٹتے ہیں۔

کہراحتہ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی علم

کے کام میں سست نہ ہو جائے۔ اور اس پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس قسم کی توفیق عنایت کرتا ہے کہ حق اور باطل میں تمیز کر سکے۔ اور نیک و بد میں فرق کر سکے۔ اور حلال اور حرام کو پہچان سکے۔

علم کی کئی قسمیں ہیں۔ درحقیقت عالم وہ شخص ہے۔ جسے نبوی علم حاصل ہو۔ اور نبوی علم آسمانی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی رسول خدا (ﷺ) کو پہنچا۔

معرفت الٰہی:

جس کو اپنی شناخت حاصل نہیں وہ حرص وہوا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر اپنے آپ کو پہچانے تو دوسروں سے الفت نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اس کے پیش اگر اٹھارہ ہزار عالم بھی کیئے جائیں تو بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا (فائدہ) میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اہل معرفت وہ لوگ ہیں۔ اگر عرش سے تحت الثریٰ تک لاکھ مقرب فرشتے جبرائیل اسرافیل اور میکائیل جیسے ان کی نگاہوں میں لائے جائیں تو معرفت باری تعالیٰ کے سوا کسی کو موجود خیال نہ کریں۔ اور انہیں ان کے جانے کی خبر نہ ہو۔ اگر اس کے برخلاف ہے تو وہ مدعی جھوٹا ہے نہ کہ اہل معرفت۔

ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے۔ تو اس پر ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور حیرت اور دہشت کی سرائے میں لاتا ہے۔ جو اس کی عظمت اور بزرگی کا مقام ہوتا ہے۔ پس وہ شخص اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ہوتا ہے۔

ایک روز شیخ الاسلام نجری قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ فرمایا کہ اہل معرفت کو توکل ہوتا ہے اور وہ توکل علوی تو اسے خبر نہیں ہوتی۔ بعد ازاں فرمایا کہ اہل معرفت کا گفتگو کا دعوٰی اس وقت درست ہوتا ہے کہ پہلے اپنے آپ کو خلقت کی معرفت کا ثمرہ دکھائیں۔ اور جو لوگ محبت کا دعوٰی کریں۔ انہیں کرامت کی قوت سے قائل کریں۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حکایت بیان فرمائی۔ کہ رحلت

کے وقت آپ کی خدمت میں صرف ایک مرید حاضر تھا۔ وہ مرید بیان کرتا ہے کہ جب آپ نے اس جہاں سے پردہ فرمایا تو آپ مسکرار ہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ تو انتقال فرما چکے مسکراتے کیوں ہیں؟ فرمایا عارفوں کا یہی حال ہے۔

میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنا ہے کہ عقل کے درخت کو سوچ بچار کا پانی دینا چاہیے تا کہ خشک نہ ہو جائے اور پھلے پھولے اور غفلت کے درخت کو جہالت کا پانی دینا چاہیے۔ تا کہ بڑھے نہ' توبہ کے درخت کو ندامت کا پانی دیں۔ تا کہ بڑھے اور محبت کے درخت کو موافقت کا پانی دیں۔ تا کہ اس کی نشو ونما ہو۔

خواجہ معین الدین حسن سنجری کے واقعات کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ جس رات آپ نے رحلت فرمائی۔ کئی سو مرتبہ تاجدار رسالت () کو خواب میں دیکھا تھا جو فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا دوست معین الدین حسن سنجری آئے گا۔ اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔ جب خواجہ صاحب انتقال فرما گئے۔ تو آپ کی پیشانی پر لکھا تھا۔ حبیب اللہ مات فی حب اللہ شیخ الاسلام اسی حکایت میں تھے کہ اذان ہوئی۔ خواجہ صاحب نماز میں مشغول ہو گئے۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ و الحمد للّٰہ علیٰ ذلک.

(فائدہ) عشق و محبت میں ٹھیک وہی شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اسے یاد نہ آئے۔

☆☆☆

پندرہویں وسولہویں مجلس

ترک دنیا:

۱۲ ماہ ذیقعد ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا بدرالدین غزنوی شیخ بدرالدین ہانسوی اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ دنیا کے ترک کرنے کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس روز سے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اسے دشمنی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں دو چیزوں سے بڑا ڈرتا ہوں۔ ایک درازی اہل سے۔ دوئم ہوائے نفسانی کی متابعت سے اس لیے کہ نفس بندے کو یاد حق سے باز رکھتا ہے۔ اور درازی اہل آخرت کو فراموش کرا دیتی ہے۔

خواجہ عبداللہ سہل تستری علیہ الرحمتہ نے اپنا سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا۔ خاندان اور دوسرے لوگوں نے طعن کیا کہ تو۔ نے ضروریات کے لئے بھی نہ رکھا فرمایا ذخیرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

حکمت:

اسرار العارفین میں لکھا ہے کہ خواجہ یحیٰ معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حکمت آسمان سے نیچے اترتی ہے تو اس دل میں قرار نہیں پکڑتی جس میں یہ چار خصلتیں پائی جاتی ہوں۔ اول۔ دنیا کی حرص۔ دوئم۔ اس بات کی فکر کہ کل کیا کریں گے۔ سوئم مسلمانوں کے ساتھ بغض اور حسد چہارم شرف وجاہ کی دوستی۔ اگر ان چاروں میں سے ایک بھی ہو وہاں قرار نہیں پکڑتی۔

عبادت اور درویشی:

میں اور بھائی بہاؤ الدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ ایک ہی جگہ تھے۔ زہد کے بارے میں

گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ عبادت اور درویشی تین چیزوں کا نام ہے۔ جس میں تین چیزیں ہیں۔ اس میں زہد ہے۔ وہ یہ ہیں کہ اوّل دنیا کو پہچاننا۔ اور اس سے دستبردار ہونا دوئم اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا۔ اور ملحوظ خاطر رکھنا سوئم آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب کی کوشش کرنا۔

ترک دنیا:

ہمارے خواجگان سے خواجہ فضیل عیاض رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بات پہنچی ہے۔ کہ قیامت کے دن دنیا کو آراستہ کیا جائے گا اور وہ میدان میں ٹہلے گی اور اپنی خوبی اور زینت دکھائے گی۔ اور کہے گی کہ پروردگار! مجھے اپنے کسی بندے کے لائق بنا۔ آواز آئے گی کہ میں تجھے بھی پسند نہیں کرتا۔ اور انہیں بھی نہیں۔ جو تیری پیروی کرتے ہیں۔ پس دنیا کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دنیا کو ترک کر دے۔ تا کہ قیامت کو تو دوزخ میں نہ جائے۔

میرے پاس اِس قدر تحائف آتے ہیں کہ انہیں جمع کروں تو خزانے جمع ہو جائیں۔ مگر میں انہیں راہ خدا میں صرف کرتا ہوں۔

برائیوں کی چابی:

خواجہ مودود چشتی قدس سرہ العزیز شرح اولیاء میں لکھتے ہیں کہ تمام برائیوں کو ایک مکان میں جمع کر دیں۔ تو اس کی چابی دنیا ہے جو دانا ہے۔ وہ اس گھر اور چابی کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ تمام برائیاں دنیا سے ہوتی ہیں۔ بعد ازاں امام زاہد کی تفسیر پاس رکھی تھی۔ اس میں سے روایت دیکھی کہ نجی المخففون وھلک المثقلون کہ ہلکے بوجھ والے نجات پا جائیں گے۔ اور بھاری بوجھ والے ہلاک ہوں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ سب سے بزرگ ہے پس جب یہ بات ہے۔ تو پھر لوگ کیوں ایسی نعمت سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں۔ اور کیوں اپنی ساری عمر اس کے فکر اور ذکر میں صرف نہیں کرتے۔

درویش کا واقعہ:

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ دوست کا نام سنتے ہی اپنی جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسرار تابعین میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک درویش ساٹھ سال تک ایک جنگل میں عالم تفکر میں رہا۔ اچانک غیب سے آواز آئی۔ یا اللہ عزوجل! درویش نے جب نام نامی سنا۔ تو نعرہ مار کر گر پڑا۔ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کی روح پرواز کر چکی ہے۔

اہل سلوک دم بھر بھی یاد الٰہی سے غافل ہو جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مردے ہیں۔ اگر ہم زندہ ہوتے تو یاد حق ہم سے فوت نہ ہوتی۔

درویش اور ذکر الٰہی:

ایک مرتبہ ایک بزرگ بغداد میں ہر روز ایک ہزار ذکر الٰہی کیا کرتا تھا۔ ایک روز ناغہ ہو گیا تو عالم غیب سے آواز آئی۔ کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا چنانچہ سب اہل شہر یہ آواز سن کر اس کے گھر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صحیح سلامت بیٹھا ہے حیران رہ گئے اور معافی مانگی۔ اس بزرگ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ دراصل تم سچے ہو واقعی ایسا ہی سمجھو! جیسے آواز آئی تھی۔ کیونکہ سے میرے وظیفے میں ناغہ ہو گیا ہے اس لئے عالم غیب سے آواز آئی ہے کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا۔

زبان پر ذکر اللہ رکھنا ایمان کی نشانی نفاق سے بیزاری' شیطان سے حفاظت اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ کی صورت ہے۔

شرح مشائخ میں لکھتے ہیں کہ جب مومن ذکر الٰہی کے لیے منہ کھولتے ہیں۔ تو آسمان سے آواز آتی ہے کہ اٹھ کر خوشی کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

سیوستان میں' میں نے ایک بزرگ کو دیکھا وہ عالم سکر میں سوائے ذکر کے کچھ بات نہ کرتا تھا۔ چونکہ سعادت مندی ذکر میں رکھی گئی ہے۔ اس لئے انسان کو دن رات' بیٹھتے اٹھتے' سوتے' جاگتے' پاکیزگی اور پلیدی کی حالت میں یاد الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

مگر قضائے حاجت کے وقت۔

(حکایت) ایک بزرگ ایسا تھا کہ اگر کسی کو حدیث میں مشکل پیش آجاتی تو حل کر دیتا۔

داڑھی میں کنگھی کرنا سنت ہے:

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جو فن حدیث میں ماہر تھے کسی بھی شخص کی حدیث کی جرح و تعدیل میں کوئی مشکل پیش آجاتی تو وہ اسے حل کر دیتے ایک دن کنگھی کرنے کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی اس بزرگ نے فرمایا کنگھی کرنا ہمارے نبی (ﷺ) اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے جو شخص رات کو سونے سے پہلے کنگھی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے فقر و غربت میں مبتلا نہیں فرمائے گا نیز داڑھی کے ایک ایک بال کے بدلے میں ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اتنے ہی گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اگر لوگوں کو کنگھی کرنے کا ثواب معلوم ہو جائے تو باقی عبادتوں کو چھوڑ کر اسی عبادت کے پیچھے پڑ جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ دو آدمی ایک ہی کنگھی کو مشترکہ استعمال نہ کریں کیونکہ اس عمل سے ان دونوں میں جدائی ہو جائے گی' حضور اکرم (ﷺ) کے زمانے میں ایک عورت کے ہاں دو جڑواں بیٹے ہوئے اور دونوں کے سر آپس میں جڑے ہوئے تھے ان کے والدین کے حضور (ﷺ) کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کو علیحدہ علیحدہ کس طرح کیا جائے؟ اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ان دونوں بچوں کے سروں میں ایک ہی کنگھی استعمال کرنے کا حکم فرما دیجئے' دونوں بچے الگ الگ ہو جائیں گے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا تو چند ہی دنوں میں دونوں بچے الگ الگ ہو گئے۔

چھ باتیں:

بعد ازاں نماز باجماعت کی بابت باتیں ہونے لگیں۔ شیخ الاسلامؒ نے نہایت تاکید سے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تب بھی جماعت ہی سے نماز ادا کرنی چاہیے۔ اگر چہ دو

آدمیوں کی جماعت پر جماعت کا حکم نہیں لگتا مگر ثواب جماعت ہی کا ملتا ہے۔

بعدہ حضرتؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ میں لاہور کی طرف سفر کر رہا تھا کہ ایک عزیز صاحب نعمت سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے ذکر سے چھ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اوّل یہ کہ ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ حضرت تعالیٰ و تقدس کو چشم دل سے دیکھنے لگتا ہے دوسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ اسے گناہوں سے باز رکھتا ہے اور جو شخص ذکر کے وقت معاصی کا خیال نہ چھوڑے تو یہ امر کی علامت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اسے دور کر دیا ہے۔

تیسرے یہ کہ جو شخص کثرت سے ذکر الٰہی کرے گا خدا کی دوستی اس کے دل میں مستحکم ہوگی۔

چوتھے جو خدا کا ذکر زیادہ کرتا ہے خدا اس کو عزیز رکھتا ہے۔

پانچویں یہ کہ ذکر کرنے والا جنات کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

چھٹے یہ کہ خدا تعالیٰ قبر میں اس کا مونس ہوتا ہے پھر اسی مضمون کے مطابق فرمایا کہ کوئی ذکر کلام اللہ پڑھنے کے برابر نہیں ہے۔ اس کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے کہ اس کا ثمرہ مقام طاعتوں سے بڑھ کر ہے۔

فضیلت سورہ ملک و یٰسین:

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ حدیث شریف میں نبی کریم (ﷺ) سے وارد ہے کہ سورہ ملک کا نام توریت میں ماثور اور پارسی میں ماثورہ ہے اور یہ سورت عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔ پھر فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص رات کو سورہ یٰسین پڑھے اُسے ایسا ثواب ہوتا ہے۔ گویا اُس نے شب قدر پائی۔

ذکر الٰہی کی فضیلت:

پھر ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ اللہ اللہ بہت کہتے تھے۔ ایک روز راستے میں

اُن کا گزر ہوا۔ اور ایک لکڑی ان کے سر پر ایسی گری کہ اُن کا سر پھٹ گیا اور خون نکلنے لگا۔ سننے کی بات ہے کہ جو قطرہ خون زمین پر گرتا تھا۔ اُس سے نقش اللہ بن جاتا تھا۔ واقعی یہ درست ہے کہ جو شخص جس کام میں مرے گا اسی میں اس کا حشر ہو گا۔

دعا کی فضیلت:

بعدہ دعا کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا میں نے فتاوٰی کبریٰ میں دیکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَکْبَرُ عِنْدَاللّٰہِ مِنَ الدُّعَآءِ یعنی خداوند تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ قوت القلوب میں لکھا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الدُّعَآءِ یعنی خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو دعا کرنے کے وقت دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میں اور برادرم بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ایک جگہ تھے کہ ایک اور صاحب نعمت بزرگ بھی وہاں پہنچے اور ہم تینوں میں دعا کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ جو شخص ان چار باتوں کا خیال نہیں رکھتا۔ اللہ بھی اُسے چار چیزوں سے محروم کر دیتا ہے۔

۱۔ زکوٰۃ ۲۔ صدقہ قربانی

۳۔ نماز ۴۔ دعا

ترک زکوٰۃ سے برکت جاتی رہتی ہے۔ ترک صدقہ سے صحت بگڑنے لگتی ہے۔ ترک نماز سے مرتے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے اور ترک دعا سے پھر دعا مستجاب نہیں ہوتی۔

سلامتی کا وظیفہ:

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ کو شیر کے آگے ڈالا گیا تاکہ شیر انہیں ہلاک کر دے مگر وہ سات روز تک اس کے آگے پڑے رہے اور اس نے اُن کا بال بیکا نہ کیا۔ یہ سلامتی اُن کی اس اسم باری تعالیٰ کے سبب سے تھی جو ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَآئِمُ بِلَا فَنَآء وَیَا قائم بلا زَوَالٍ وَیَا اَمِیْرُ بِلَا وَزِیْــــرٍ یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پر آب ہو گئے اور بولے ”تیرا دشمن یہی نفس امارہ اور ابلیس لعین ہے۔“ اس اثناء میں اذان کی آواز آئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

☆☆☆

سترھویں مجلس

ماہ ذی الحج کے فضائل و اعمال:

۲ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ ماہ ذی الحجہ کی فضیلت میں گفتگو روز سوم کا اور نویں دن روز چہارم کا اور دسویں دن روز پنجم کا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ عشرہ ذی الحجہ میں وتروں کے بعد اور سونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ ایک ایک دفعہ پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب عنایت فرمائے گا کہ جس کا اندازہ سوائے اُس کے کوئی نہیں کر سکتا۔ اس نماز کے پڑھنے والے کو موت نہیں آتی جب تک وہ جنت میں اپنی جگہ آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا۔

اسی مضمون کے بارے میں فرمایا کہ شیخ الاسلام نے شیخ سعد الدین حمویہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حال ہے؟ شیخ نے کہا خداوند تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ہر ہر طاعت کا بدل اس کے اندازے سے عطا کیا' مگر ان دو رکعتوں کا اجر جو میں عشرہ ذی الحجہ میں پڑھا کرتا تھا بے اندازہ دیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس عشرے کے اندر جو شب جمعہ اور روز جمعہ آئے تو اس میں چھ رکعتیں ادا کرنی چاہئیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص ۱۵ بار اور پھر سلام پھیر کر درود شریف اور یہ کلمات پڑھے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ حق تعالیٰ اس کے بدلے انسان کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ثواب اور سال آئندہ کے اختتام تک کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔

سورۃ الفجر کے بیان میں:

حضرت بابا فرید فرماتے ہیں میرا ایک دوست تھا جو کہ انتہائی نیک اور صاحب ولایت درویش تھا وہ مذکورہ چھ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے (مگر فاتحہ کے بعد سورۃ الفجر

پڑھتے تھے) جب ان کا انتقال ہو گیا تو ایک دفعہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا سناؤ قبر میں کیا کچھ ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شیخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں پڑھا تھا کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ہے جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں سورۃ الفجر پڑھے گا اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے اسے محفوظ فرمائے گا پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور عالم برزخ کا حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موت، قبر اور منکر نکیر کے مراحل تو بآسانی طے ہو گئے تھے لیکن جب عرش الٰہی کے نیچے پہنچ کر سجدہ ریز ہوا تو آواز آئی اے معین الدینؒ اپنا سر اٹھاؤ اور یہ بتا کہ تو مجھ سے اتنا کیوں ڈرتا تھا؟ میں نے عرض کیا الٰہی تو جبار اور قہار بھی ہے بس یہی میرے ڈر کا باعث تھا، پھر آواز آئی جو ہمارا ہو جاتا ہے ہم بھی اس کے ہو جاتے ہیں پھر جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں سورۃ الفجر مواظبت سے پڑھتا ہو اسے ڈر یا خوف کیسا جاؤ ہم نے تجھے بخش دیا ہے۔

مزید نوافل:

پھر فرمایا کہ سرکار دو عالم (ﷺ) کا ارشاد گرامی ہے جو شخص عرفہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک دفعہ سورہ والعصر، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ لایلف قریش، تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ اخلاص جب کہ چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اذا جاء نصر پڑھے تو اسے اس قدر ثواب عطا کیا جائے گا کہ ساری مخلوق اسے بیان نہ کر سکے گی پھر فرمایا جو شخص عرفہ کی شب اس طرح دو رکعت نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے تو اس کے نامہ اعمال میں ہزار حج کا ثواب لکھا جائے گا۔

بابا فرید گنج شکرؒ کا واقعہ:

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ میں چلہ کشی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ذی الحجہ کا مہینہ آ گیا، عرفہ کی شب

یہ نماز پڑھ کر میں روضے کے پاس بیٹھ گیا اور قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو گیا ابھی رات زیادہ نہ گذری تھی کہ میں نے پندرہ سپارے پڑھ لئے' سورہ کہف یا سورہ مریم کا کوئی ایک حرف غلطی سے ادا ہونے سے رہ گیا تو حضرت خواجہ نے روضہ مبارک کے اندر سے فرمایا کہ چھوٹے ہوئے حرف کو پھر سے پڑھو چنانچہ میں نے اس آیت کو پھر سے مکمل کر کے پڑھا تو دوبارہ آواز آئی بہت اچھے طریقے سے پڑھو چنانچہ میں نے اس آیت کو پھر سے مکمل کر کے پڑھا تو دوبارہ آواز آئی بہت اچھا پڑھتے ہو فرزند خلیفہ ایسا ہی ہونا چاہیے' جب مکمل قرآن پڑھ چکا تو میں نے روضہ مبارک کے قدموں پر سر رکھ کر روتے ہوئے عرض کیا حضور میں نہیں جانتا کہ میرا شمار کس گروہ میں ہوگا' پھر آواز آئی مولانا فرید جو آدمی مذکورہ چار رکعت نوافل پڑھتا ہے وہ بہر صورت جنتی ہے یہ سنتے ہی میں نے مزار مبارک کو بوسہ دیا اور میرے دل کو اطمینان و سکون حاصل ہوا کہ میں بھی کسی قطار میں ہوں۔

یوم عرفہ کے اعمال:

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص عرفے کے روز ظہر و عصر کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص پچاس دفعہ پڑھے تو اس کی دعا ضرور مستجاب ہوگی۔

پھر فرمایا کہ عرفے کے روز سو مرتبہ پڑھنا چاہیے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يُوْتِ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ مَا شَآءَ اللّٰهُ الْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدِ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ مَا بِنَا مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

سرکار دو عالم (ﷺ) فرماتے ہیں کہ جو شخص عرفے کے روز غروب آفتاب سے پہلے ان کلمات کو پڑھتا ہے رب تعالیٰ اُس سے خطاب کرتا ہے کہ اے بندے! تو نے مجھ کو خوش کیا۔ اب تو جو چاہے مجھ سے مانگ اور جو شخص ان کلمات کو سوتے یا جاگتے وقت پڑھے وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور تمام بلائیں اُس سے دور رہتی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ عیدالاضحیٰ کی رات میں بھی بارہ رکعتیں پڑھنی آئی ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پانچ بار۔ ان کا ثواب بہت ہے۔

بعد پھر فرمایا کہ عیدالاضحیٰ کے روز جب خطبے سے فارغ ہو چکے چار رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ الم نشرح ایک بار اور دوسری میں بعد فاتحہ والمرسلات ایک بار' تیسری میں بعد فاتحہ الضحیٰ ایک بار چوتھی میں بعد فاتحہ اخلاص ایک بار۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اوراد کے نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ جو شخص نماز عیدالاضحیٰ کے بعد اپنے گھر میں آ کر دو رکعت اور پڑھے اور ہر رکعت بعد فاتحہ سورہ والمرسلات پانچ پانچ بار تلاوت کرے۔ اُسے حج' عمرہ اور دعا طواف کا ثواب ملے گا اور اس کے مال میں برکت ہوگی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونیؒ کے اوراد میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کے آخری روز جو سال ہجری کا بھی یوم الآخر ہے یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ تمام سال اُسے اپنی حفظ وامان میں رکھے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ مَا عَمِلتُ مِنْ عَمَلٍ فِي هٰذِهِ السَّنَةِ مِمَّا نَهَيْتَنِي عَنْهُ وَلَمْ ترضه وَنَسِيتَهُ وَلَمْ تنسهُ وَحَلِمتَ عَنِّي بَعْدَ قُدْرَتِكَ عَلٰى عَقُوبَتِي وَدَعَوتَنِي اِلَى التَّوبَةِ بَعْدَ جُرْأَتِي عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ فَاَسْتَغْفِرُكَ فِيهَا يَا غَفُوْرُ فَاغْفِرْلِيْ وَمَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ تَرْضَاهُ عَنِّي وَوَعَدْتَنِيَ الثَّوابَ فَتَقَبَّلهُ مِنِّي وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِي يَاعَظِيْمَ الرَّجَآءِ. اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ خَيْرَ هٰذِهِ السَّنَةِ وَمَا فِيهَا بِرَحْمَتِكَ يَآاَرْحَمَ الرّٰاحِمِيْنَ.

پھر فرمایا کہ برادرم شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ نے یہ فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ جو شخص آخر ماہ ذی الحجہ میں دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور کچھ قرآن شریف اور سلام کے بعد مذکورہ بالا دعا پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے اور اُسے بھی بخش دیتا ہے۔ شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ اذان ہوگئی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق ودعا گو واپس۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ.

اٹھارھویں مجلس

مذاہب کے بارے میں

مذہب امام اعظمؒ:

۷ ذی الحجہ بروز اتوار ۶۵۵ھ کو قدم بوسی نصیب ہوئی' فقہی مذاہب پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ پہلا درجہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کا ہے اس کے بعد امام شافعی کے مذہب کا درجہ ہے پھر امام مالک کا جب کہ امام احمد بن حنبل کے مذہب کا چوتھا درجہ ہے اس میں سے کسی ایک مذہب پر بھی شک نہیں کرنا چاہیے البتہ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ امام اعظم اور حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو باقی تینوں مذاہب پر فوقیت وفضیلت حاصل ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے پھر جیسا کہ مشہور ہے الفضل للمتقدم یعنی اول کو فضیلت حاصل ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ فتاوی ظہیری کے بات خاتم میں یہ واقعہ مرقوم ہے کہ امام المسلمین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج ادا کیا' ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ میرا آخری حج ہے شاید دوبارہ یہ سعادت مجھے نصیب نہ ہو چنانچہ امام اعظمؒ نے خانہ کعبہ کی کنجی برداروں سے درخواست کی کہ میں آج رات خانہ کعبہ کے اندر عبادت کرنا چاہتا ہوں لہذا دروازہ کھول دو۔ دربانوں نے پہلے تو انکار کیا کہ ہم نئی روایت نہیں ڈال سکتے مگر بعد میں انہوں نے امام اعظمؒ کے علم وفضل کا پاس کرتے ہوئے یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا کہ دنیا آپ کی پیروی کرتی ہے آپ وقت کے امام ہیں اس لئے آپ کی خواہش کو پورا کر دیتے ہیں۔ امام اعظمؒ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور دوستوں کو ساتھ کھڑا کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور سیدھا پاؤں الٹے پاؤں پر رکھ کر آدھا قرآن مجید پڑھ لیا پھر الٹے پاؤں پر سیدھا پاؤں رکھا اور قرآن مجید مکمل ختم کر لیا سلام پھیرنے کے بعد بارگاہ الہٰی میں دعا کی یا اللہ میں نہ تو تیری عبادت کا حق ادا کر سکا ہوں اور نہ ہی تجھے اس طرح پہچانا جو پہچاننے کا حق ہے یا اللہ

میری خدمت گزاری میں جو نقائص ہیں ان سے درگذر فرما' اتنے میں غیب سے آواز آئی اے ابوحنیفہ تو نے ہمیں پہچانا ہے اور ہماری خدمت کا حق ادا کر دیا ہے سو ہم نے تجھے بخش دیا ہے اور قیامت تک کے تیرے پیروکاروں کو بخش دیا ہے کہ یہ کہہ کر حضرت بابا فرید نے فرمایا الحمدللہ ہم ابوحنیفہ کے مذہب کے پیروکار ہیں۔

شانِ امامِ اعظمؒ:

پھر فرمایا کہ امام اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے خواب میں محمد بن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور قبر کا حال ان سے پوچھا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر مجھے بخش دیا کہ تو نے علم کی خدمت کی تھی وہی تیری مغفرت کے لئے کافی ہے' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابویوسف کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں! امام محمد نے فرمایا زمین و آسمان کے درمیان میں ہیں پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا امام ابوحنیفہ کہاں ہیں؟ جواب دیا وہ تو علیین میں ہیں اس کے بعد اس بات پر گفتگو ہوئی کہ سب سے بہتر مذہب کون سا ہے' شیخ الاسلام بابا فریدؒ نے اشک بار ہو کر فرمایا کہ امام اعظم کی بزرگی و علمی عظمت اور فقاہت کے باعث میں ان کا نام بھی نہیں لے سکتا مگر ان کے شاگرد امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ جب سوار ہوتے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کی رکاب تھام لیتے تھے بس اسی سے مذاہب کا فرق واضح ہو جاتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام ابوحنیفہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ اور شیخ جمال الدین تبریزیؒ اور شیخ بدرالدین غزنویؒ جامع مسجد دہلی میں اعتکاف پر بیٹھے اور سب نے روزانہ قرآن شریف کے دو دو ختم کرنے کا عزم بالجزم کیا۔ پر ایک رات مل کر صلاح کی کہ اگر ہو سکے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر خدا کی عبادت کریں۔ یہ تجویز باتفاق کل منظور ہوئی۔ قاضی حمید الدینؒ امام بنے اور باقیوں نے ان کی اقتداء کی۔ قاضی حمید الدینؒ نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار پارے پڑھے اور دوسری میں ایک

اور ختم کر کے سلام پھیرا اور دعا کی کہ باری تعالیٰ جیسی کہ تیری عبادت کرنی چاہیے تھی ویسی ہم نے نہیں کی لیکن تو اپنی رحمت سے ہمیں بخش دے۔ آواز آئی کہ تم سب بخشے گئے اور و تمہارا مطلب ہے وہ پورا ہوا۔ اس کے بعد یہ بزرگ وہاں سے متفرق ہو گئے۔

مذہب کا شجرہ:

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ جس طرح ایک مرید اپنے پیر کے مکمل شجرہ کو یاد رکھتا ہے اسی طرح اپنے مذہب کا شجرہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مذہب کے سلسلے میں وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرتا ہے' پھر فرمایا کہ اگر کوئی پوچھے کہ تمہارا کسی مذہب سے تعلق ہے اور ان کا تعلق امام ابراہیم علقمہ کے مذہب سے اور ان کا امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے اور ان کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور حضور اکرم (ﷺ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب سے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے مذہب سے اور وہ حضرت مشیث علیہ السلام کے مذہب سے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے مذہب سے اور وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور وہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے مذہب سے اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے مذہب سے اور وہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں کہ جب کہ حضرت عزرائیل اللہ رب العلمین کے مذہب پر ہیں اور اس مقام کی صرف ذات احدیت ہی جانتی ہے۔

تہجد کی نماز:

پھر فرمایا کہ دعاؤں اور قرآنی آیات سے گھروں کو خالی نہیں رکھنا چاہیے۔ پھر ارشاد ہوا کہ کہ تہجد کی نماز حضرت رسول اللہ (ﷺ) پر فرض تھی اور اور لوگوں کے لئے سنت ہے۔ تہجد سحر کے وقت کی آٹھ رکعتوں کا نام ہے۔ جو سورت یاد ہو اُن میں پڑھے کچھ تعین نہیں ہے۔ مگر خیال رہے کہ قرأت دراز ہو۔ کیونکہ یہ آنحضرت کا معمول تھا۔ اس کے بعد مناسب حال فرمایا کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے جن کا شیخ قطب الدین نام تھا۔ ایک دفعہ ان کی

نماز تہجد ہو فوت گئی۔ دن چڑھتے ہی معلوم ہوا کہ زانو میں درد ہے۔ باعث سوچا تو غیب سے ندا آئی کہ نماز تہجد چھوڑنے کا بدلہ ہے۔

شیطان سے نجات پانے کا عمل:

پھر ارشاد ہوا کہ معین الدین قدس سرہٗ کے اوراد میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جو شخص دن کے وقت سورہ بقر کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے اوّل کی اور چار آیتیں آیۃ الکرسی کے بعد کی اور دو آیتیں آخر کی تو اس کے گھر میں دن کو شیطان نہیں آئے گا اور جو شخص رات کو پڑھے تو اس کے گھر میں رات کو نہیں آئے گا۔

عمل اضافہ رزق:

پھر فرمایا جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کا ورد رکھنے سے اُس کی حالت درست ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک روز میں شیخ الاسلام قطب الدین کاکی اوشیؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر حضرتؒ کی قدم بوسی کی۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ معاش کی تنگی میں گرفتار ہوں۔ ارشار کیا کہ یہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اس نے عرض کی جی ہاں یہ تو نہیں پڑھتا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) سے روایت ہے کہ جو شخص اسے بکثرت پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اُسے محتاجی سے محفوظ رکھے گا۔

غم سے نجات پانے کا وظیفہ:

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے بقیۃ المجتہدین سمرقندیؒ کی کتاب میں دیکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے چار گروہوں پر تعجب آتا ہے جو چار چیزوں سے غافل رہتے ہیں۔

(۱) جو غم میں مبتلا ہوں اور اس آیت کو نہ پڑھیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ

وَ كَـذٰلِكَ نُـنْـجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے اور اُن کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور چالیس سال تک اس زحمت میں پڑے رہے تو حضرتؑ نے دعا کی۔ جواب ملا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھو لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْـتَ سُبْـحَانَكَ اِنِّيْ كُـنْـتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔چند ہی روز اس کی پابندی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری کی بلا سے نجات دی۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک جوان کی ہارون الرشید نے کسی خطا پر قید کر دیا اور اس کے ہلاک کرنے کی فکر میں تھا کہ کوئی بزرگ بروقت پہنچ گئے اور اُس جوان کو یہی آیت تعلیم کر کے چل دیے۔ جوان نے تھوڑے ہی دن اُس کو پڑھا تھا کہ قید سے رہائی پائی اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔

خوف دور کرنے کا عمل:

مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو خوف زدہ رہتے ہیں مگر اس سے بچنے کے لئے حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل کثرت سے نہیں پڑھتے حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ پھر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بہت ہی ظالم بادشاہ تھا اس کے زمین میں خدائی کا دعویٰ پیدا ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنے مشیروں سے اس کی ترکیب پوچھی تو ایک انتہائی مکار وزیر نے کہا کہ پہلے تو شہر میں جتنے پڑھے لکھے اہل علم ہیں ان سب کو قتل کرا دیں جب علماء کا وجود ہی نہیں ہو گا تو اسلام کا نام کون لے گا پھر بادشاہ جو چاہیں اعلان کر دیں چنانچہ بادشاہ نے تمام علماء کو قتل کرا دیا۔ بادشاہ نے اس وزیر سے پوچھا کہ اب کیا کروں؟ اس نے کہا جتنے کاتب ہیں انہیں بھی قتل کرا دیں تا کہ لکھنے والوں کا خطرہ بھی نہ رہے جب کاتبوں کا قتل کیا جانے لگا تو ان میں سے ایک کاتب اللہ تعالیٰ کے بزرگ تھے اور حضرت خواجہ حسن بصری کے نواسوں میں سے تھے جب انہیں گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ انہیں دیکھتے ہی تخت سے اتر آیا' معذرت کی اور ایک خلعت دے کر رخصت کر دیا' بزرگ کے چلے جانے کے بعد بادشاہ نے وہاں موجود لوگوں نے کہا کہ جب اس بزرگ کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں نے ان

کے دائیں بائیں دو اژدھے دیکھے جو منہ سے آگ کے شعلے اگل رہے تھے اور مجھ سے کہہ رہے تھے اس بزرگ کو چھوڑ دے ورنہ ہم زندہ نگل جائیں گے ادھر لوگوں نے بھی اس بزرگ سے پوچھا کہ آپ کی رہائی کیسے ہوئی' جواب دیا کہ میں بکثرت ان کلمات کو پڑھتا ہوں حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر ۔جو شخص ان کلمات کو بطور وظیفہ پڑھے گا اس کا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

دشمن کے فریب سے بچنے کا وظیفہ:

عرض کے بعد شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ تیسرے مجھے اُن آدمیوں پر تعجب آتا ہے جو کسی کے مکر سے ڈرتے ہیں اور یہ آیت نہیں پڑھتے وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ کیونکہ ارشاد باری ہے فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا. پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ جس وقت حجاج بن یوسف کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو یہی آیت پڑھا کرتے تھے اور حجاج بن یوسف کہا کرتا تھا کہ میں جس قدر حسن بصریؒ سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ جب وہ تشریف لاتے ہیں میرے تمام اعضاء میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے اور مجھے دو شیر اُن کے ساتھ آتے معلوم ہوتے ہیں جو مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔

حصول جنت کا وظیفہ:

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ چوتھے مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو بہشت کے طالب ہیں اور یہ نہیں پڑھتے مَا شَاءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ پھر فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں پڑھا ہے کہ ایک نوجوان بے حد فاسق ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہتا تھا مگر سوتے وقت اس کلمے کو بہت پڑھتا تھا۔ جب وہ مرا تو لوگوں نے اس کو خواب میں بہشت کے اندر پھرتے دیکھا۔ دریافت کیا تو راز کھلا کہ کلمہ مذکورہ بالا کے صدقے میں نجات ملی۔

عذاب قبر سے بچنے کے لیے:

اس کے بعد قبر کے خوف اور منکر نکیر کی ہیبت کے بارے میں ارشاد ہوا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ اگر اُس پر عمل کرو تو منکر نکیر سے خوف نہ کھاؤ گے۔ شب جمعہ میں دو رکعت نماز ادا کیا کرو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص پچاس پچاس بار۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ اس کے عامل تھے۔ شرح اولیاء میں لکھا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کہو منکر نکیر سے کیا معاملہ رہا؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے تو مجھ پر ان کی بڑی ہیبت چھائی اور انہوں نے میرے ایک گرز بھی مارا' مگر آخر حکم آیا کہ اس بندے کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس تنگی کے واسطے بھی کوئی چیز ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ جو شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے گا اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد اذا زُلْـزِلَـتِ الْاَرْض ۔ پندرہ بار پڑھے گا وہ اُس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام قطب الدّین بختیار کاکی اوشیؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور بہت سے مشائخ کبار بھی موجود تھے کہ خوف قبر پر گفتگو چھڑ گئی۔ مولانا شہاب الدینؒ نے کہا کہ جو شخص یہ اوراد اپنی کتاب میں لکھ لے اور ان کا ورد رکھے۔ وہ قبر کے عذاب سے مامون رہے گا۔ سورہ واقعہ' سورہ مزمل' سورہ والشمس' سورہ واللیل اور الم نشرح۔

اس کے بعد ایک دوسرے درویش نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا' جو خاندان چشت سے تعلق رکھتے تھے۔ جب اُن کو سپرد زمین کر چکے تو اسی وقت فرشتے نازل ہوئے اور اُن سے سوالات کرنے لگے۔ درویش نے خوب جواب دیے یہاں تک کہ اس کی قبر منور ہوگئی۔ کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے؟ بولے۔ میری حق تعالیٰ نے مغفرت کردی اور نہایت مہربانی فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ہم نے تجھ کو اس دعا کے سبب بخشا ہے۔

فراخی رزق کے لیے:

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ احادیث میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد تین بار سورہ اخلاص اور تین بار درود اور اُس کے بعد ایک بار یہ آیت وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ط قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۔ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے تین نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (۱) درازی عمر (۲) مال بسیار (۳) اقبال مندی نیز وہ بے حساب جنت میں داخل ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

شیخ الاسلامؒ یہ بیان فرمارہے تھے کہ اذان ہوگئی۔ شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہوگئے اور خلق ودعا گو رخصت ہوئے۔ الحمد لله علی ذالک.

انیسویں مجلس

بیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ چاشت کے وقت جماعت خانہ میں بیٹھے تھے۔ اور بہت سے درویش حاضر خدمت تھے۔ میں آداب بجالایا۔ تو فرمایا کہ اے دوست! جا حاضرین سے مخاطب ہو کر فرما کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء کی ہے۔ کہ مولانا نظام الدین جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں انہیں مل جائے۔

فضائل درود شریف:

آثار مشائخ میں آیا ہے۔ میں نے پڑھا بھی ہے کہ جو شخص نبی کریم (ﷺ) پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور ایک لاکھ نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اسے اولیاء اللہ سے پکارا جاتا ہے۔

صحابہ تابعین اور مشائخ میں سے ہر ایک نے اسے اپنا وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اگر رات اس وظیفے میں ان سے ناغہ ہو جاتا ہے تو اپنے آپ کو مردہ تصور کرتے اور اپنا نام ... تے کہ آج رات ہم مردے ہیں۔ اگر زندہ ہوئے تو والی کائنات (ﷺ) پر درود پڑھنے میں ہم سے ناغہ نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ خواجہ یحییٰ معاذ رحمتہ اللہ علیہ ہر روز میں ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ جب دن ہوا تو جیسے کوئی مردے کے ماتم کے لیے بیٹھتا ہے اس طرح بیٹھے لوگوں کی آ کر حالت پوچھی کہ کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ آج رات وظیفے میں مجھ سے ناغہ ہو گیا ہے یہ رونا اسی وجہ سے ہے۔ کیونکہ میں اس جہان کی سعادت سے محروم رہ گیا ہوں خواجہ یحییٰ معاذ رازی یہی بیان کر رہے تھے کہ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے یحییٰ! جس قدر ثواب تجھے ہر رات کو ملا کرتا تھا۔ اس سے کئی سو گنا گزشتہ رات کا ثواب دیا۔ اور تیرا نام درود بھیجنے والوں میں لکھا گیا پھر شیخ الاسلام نے اشکباری کرتے ہوئے بولا کہ خواجہ ثنائی رحمتہ اللہ علیہ نے

سرکار مدینہ (ﷺ) کو خواب میں دیکھا کہ خواجہ صاحب سے چہرہ مبارک چھپا لیا۔ خواجہ صاحب نے دوڑ کر قدموں پر بوسہ دیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) میری جان آپ پر فدا ہو۔ کس سے چہرہ مبارک مجھ سے چھپایا تو سرکار (ﷺ) نے آپ کو بغل میں لے کر فرمایا کہ تو نے درود بھیج کر میری اس قدر مدح کی ہے کہ اب میں شرمندہ ہوں کہ میں کس طرح عذر خواہی کروں؟۔

شیخ الاسلام نے اشکباری کرتے ہوئے فرمایا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جن سے کثرت درود کے سبب سرکار مدینہ (ﷺ) شرمندہ ہیں۔ ان کی جان پر ہزار بار رحمت ہو۔ جو اس ثواب کو حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی حالت میں مرتے ہیں۔ اور اسی حالت میں ان کا حشر ہوتا ہے۔

درود شریف کی برکت:

ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ ایک مسلمان درویش نے آکر ان سے کچھ مانگا۔ انہوں نے بطور تمسخر کہا کہ اب شاہ جوانمردان آرہے ہیں وہ تجھے کچھ دیں گے۔ اس نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر سلام کیا اور اپنی تنگی ظاہر کی جب آپ نے دیکھا تو کچھ نہ پایا لیکن سبب دانائی جان گئے کہ یہودیوں نے اسے آزمائش کے لئے بھیجا ہے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی ہتھیلی پر دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر پھونکا اور فرمایا مٹھی بند کر لے جب وہ ان کے پاس آیا تو پوچھا کہ کیا ملا؟ کہا دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر مٹھی پر پھونک دیا تھا انہوں نے کہا کھول! جب مٹھی کھولی تو دیناروں سے پر تھی۔ اس روز کئی یہودی مسلمان ہوئے۔

ایک مرتبہ ہارون الرشید تقریباً چھ مہینے تک بیمار رہ کر قریب المرگ ہوا۔ اتفاقاً شیخ ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ اس کے پاس سے گزرے جب اس نے سنا تو کسی کے ہاتھ بلوا بھیجا۔ جب آپ نے دیکھا تو کہا خاطر جمع رکھو! آج ہی بیماری دور ہو جائے گی۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس پر ہاتھ پھیرا۔ وہ تندرست ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ صحت اسی درود شریف کی برکت سے ہوئی ہے۔

پھر فرمایا بابا فریدؒ نے فرمایا کہ یہ پانچوں درود صلوٰۃ یعنی دعا میں پڑھا کرو یہ تمام دروودوں سے افضل ہیں اگرچہ تمام درود ثواب میں یکساں ہیں مگر ہر درود کی فضیلت الگ الگ وہ پانچ درود یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

(۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ.

(۲) وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.

(۳) وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى بِاَنْ تُصَلّٰى عَلَيْهِ.

(۴) وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِيُ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ.

(۵) وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَآ اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ.

حضرت بابا فریدؒ نے اِن پانچ درودوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ فقیہ ابوالحسن زندوسی اپنی کتاب روضہ منورہ میں اس درود کو لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں جب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو ایک بزرگ نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ قبر میں آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ فرمایا اس (مذکورہ) درود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے' پھر فرمایا اس درود کی مزید فضیلت یہ ہے کہ ایک نبی کریم (ﷺ) صحابہ کرام کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں پہلو میں فروکش تھے اسی دوران ایک اور صحابی نے حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا جب وہ بیٹھنے لگے تو حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے بیٹھو' صحابہ کرامؓ نے سمجھا کہ شاید یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اس لئے انہیں حضرت ابو بکر صدیق کے آگے جگہ دی جارہی ہے پھر حضور اکرم (ﷺ) نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ شخص مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! شاید اسے فرصت ہوگی اس لئے یہ صرف درود ہی پڑھتا رہتا ہوگا آپ (ﷺ) نے فرمایا یہ کھاتا پیتا بھی ہے دنیاوی معاملات میں بھی مصروف رہتا ہے مگر روزانہ ایک دفعہ دن کو اور ایک دفعہ رات مجھ پر یہ درود پڑھتا ہے۔

کھجور کی گٹھلیاں دینار بن گئیں:

پانچ درویش آ پہنچے آداب بجالائے۔حکم ہوا بیٹھ جاؤ! بیٹھ گئے تو عرض کی کہ ہم مسافر ہیں خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ ہے۔لیکن خرچ نہیں کچھ عنایت ہوتا کہ فراخ دلی سے ہم سفر کر سکیں۔شیخ الاسلام یہ سن کر خاموش ہو گئے۔مراقبہ کر کے کھجوروں کی چند گٹھلیاں لیں اور کچھ پڑھ کر ان پر پھونکا اور دے دیں درویش حیران رہ گئے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ دیکھو! جب دیکھا تر وہ دینار تھے۔آخر شیخ بدرالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام نے درود پڑھ کر ان پر دم کیا تھا۔اس درود کی برکت سے وہ دینار بن گئیں تھیں۔

آیۃ الکرسی کے فضائل:

پھر آیۃ الکرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔فرمایا کہ جس روز آیۃ الکرسی نازل ہوئی ستر ہزار فرشتے مہتر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آئے تھے اور جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اسے باعزاز واکرام لیجیے۔ارشاد الٰہی ہے کہ جو میرا بندہ آیۃ الکرسی پڑھے گا ہر حرف کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب پائے گا۔اور ہزار فرشتے جو کرسی کے پاس کھڑے پڑھ رہے ہیں اُن کا ثواب بھی اُسی کو ملے گا اور اسے اپنے مقربوں میں شمار کروں گا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ فتاوٰی ظہیری میں لکھا ہے کہ نبی کریم (ﷺ) فرماتے ہیں جو کوئی اپنے گھر سے باہر جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھے۔اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے آداب آنے تک اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔بعد ازاں کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے گھر میں جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھے تا خدا اس کے گھر سے فقرہ فاقے کو دور فرمائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک درویش کے گھر میں رات کو چور آئے۔درویش نے آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر کا حصار باندھ رکھا تھا۔

چوروں نے جو اُس کے اندر منہ داخل کیا سب کے سب اندھے ہو گئے۔ درویش صاحب بیدار ہوئے اور اس حال کو معلوم کر کے باہر آئے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ چور ہیں۔ چوری کے واسطے آپ کے ہاں آئے تھے لیکن قدرت نے ہمیں اندھا کر دیا۔ آپ دعا فرمایئے کہ ہماری آنکھیں مل جائیں۔ ہم اس کام سے تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔ درویش نے تبسم فرمایا اور کہا آنکھیں کھولو۔ آنکھیں کھولیں تو اُن میں بینائی تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَلٰی ذٰلِکَ۔

☆☆☆

بیسویں مجلس

رنج وغم سے نجات کی دعا:

۲۷ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ء دولت قدم بوسی میسر آئی۔ دعا کے بارے میں گفتگو ہورہی تھی۔ ارشاد ہوا میں نے امام محمد شیبانیؒ کی کتاب میں پڑھا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی رنج وغم یا کوئی (سخت) مرحلہ پیش آئے تو اسے چاہیے کہ جب وہ صبح کی نماز ادا کر چکے تو سو مرتبہ کہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ۔

کشائش رزق کی دعا:

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور وہاں دعا کے بارے میں باتیں ہورہی تھیں۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا جس کو معاش کی تنگی ہو وہ اس دعا کا ورد کرے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَادَآئِمَ الْعِزِّ وَالْمُلْکِ وَالْبَقَآءِ یَا ذَا الْمَجْدِ وَالْعَطَآءِ یَا وَدُوْدُ ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔

ہر مہم میں کامیابی کی دعا:

پھر ارشاد ہوا کہ بحالت درماندگی ولاچارگی جو شخص ان کلمات کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا وہ مہم اُس کی ضرور پوری ہوگی۔ اَقْوٰی مُعِیْنٍ وَاَهْدٰی دَلِیْلٍ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اعمال مقبول ہونے کی دعا:

پھر فرمایا میں نے تفسیر زاہدی میں پڑھا ہے جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے اعمال بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوں تو اسے یہ آیت پڑھنی چاہیے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

کامیاب ہونے کی دعا:

پھر فرمایا جو شخص بڑے بڑے کام صبر و سکون سے کرنا چاہتا ہو نیز ثابت قدم اور دشمنوں پر فتح پانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ آزمودہ آیت پڑھے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ.

سکون قلب کی دعا:

پھر فرمایا جو شخص سکون قلبی اور ایمان کی سلامتی کا طلبگار ہو اور چاہتا ہو اللہ رحمت الٰہی اس کے شامل حال رہے تو اسے یہ آیت پڑھنی چاہیے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم (ﷺ) صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جلوہ افروز تھے اور سابقہ پیغمبروں پر گفتگو فرما رہے تھے' اسی دوران ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) میرا دل کیسے مطمئن ہوگا کہ میں ایمان کی سلامتی کے ساتھ جاؤں گا' حضور اکرم (ﷺ) یہ سوال سن کر متفکر ہو گئے' اسی اثنا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) میں یہ آیت (رَبَّنَا لَا تُزِغْ) لایا ہوں جو شخص اس آیت کو مسلسل پڑھے گا ایمان کے حوالے سے اس کے دل میں اطمینان ہو جائے گا اور وہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ ہی دنیا سے جائے گا حضرت بابا فرید نے فرمایا آیت کا شان نزول اسی صحابی کا سوال کرنا ہے۔

خاصانِ خدا میں شامل ہونے کی دعا:

پھر ارشاد کیا جو شخص دوستان خدا میں جمع ہونا چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھے۔

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔

بعدازاں فرمایا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے یہی آیت پڑھی تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا فرزند اُن کو عنایت کیا جو صغر سنی میں ہی خوف الٰہی سے اس قدر روتے تھے کہ رخساروں کا گوشت گل گیا تھا۔ اُن کے والد حضرت زکریاؑ اور ان کی والدہ ان کو سمجھائیں کہ تم ابھی بچہ ہو تم کو اس قدر خوف کس لئے ہے؟ تو جواب دیتے تھے کہ اے والدہ میں دیکھتا ہوں کہ جب تم ہنڈیا کے نیچے آگ سلگاتی ہو تو پہلے چھوٹی لکڑیاں رکھتی ہو۔ جب ان میں آگ کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے اس وقت بڑی لکڑیاں لگاتی ہو تو مجھ کو بھی اندیشہ ہے کہ دوزخ میں پہلے چھوٹوں کو ڈالا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف سفر کر رہا تھا اور اُس شہر کے بزرگوں کی زیارت کرتا تھا۔ ایک روز حضرت محمد سیوستانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت بزرگ اور بوڑھے آدمی اور صاحب ولایت تھے۔ سلوک کے متعلق حکایت ہی رہی تھی اور درویش آپ میں بحث کر رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور اقدم بوس ہو کر بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد سیوستانیؒ نے اپنی روشن ضمیری سے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ایک حاجت مند آیا ہے۔ فوراً وہ قدم بوس ہوا اور عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا جا اس آیت کو پڑھا کر۔ خداوند تعالیٰ تجھ کو فرزند صالح عنایت کریگا۔ آیت یہ ہے۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ.

وہ شخص چلا گیا اور حق تعالیٰ نے اس کو ایسا نیک فرزند عنایت کیا جو صاحب سجادہ ہوا اور جس نے برہنہ استرج کئے اور اسی نیت میں مرا۔

صالحین کے ساتھ اُٹھنے کی دعا:

بعدازاں فرمایا کہ "کشاف" میں لکھا دیکھا ہے کہ جب آدمی یہ چاہے کہ اس کا حشر نیک مردوں کے ساتھ ہو اور عرصات قیامت کو دیکھ لے تو یہ آیت پڑھا کرے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ط اِنَّکَ لَا

تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

پھر حکایت بیان فرمائی کہ بخارا میں ایک شخص فسق وفجور کے سبب مشہور تھا۔ جب وہ مرا تو اس کو خواب میں اولیاء اللہ اور دوستان خدا کے ساتھ دیکھا۔ تعجب سے پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ کہا میں نے تفسیر کشاف میں دیکھا تھا کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے گا وہ نیک مردوں کے ساتھ ہوگا۔ پس اس کو صدق دل سے پڑھتا تھا خداوند تعالیٰ نے جو تھوڑی چیز کا قبول کرنے والا اور بڑی بخشش فرمانے والا ہے۔ میری یہ ذرا سی عبادت قبول فرمائی اور میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔ اب مجھ کو حکم ہے کہ دوستان خدا ہی کے ساتھ رہوں۔ آیت یہی ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ.

ظالموں سے نجات پانے کی دعا:

پھر شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ظالموں کے ہاتھ سے نجات پانی چاہے تو لازم ہے کہ اس آیت کا ورد کرے۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا.

اس آیت کا پڑھنے والا ہمیشہ مظفر ومنصور رہے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ غول بیابانی سے مشغول جنگ تھے اور بہت پریشان ہو گئے تھے۔ آخر آنحضرت (ﷺ) کے حضور میں عریضہ بھیجا کہ تمام تدبیریں کرلیں اور جو کچھ کہ جنگ کے طریقے تھے بجالایا۔ جب عریضہ حضور کی خدمت میں پیش ہوا بے حد دل تنگ ہوئے۔ فوراً جبریل علیہ السلام یہ پیغام لائے کہ اس آیت کو پڑھیں اس کی برکت سے مظفر ومنصور ہوں گے۔

حضور (ﷺ) نے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھ کر بھیج دی اور انہوں نے تعمیل

ارشاد کی اور غالب ہوئے اس غول کو زندہ گرفتار کر کے مدینہ میں لائے۔ وہ فتح اسی آیت ہی کی برکت سے ہوئی تھی۔

وسعت رزق اور رحمت کی دعا:

پھر فرمایا کہ صاحب ہدایہ مولانا برہان الدین زاہد اپنی تفسیر زاہدی میں لکھتے ہیں جو شخص چاہتا ہو کہ اس پر رحمت و برکت کا نزول ہو اس کے رزق میں فراخی ہو اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو تو اسے یہ آیت پڑھنی چاہیے۔

رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ.

پھر فرمایا یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے لئے نازل ہوئی ہے مگر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مائدہ کھانے والوں کو کتا اور خنزیر بنا دیا۔

ظلم سے نجات پائے:

پھر فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ دنیا و آخرت میں شمار کیے گئے ظالموں میں اس کا نام شامل نہ ہو تو اسے یہ آیت پڑھنی چاہیے۔

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ.

اطمینان قلب کی دعا:

پھر فرمایا کہ جو شخص اسلام کے ساتھ اپنی زندگانی خوش خوش گزارنی چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھا کرے۔

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ.

قید سے رہائی کی دعا:

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار ہو وہ یہ آیت پڑھے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا:

اور اگر چاہے کہ مسلمان مرے اور صالحین کے درجے میں پہنچے تو یہ آیت پڑھا کرے۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اَنْتَ وَلِيّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ.

فرمایا کہ جب ایک مدت کے بعد یعقوب اور یوسف علی نبینا وعلیہم السلام کی ملاقات ہوئی تو یوسف علیہ السلام نے سر سجدے میں رکھ کر یہی آیت پڑھی اور عرض کی اے باری تعالیٰ تو نے مجھ کو بادشاہ بنایا یہ تیری مرضی تھی۔ میں نے اس کی درخواست نہ کی تھی اب قیامت کے روز بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر نہ کرنا۔ میں بیچارہ مسکین وضعیف اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر ہو۔

آسیب سے بچنے کی دعا:

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص جنات کے شر اور ظالموں کے ظلم اور بُت پرستی سے محفوظ رہنا چاہے تو یہ آیت پڑھا کرے۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ.

فرمایا کہ اس آیت کا نزول اس طرح ہوا کہ ایک روز حضرت رسول خدا (ﷺ) تشریف فرما تھے اور صحابہؓ حضور کے گرد بیٹھے ہوئے نصائح سن رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی ایسی چیز بتائیے جس کے باعث میں اور میری اولاد بت پرستوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ نبی کریم (ﷺ) سوچنے لگے کہ اس کو کیا چیز بتاؤں کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ آیت کو تعلیم کیجئے اور حکم دیجیے کہ یہ اس کو بکثرت پڑھا کرے۔ خداوند تعالیٰ اس کو بت پرستوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

کافروں پر فتح حاصل کرنے کی دعا:

پھر فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کفار اس پر حاوی نہ ہوں وہ یہ آیت پڑھا کرے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَآ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

نور ایمان کی دعا:

اور جب یہ چاہے کہ نور ایمان اس کے دل میں کامل ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَآ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

پھر شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما کر دعا گو کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ ساری ترغیب تمہارے واسطے کرتا ہوں کیونکہ پیر مرید کا مشاطہ ہوتا ہے جب تک کہ مرید کو جیسا کہ چاہیے تمام آلائشوں سے پاک نہ کیا جائے وہ طریقت کا راستہ طے نہیں کر سکتا اور گمراہی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

جنتی ہونے کا وظیفہ:

بعد ازاں نطق مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے جو شخص ہر روز ایک بار یہ دعا پڑھتا رہے اور زمانہ ورد میں مرجائے وہ بہشتی ہوگا۔ دعا یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. لااله الا انت اعوذبك من شر ما صنعتُ اَبوء لك بنعمتك علي و ابوء لك بذنبي فاغفرلي فانه لا يغفر الذنوب الا انت برحمتك يا اَرحَمَ الراحمين.

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جب سے میں نے نبی کریم (ﷺ) سے یہ دعا سنی ہے ہر فرض کے بعد اس کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس کو اپنا ورد بنالیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی نے خواب میں ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھ کو اسی دعا کی برکت سے جو رسول خدا (ﷺ) نے فرمائی

تھی بخش دیا اور جنت میں جگہ دی۔ پھر فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اس دعا کو پڑھے گا۔ رب تعالیٰ اسکی برکت سے شام تک اُس کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے گا اور آسمان سے جو بلا نازل ہوگی وہ اس دعا کے پڑھنے والے سے بالا بالا گذر جائے گی۔ لیکن اگر اس شخص میں اخلاص اور صدق نہ ہوگا تب وہ اس کے اوپر آ جائے گی اور میں یہ خواص حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کی زبان مبارک سے سنے ہیں اور ہر شخص کو لازم ہے کہ کسی وقت دعا کے پڑھنے اور شفاعت چاہنے سے خالی نہ رہے۔

مصائب سے بچنے کی دعا:

پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ شیخ ابو طالب مکی رحمتہ اللہ علیہ قُوتُ الْقُلُوب لکھتے ہیں کہ حضور (ﷺ) نے فرمایا ہے جو شخص یہ دعا پڑھے گا رات تک کسی بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم اَنْتَ رَبِّىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْم ط مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَآءْ لَمْ يَكُنْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ اَقَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلِّ شَىْءٍ عَدَدًا ۔ اِنِّىْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ غَيْرِىْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم۔

زہر سے بچنے کی دعا:

پھر فرمایا کہ قاضی امام شعبیؒ نے اپنی کتاب ''کفایہ'' میں یہ حکایت لکھی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھے زاہد کے پاس نوجوان وحسین کنیز تھی۔ زاہد چونکہ بوڑھا تھا کنیز اُس سے محبت نہ کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سے نجات پائے۔ ایک پڑوسن بڑھیا نے اُس سے کہا کہ میں تجھ کو زہر ملا کر تیار کر دیتی ہوں۔ روزہ افطار کرنے کے وقت زاہد کو دے دینا کنیز نے ایسا ہی کیا اور تمام رات منتظر رہی کہ زاہد کسی وقت مرتا ہے۔ جب صبح ہوئی اور دیکھا کہ زاہد کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا اس سے نہ رہا گیا اور زاہد سے

عرض کیا تمہارا جی چاہے مجھ کو رکھو یا مارو۔ میں نے تم کو زہر ملا کر دیا تھا۔ کیا سبب ہے کہ اُس نے تم پر اثر نہ کیا؟ زاہد نے متبسم ہو کر فرمایا کہ میرے پاس ایسی دعا ہے کہ ایک زہر کیا کوئی چیز مجھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرحیم. بسم الله خیرا لا سماء بسم الله رب الارض والسماء. بِسْمِ اللهِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

دعا کی شرائط

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ شرائط اسباب دعا کے بہت ہیں اگر سب کو بیان کروں تو بات طول ہو جائے۔ مگر پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے پاک نام سے شروع کی جائے۔ کیونکہ حضور (ﷺ) فرماتے ہیں۔ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ فِیْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَر۔ یعنی جو بڑا بھاری کام اللہ کے نام کے ساتھ شروع نہیں کیا گیا وہ بے برکت ہے یعنی بخیر وخوبی انجام نہیں پاتا۔ پس لازم ہے کہ پہلے بسم اللہ پڑھے پھر دعا کرے تاکہ قبول ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اپنی عورتوں کو آواز دار زیور مثل پازیب وغیرہ کے نہ پہننے دے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُن لوگوں کی دعا قبول نہیں فرماتا ہے جو اپنی عورتوں کے آواز دار زیور پہننے سے خوش ہوتے ہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ دعا کے آغاز واتمام پر صدقہ دے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ اُن کی کسی بادشاہ سے کوئی حاجت تھی اور اُس کے واسطے جارہے تھے ایک درویش کو صدقہ دیا اور کہا کہ دعا کیجئے میری حاجت پوری ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے اُس کے واسطے ضروری ہے کہ پہلے دربان کو کچھ دے اور درویش خدا کا دربان ہے۔ جب یہ راضی ہوا تو حاجت بھی پوری ہوگی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِک.

اکیسویں مجلس

محرم اور عاشورہ کے فضائل

غرہ محرم ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا جودھن کے تمام باشندے چھوٹے بڑے مشائخ درویش اور مسکین آ کر آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتے تھے شیخ صاحب مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو کچھ کسی کی قسمت ہوتی دیتے۔ لوگ جو شیرینی لائے اس کا ڈھیر لگ گیا اس میں سے تھوڑی تھوڑی درویشوں کو دیتے اس روز شہر کا کوئی غریب و مسکین خالی نہ گیا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ ہر ماہ کے غرہ کو اس طرح کرتے۔

محمد احمد بلخی نے جو واصل حق تھے آ کر سلام کیا اور بیٹھ گئے شیخ الاسلام مراقبہ میں تھے۔ اسی وقت ذکر کرنے لگے اس قدر ذکر کیا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ شیخ قطب الدین بختیار اوشی کا خرقہ لا کر آپ پر ڈالا گیا بہت دیر کے بعد ہوش میں آئے حاضرین دست بستہ حاضر ہوئے لیکن مجھے معلوم نہ ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے بھی کہا کہ اسی وقت مر کر آؤ۔ تاکہ نماز جنازہ ادا کریں۔ پھر شیخ الاسلام اور حاضرین نے نماز جنازہ ادا کی۔

پھر عاشورہ کے غرہ متبرکہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اس عشرہ میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ صرف طاعت' تلاوت' دعا اور نماز میں۔ اس لیے کہ اس عشرہ میں قہر ہوا ہے۔ اور بہت رحمت نازل ہوتی ہے۔

اس عشرہ میں بہت سے مشائخ نے تفریح دنیا کا عذاب اپنے سر لیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس عشرہ میں رسول اللہ (ﷺ) پر کیا گزری؟ اور سرکار (ﷺ) کے فرزند کس بے رحمی سے شہید کیے گئے۔ بعض پیاس کی حالت میں شہید ہوئے۔ اور بے دینوں نے انہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا جب شیخ الاسلام یہ فرما چکے۔ تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا۔ کیسے سنگ دل فاسق بے عاقبت بے سعادت اور نامہربان تھے۔ حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ دین و دنیا اور آخرت کے بادشاہ کے فرزند ہیں۔

پھر بھی انہیں بڑی بے رحمی سے شہید کرلیا گیا۔ انہیں یہ خیال نہ آیا کہ قیامت کے دن یہ منہ رسول اللہ (ﷺ) کو کس طرح دکھائیں گے۔

الغرض فرمایا کہ شروع سال غرہ ماہ محرم میں یہ دعا پڑھنی آئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. اللھم انت اللہ الا بدی القدیم وھذہ سنتہ جدیدۃ اسائلک فیہ العصمۃ من الشیطن الرجیم والامان من الشیطن ومن شر کل دین ومن البلایا والافات فذلک ونساء لک لعون والعدل علی ھذہ النفس الامارۃ بالسوء والاشتعال بسما یقربنی الیک یا بریارء وف یا رحیم یا ذوالجلال والاکرام برحمتک یا ارحم الراحمین.

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص دس بار اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورہ یٰسین ایک بار پڑھے۔ خداوند تعالیٰ اُس کو بہشت میں دو ہزار محل عنایت فرمائے گا۔ ہر محل میں دو ہزار دروازے یاقوت کے اور ہر دروازے میں ایک تخت زبرجد سبز کا بچھا ہوگا کہ ایک حور اُس پر جلوہ افروز ہوگی اور یہ نماز چھ ہزار بلاؤں کو دور کرتی ہے اور چھ ہزار نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ میں نے کفایہ امام شعبیؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم میں ہر روز سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا کرے گا۔ خداوند تعالیٰ اس کو آتش دوزخ سے رہائی دے گا وہ کلمہ یہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ. لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَيْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّمِنْكَ الْجَدُّ.

پھر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے منہ پر پھیر لے۔ حق تعالیٰ اس کو گناہوں سے ایسا پاک کر

دیکھا گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہوئے۔ مخلوق اور دعا گو واپس آئے۔ اَلْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔ کہ یہ نعمت حاصل ہوئی۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام عثمان ہارونیؒ کے اوراد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز عاشورہ میں آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے اور جو سورتیں یاد ہوں پڑھے۔ ثواب بہت ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. يا اول الاولين يا اخر الا خرين لا اله الا انت اول ما خلقت في هذا اليوم و اخرنا تخلق في هذا اليوم اعطني فيه خير ما اوليت فيده بانبياء ک و اصفياء ک من النواب و البلا يا و اعطني ما اعطيتهم فيه من الكرامة بحق محمد عليه السلام .

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کے اوراد میں خاص اُنہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے کہ روز عاشورا میں چھ رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور والشمس اور انا انزلنا اور اذا زلزلت الارض اور اخلاص اور معوذتین سب ایک بار پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سجدے میں سر رکھ کر قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن پڑھے اور حاجت چاہے روا ہوگی۔

پھر فرمایا کہ اُسی میں لکھا دیکھا ہے کہ عاشوراء کے روز ستر بار پڑھے۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ حق تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اولیاء اللہ ومشائخ کبار کے زمرے میں اس کا نام درج فرمائے گا۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص کفن چوری کیا کرتا تھا اور قریباً دو ہزار دو سو آدمیوں کے کفن اس نے چرائے تھے۔ الغرض اس کام سے اس نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت خواجہؒ نے دریافت کیا کہ تو نے قبروں میں مسلمانوں کا کیا حال دیکھا؟ عرض کی کہ سب کا حال بیان کرنا تو نہایت مشکل ہے دو تین واقعے عرض کرتا ہوں۔ ایک قبر جو میں نے کھولی تو دیکھا کہ اس میں ایک شخص ہے جس کا چہرہ نہایت سیاہ ہے اور ہاتھ پیروں میں اُس

کے آگ کی زنجیریں بندھی ہوئی ہیں اور اُس کے منہ سے پیپ اور خون جاری ہے۔ اس قدر بدبو آئی تھی کہ دماغ پریشان ہوگیا اور میں وہاں سے اُلٹا پھرا۔ اُس مردے نے مجھ کو آواز دی کہ کیوں بھاگتا ہے۔ یہاں آ اور میرا حال دریافت کر اور سن کہ میں کیا کام کرتا تھا۔ جس کے سبب سے اس بلا میں مبتلا ہوا۔ میں پھر اُس کی قبر میں گیا اور دیکھا کہ فرشتگان عذاب نے اُس کی گردن میں زنجیریں باندھ رکھی ہیں اور بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں مسلمان اور مسلمان کا فرزند ہوں مگر میں شراب خوار اور زانی تھا۔ اور اُسی بدمستی کی حالت میں مرگیا اور اس ذلت میں گرفتار ہوا۔

پھر میں نے دوسری قبر کھودی تو دیکھا ایک شخص سیاہ رو برہنہ کھڑا ہے اور چاروں طرف اُس کے آگ روشن ہے اور زبان اس کی باہر نکلی ہوئی ہے اور فرشتے اس کی گردن میں زنجیریں باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھ کو دیکھتے ہی فریاد کی کہ جناب تھوڑا سا پانی مجھ کو پلایئے کہ میں پیاس کے مارے عاجز ہوگیا ہوں۔ اس کے یہ بات کہتے ہی میں نے چاہا کہ پانی دوں۔ فرشتوں نے دھمکایا کہ خبردار اس تارک نماز کو پانی نہ دیجیو۔ کیونکہ خدا کے حکم کے خلاف ہوگا۔ پھر میں نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ تو کیا کام کرتا تھا؟ اس نے کہا میں مسلمان تھا مگر کبھی میں نے خدا کی اطاعت نہیں کی اور میری طرح بہت سے لوگ عذاب میں گرفتار ہیں۔

پھر اس کے بعد میں نے ایک قبر کھودی۔ دیکھا کہ ایک جوان ایسا خوبصورت جس کے حسن کا بیان نہیں ہوسکتا اور اردگرد اُس کے سبزہ زار تھا اور چشمے بہ رہے تھے اور اسکے سامنے حوران بہشتی تخت پر بیٹھی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ اے نوجوان تو کون ہے؟ اور کیا کام کرتا تھا؟ اور کس عمل سے تو نے یہ درجہ پایا؟ اسنے کہا اے شخص! میں تم ہی جیسا تھا لیکن ماہ محرم میں عاشورہ کے روز میں نے ایک واعظ سے سنا تھا کہ جو شخص چھ رکعتیں پڑھے خدا تعالیٰ اسکو بخش دیتا ہے۔ پس ہمیشہ ان کو میں پڑھتا تھا۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص شب یا روز عاشورہ میں دشمنی دور کرنے کے لیے چار رکعت نماز پڑھے خداوند تعالیٰ اس کو منکر و نکیر کے سوال سے محفوظ رکھے گا اور اُس کے دشمنوں کو اس سے خوشنود کرے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

تیئسویں مجلس

عطائے خرقہ ورخصت:

۱۷ صفر ۶۵۶ھ کو حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی دعا گو (نظام الدین اولیاء) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب دوست شیخ محمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند روز ہانسی گزار کر واپس ہوا تھا' جب میں قدم بوسی کر کے بیٹھ گیا حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا' حضرت نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا نظام الدین بہت دیر کیوں کر دی میں نے سر جھکا کر عرض کیا حضرت بے شک جسم وہاں تھا مگر دل تو یہاں حاضر تھا حضرت نے فرمایا ٹھیک کہتے ہو ایسا ہی تھا ہمارا اشتیاق تم پر غالب تھا اور تمہارا دل کہتا تھا کہ پر لگ جائیں اور اڑ کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہر مرید کو نظام الدین جیسا بیٹا بننا چاہیے پھر مجھے فرمایا نظام الدین تم نے عقیدت بھر خط بھی تو لکھا تھا اور اس میں ایک رباعی بھی لکھی تھی جس کو میں نے یاد کر لیا ہے جب تمہاری یاد آئی تھی تو اسی رباعی کو پڑھتا تھا وہ رباعی واقعی بے نظیر ہے ذرا خود پڑھ کر سناؤ چنانچہ قدم بوس ہو کر میں نے یہ رباعی سنائی۔

زانگاہ کہ بندہ تو دانند مرا بر مردمک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتے فرمودہ است ورنہ کیم از کجا چہ دانند مرا

جب مجھے تیرا بندہ مانتے ہیں تو پھر مجھے آنکھ کی پلکوں پر بٹھاتے ہیں تیرے لطف عام نے یہ کرم کیا ورنہ میں کون ہوں کیا ہوں کون جانتا ہے مجھے۔ رباعی سنتے ہی حضرت بابا فرید پر رقت طاری ہو گئی اور چاشت سے دوپہر تک وجد و کیف میں رقصاں رہے جو ہوش میں آئے تو خرقہ خاص' عصا مصلی اور نعلین عطا فرما کر مجھے پہلو سے لگا لیا اور فرمایا نظام الدین عنقریب میں تمہیں رخصت کرنے والا ہوں ہو سکتا ہے میں پھر تمہیں نہ دیکھ سکوں اگرچہ آج

سے تمہیں اجازت ورخصت ہے لیکن چند دن رک جاؤ دیدار کو غنیمت جانو پھر آبدیدہ ہو کر حضرت بابا فرید نے یہ شعر پڑھا۔

دیدار دوستان موافق غنیمت است
چوں یا قبیم حیف بود گر رہا کنیم

ترجمہ: دوستوں کا دیدار کرنا مال غنیمت کے مطابق ہے اگر پا کر پھر چھوڑ دوں تو افسوس ہے

ماہ صفر کے اعمال:

بعد ازاں ماہ صفر کی نسبت گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا نہایت سخت اور گراں مہینہ ہے۔ کیوں کہ جب ماہ صفر آتا تھا تو رسول خدا (ﷺ) تنگ دل ہوتے تھے اور جب یہ نکل جاتا تھا تو آپ خوشی کرتے تھے اور حضور کا یہ تغیر ماہ صفر کی گرانی اور سختی کے باعث سے ہوتا تھا۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دی میں اُس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ مَنْ بَشَّرَفِیْ بُخُرُوجِ الصَّفَرِ اَنَا بَشَّرْتَهُ بِهٗ خُوْلَ الْجَنَّةِ۔

پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ ہر سال دس لاکھ اسی ہزار بلائیں آسمان سے بھیجتا ہے جن سے خاص اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار نازل ہوتی ہیں۔ اس مہینے میں دعا اور عبادت کے اندر مشغول رہنا چاہیے تا کہ بلا سے کچھ نقصان نہ پہنچے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے جو شخص چاہے کہ ماہ صفر کی بلاؤں سے محفوظ رہے۔ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم . اعوذ باللہ من شر ھذا الزمان واستعیدہ من شرود الازمان انی اعوز بجلال وجھک و کمال قدرتک ان تجیر نی من فتنہ ھذہ السنۃ وقنا شرما قضیت فیھا واکرمنی بالفقر باکرم النظر واختمہ بالسلامۃ والسعادۃ لاھلی واولیائی واوقربائی وجمیع امۃ

محمدن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم۔

بعدازاں فرمایا کہ ماہ صفر کی پہلی شب میں کل مسلمانوں کی حفاظت کے واسطے عشاء کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ پہلی میں فاتحہ کے بعد **قل یا ایھا الکفرون** پندرہ بار اور دوسری فاتحہ کے بعد اخلاص گیارہ بار اور تیسری میں **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس** پندرہ بار۔ پھر سلام کے بعد کئی بار **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن** پڑھ کر اس کے بعد ستر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ چونکہ یہ نماز قبل از وقت پڑھی جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ اُن تمام بلاؤں سے جو اس روز نازل ہوں گی محفوظ رکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے شرح شیخ الاسلام معین الدین چشتیؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ ماہ صفر کے آخری روز تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں یہ دن سب دنوں سے زیادہ سخت ہے۔ اس واسطے آخری چہار شنبے کو چار رکعت نماز ادا کرے خداوند تعالیٰ اُس کو تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور سال آئندہ تک کوئی بلا اس کے پاس نہ آئے گی۔ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم یَا شَدِیْدَ الْقُوٰی وَیَا شَدِیْدَ الْمِحَالِ یَا مُفَضِّلُ یَا مُکْرِمُ یَالَآاِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ یَآاَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

پھر فرمایا جو لوگ بلا میں مبتلا ہوئے ہیں وہ اسی ماہ صفر میں ہوئے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی ماہ صفر میں گیہوں کھایا تھا جو بہشت سے نکالے گئے اور ایک خطا کے سبب تین سو برس روتے رہے۔ تمام گوشت پوست اُن کا گل کر جھڑ گیا تھا۔ تب حکم ہوا کہ توبہ کرو میں قبول کروں گا۔ غرضیکہ یہ ساری زحمت ماہ صفر ہی سے شروع ہوئی تھی۔

پھر اسی کے مناسب فرمایا کہ وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک واقعہ قابیل اور ہابیل دونوں بھائیوں نے ماہ صفر میں حضرت آدم علیہ السلام سے شکار کی اجازت چاہی۔ حضرت آدمؑ نے اُن کو منع کیا کہ ماہ صفر میں باہر نہ جاؤ۔ مگر انہوں نے حضرت کا کہنا نہ سنا۔ الغرض جب یہ جنگل میں پہنچے تو دونوں بھائیوں میں کسی بات پر تکرار ہوئی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ پھر پشیمان ہوا کہ مجھ سے یہ کیا حرکت ہوئی۔ یہ خبر حضرت آدم علیہ

السلام کو پہنچی۔ حضرت آدمؑ کو بہت رنج ہوا۔ اُسی وقت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کی اے آدمؑ حکم الٰہی ہے کہ ہابیل کی اولاد سے تمام لوگ مسلمان ہونگے اور قابیل کہ اولاد سے تمام یہودی اور آتش پرست اور کافر ہوں گے کیونکہ اس نے ماہ صفر میں اپنے بھائی کو ہلاک کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اسی ماہ صفر میں طوفان کے اندر غرق اور ہلاک کی گئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفر کی پہلی تاریخ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور ماہ صفر ہی میں ایوب علیہ السلام کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہوئے تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام میں جس روز آرہ چلایا گیا ہے وہ بھی ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا۔ اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کے حلق پر جو چھری چلی ہے تو اسی ماہ صفر میں اور اسی ماہ صفر میں حضرت جرجلیس علیہ السلام کے سات ٹکڑے کئے گئے اور یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے چشم پُرآب کی اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ حضرت سلطان انبیاء کو جو زحمت لاحق ہوئی اور رحمت حق سے پیوست ہوئے تو یہی ماہ صفر تھا پھر فرمایا کہ اسی طرح تمام انبیاء پر جو بلائیں نازل ہوئیں ہیں اسی ماہ صفر میں ہوئی ہیں۔ یہ مہینہ بہت سخت ہے حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو کل مسلمانوں کو اس مہینے کی گرانی سے اپنی امان اور حفاظت میں رکھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

چوبیسویں مجلس

مجاہدہ سے متعلق

ستائیسویں ماہ مذکورہ ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔عزیزان اہل سلوک حاضر خدمت تھے۔چنانچہ شیخ برہان الدین تونسوی۔طھولاہوری۔شیخ جمال الدین ہانسوی علیہم الرحمۃ اور خاندان چشت کے چند صوفی آئے ہوئے تھے۔

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ اور مجاہدہ:

جب خواجہ بایزید رضی اللہ عنہ سے مجاہدہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ (حکایت) میں بیس سال تک عالم تفکر میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے کھڑا رہا۔اور اس بیس سال میں مجھے یاد نہیں کہ میں بیٹھا۔اٹھا یا سویا ہوں۔چنانچہ پاؤں میں سے خون بہہ نکلا۔اور پشت پھٹ گئی۔اس کے بعد دو سال اور عالم محو میں رہا ان دو سالوں میں نفس کو پیٹ بھر پانی نہ دیا۔ ہاں ہفتے یا مہینے بعد دو درم پانی دیتا۔اس کے بعد جب اپنا کام کمال کو پہنچا۔تو دس سال تک پھر پانی پیٹ بھر نہ دیا۔بعد ازاں نفس کو میٹھے انار کی خواہش ہوئی تو میں وعدے میں ٹالتا رہا۔ چنانچہ دس سال تک نفس یہی خواہش کرتا رہا اور فریاد کرتا رہا کہ تو مجھے اور کب تک مارے گا۔ میں نے کہا۔اپنے آخری دم تک۔اگر میں اپنا مجاہدہ بیان کروں تو تم میں سننے کی طاقت نہیں۔جو معاملات میں نے اپنے نفس سے کئے ہیں۔وہ صرف کہنے سے ٹھیک بیان نہیں ہو سکتے۔غرضیکہ جب ستر سال اسی طرح گزر گئے تو پھر حجاب درمیان سے اٹھ گیا۔ آواز آئی کہ اندر آجاؤ۔تو نے ہمارے کام میں کوئی کوتاہی یا کمی نہیں کی۔اب ہم پر واجب ہے کہ تجھ پر تجلی کریں۔جب یہ آواز سنی تو نعرہ مار کر جان یار کے حوالے کی۔

شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے جان دینے کی کیفیت یہی تھی۔پھر فرمایا کہ جو مجاہدہ کرتا ہے۔وہ مشاہدہ بھی کرتا ہے۔بعد ازاں یہ شعر بھی پڑھا۔

در کوئے عاشقاں چناں جان بدہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

ترجمہ: تیری گلی میں عاشق اس طرح اپنی جان سے گزر جاتے ہیں۔ وہاں ملک الموت رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔

مجاہدہ کسے کہتے ہیں:

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ فرمایا نفس کو بری حالت میں ترسا ترسا کر مارنا۔ یعنی جو اس کی خواہش ہو وہ اسے نہ دی جائے۔ جو اس کی آرزو ہو وہ پوری نہ کی جائے۔ بلکہ ترسایا جائے اور جس طاعت پر نفس راضی نہ ہو۔ وہی طاعت کرے۔

خواجہ یوسف کا مجاہدہ:

خواجہ یوسف چشتی قدس سرہ العزیز اپنے نفس کو کہا کرتے تھے کہ اے نفس! اگر تو آج رات میری بات مانے تو دو رکعت میں قرآن مجید ختم کرلوں۔ ایک روز نفس سے کہا۔ نہ مانا۔ دوسرے روز مناجات کی اور عہد کرلیا کہ بیس سال تک نفس کو پیٹ بھر پانی نہ دوں گا۔ اس رات کاہلی اس واسطے کی کہ نفس کو پیٹ بھر پانی دیا تھا۔

شاہ شجاع کرمانی:

شاہ شجاع کرمانی چالیس سال تک نہ سوئے۔ بعد ازاں ایک رات سوئے تو جمال الٰہی عزوجل کو خواب میں دیکھا۔ اس کے بعد جہاں جاتے خواب کے کپڑے ساتھ لے جاتے۔ اور سو جاتے کہ وہ دولت پھر نصیب ہو۔ غیب سے آواز آئی اے شاہ شجاع! وہ چالیس سال کی بیداری کا ثمرہ تھا جیسا پہلے کیا تھا۔ ویسا ہی کر۔ پھر تم کو یہ دولت نصیب ہوگی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے اشک بار ہو کر فرمایا۔ کہ جب خواجہ شاہ شجاع کرمانی کا آخری وقت نزدیک پہنچا تو جس روز آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ اس روز ہزار رکعت نماز

واداکی اور مصلے پر سو گئے اور جمال ذوالجلال کا دوبارہ دیدار ہوا۔ کہ شاہ شجاع! ابھی آنا چاہتے ہو یا کچھ دن ٹھہرنا چاہتے ہو؟ عرض کی۔ یاالٰہی! اب رہنے کی جگہ نہیں میں آنا چاہتا ہوں اسی اثناء میں آنکھ کھلی تو وضو کر کے دوگانہ ادا کیا عشاء کا وقت تھا۔ سر سجدے میں رکھ کر جان دے دی۔ شیخ الاسلام نعرہ مار کر۔ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند
کانجا ملک الموت نہ نگنجد ہرگز

حضرت بایزید بسطامیؒ کا مجاہدہ:

بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ اپنے مجاہدہ کے متعلق کوئی بات سناؤ! فرمایا۔ اگر میں اپنے مجاہدہ کے بارے میں سب کچھ سناؤں تو سن نہیں سکو گے۔ البتہ جو معاملہ میں نے نفس سے کیا ہے اس میں سے تھوڑا سا سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک رات نفس کو میں نے عبادت کے لئے کہا تو اس نے سستی کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس روز عادت سے زیادہ کھجوریں کھا گیا تھا۔ مختصر یہ کہ نفس نے کہنا نہ مانا جب دن ہوا تو میں نے عہد کر لیا کہ میں کچھ مدت کھجوریں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ پندرہ سال تک نفس کو کچھ نہ دیا۔ اور آرزو ہی میں رہا۔ بعد ازاں نفس نے کہا کہ جو کچھ تو فرمائے میں بجالاؤں گا! اس وقت میں نے کھجور اسے دی تو فرمانبردار ہو گیا۔ جو کچھ اسے کہتا بجالاتا بلکہ اس سے زیادہ کرتا۔

حضرت ذوالنونؒ کا مجاہدہ:

خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کو لوگوں نے پوچھا کہ مجاہدہ میں آپ نے کہاں تک ترقی کی ہے؟ فرمایا یہاں تک کہ دو دو تین سال تک نفس کو پانی نہ دیتا۔ دس سال گزر گئے ہیں کبھی نفس کو پیٹ بھر پانی نہیں دیا۔ اور رات کو جب تک دو مرتبہ قرآن شریف ختم نہیں کر لیتا اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا۔

خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا کہ خواجہ صاحب ایک روز معہ اصحاب

بیٹھے تھے۔ اور اولیاء کے وصال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں ایک خوبصورت نوجوان سبز پوش سیب لے آیا۔ اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب کو دیا خواجہ صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سیب لیا اور مسکرا کر فرمایا کہ تم چلے جاؤ! جب وہ چلا گیا تو لوگوں کو بھی رخصت کیا کچھ دیر بعد قبلہ کی جانب منہ کر کے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ جونہی قرآن مجید ختم کیا اس سیب کو سونگھا اور جان دے دی اس کے بعد آپ کا جنازہ مسجد کے پاس لایا گیا تا کہ نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ اسی وقت اذان ہو رہی تھی۔ جب موذن اشھدان لا الہ الا اللہ پر پہنچا۔ تو خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکال کر انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا۔ اشھدان محمد رسول اللہ انگشت مبارک کھڑی رہی لوگوں نے بہت زور لگایا کسی طرح نیچے ہو لیکن نہ ہو سکی۔ آواز آئی کہ جس انگلی کو ذوالنون نے حضرت محمد (ﷺ) کے نام پر کھڑا کیا ہے جب تک سرکار (ﷺ) کا دست مبارک نہ پکڑ لے گی نیچے نہ ہو گی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام اشکبار ہو گئے اور یہ شعر پڑھا۔

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند
کانجا ملک الموت نہ نگنجد ہرگز

خواجہ سہل تستری کا واقعہ:

جب خواجہ سہل تستری بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے۔ تو جنازہ باہر لایا گیا یہودیوں کے گروہ کا سردار جو نہایت منکر تھے۔ ننگے پاؤں جنازے کے نزدیک آیا اور کہا۔ جنازہ نیچے اتارو تا کہ میں مسلمان بنوں۔ جب جنازہ نیچے اتار گیا تو وہ یہودی خواجہ صاحب کے پاس کھڑا ہوا اور عرض کی کہ خواجہ صاحب! مجھے تلقین کلمہ فرمائیں تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں وہ سردار معہ یہودیوں کے آیا تھا۔ یہ سن کر خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکالا اور آنکھ کھول کر فرمایا۔ اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد عبدہ ورسولہ کہو۔ جونہی اس نے کہا۔ پھر کفن میں ہاتھ کر لیا اور آنکھ بند کر لی۔ یہودی مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے اس سے وجہ پوچھی تو کہا جس وقت تم جنازہ لئے باہر آرہے تھے۔ میں نے آسمان کی

طرف دیکھا تو سخت آواز سنی میں نے کہا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ جب دوسری طرف آسمان کی طرف دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ آسمان کے سارے فرشتے نوری طبق ہاتھوں میں لئے گروہ در گروہ نیچے آرہے ہیں اور خواجہ سہل بن عبداللہ تستری کے جنازے پر نثار کر رہے ہیں۔ میں اس وجہ سے مسلمان ہوا ہوں کہ کیونکہ دین محمدی (ﷺ) میں ایسے لوگ بھی ہیں۔

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند
کانجا ملک الموت نہ نگنجد ہرگز

عرش سر پر اُٹھانا:

ایک مرتبہ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ میں عرش سر پر اٹھائے جا رہا ہوں۔ جب دن ہوا تو سوچنے لگے۔ کہ یہ خواب کس کے آگے بیاں کروں؟ پھر خیال آیا کہ خواجہ بایزید کے سوا اور کون ہے۔ جو اس کی تعبیر کر سکے جب گیا تو دیکھا کہ کہرام بپا ہے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ کہرام کی وجہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ خواجہ بایزید علیہ الرحمۃ انتقال فرما گئے ہیں۔ شیخ علی نعرہ مارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب جنازے کے قریب آئے تو شہر سے باہر نکل چکا تھا۔ اور خلقت عام تھی۔ آپ بھیڑ کو چیرتے ہوئے جنازے کے پاس آپہنچے اور جنازہ سر پر اٹھایا عرض کی یا خواجہ بایزید! میں تو خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا فرمایا اے علی! جو خواب تو نے دیکھا تھا اس کی تعبیر یہی ہے۔ یہی بایزید کا جنازہ عرش خدا ہے۔ جو تو سر پر اٹھائے جا رہا ہے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں تیس سال عالم مجاہدہ میں رہا۔ مجھے دن رات کی کوئی خبر نہ تھی۔ البتہ نماز کے وقت نماز ادا کر لیا کرتا تھا۔ اور پھر اسی عالم میں مشغول ہو جاتا۔

حضرت مودود چشتیؒ کا واقعہ:

جس روز خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ العزیز نے انتقال فرمایا۔ اس روز آپ کا جسم مبارک لاغر ہو گیا تھا۔ معہ اصحاب بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص ریشمی کاغذ

ہاتھ میں لئے حاضر خدمت ہوا۔ اور سلام کہہ کر کاغذ دکھایا۔ جونہی خواجہ صاحب نے اس پر بسم اللہ لکھا دیکھا۔ فی الفور انتقال فرما گئے۔ شور برپا ہوا کہ خواجہ صاحب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ الغرض غسل دے کر جنازہ تیار کیا کسی کی مجال نہ تھی کہ اٹھائے سب حیران تھے دیر بعد آواز آئی تو خلقت نے نماز ادا کی۔ جب چاہا کہ جنازہ اٹھائیں تو حکم الٰہی سے خود بخود ہوا میں آگے آگے روانہ ہوا۔ اور خلقت پیچھے پیچھے جتنے بے دین تھے سب آکر مسلمان ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کس سبب سے تم مسلمان ہوئے کہا۔ ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب کا جنازہ فرشتے اٹھائے لئے جا رہے ہیں۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی تو نعرہ مار کر گر پڑے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند
کانجا ملک الموت نہ نگنجد ہرگز

اسی اثناء میں موذن نے اذان دی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

☆☆☆

پچیسویں مجلس

۲ ربیع الاوّل ۶۵۶ھ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس بندے کو خلعت خاص سے مشرف فرمایا۔ اور اہل صفہ عزیز حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین! تم کو ہم نے ہندوستان کی ولایت دی اور صاحب سجادہ کیا۔ جونہی یہ فرمایا مجھے دوبارہ قدم بوسی کا حکم ہوا۔ اے جہانگیر عالم! سر اٹھا آپ نے شیخ قطب الدین کی جو دستار سر پر رکھی ہوئی تھی۔ عنایت فرمائی اور عصاء دیا۔ اور خرقہ اپنے ہاتھ سے پہنایا اور فرمایا دوگانہ ادا کر جب میں رو بہ قبلہ ہوا تو ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف کر کے فرمایا کہ تجھے خدا کو سونپا۔

یہ سب کچھ میں تجھے دیتا ہوں۔ اس واسطے کہ تو آخری وقت میرے پاس نہیں ہوگا۔ فرمایا کہ میں بھی اپنے شیخ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت حاضر نہیں تھا۔ اس وقت میں ہانسی میں تھا۔ پھر شیخ بدر الدین اسحٰق کو حکم ہوا کہ مثال لے کر چلو! جب میں نے مثال کی تو میرا سر بغل میں لے کر فرمایا کہ تجھے خدا رسیدہ کیا۔ پھر فرمایا کہ شیخ جمال الدین کو نہ دیکھا پھر فرمایا کہ آج رسول (ﷺ) کا عرس ہے۔ آج ٹھہرو! کل چلے جانا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کفایہ میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت سے لکھا ہے کہ سرکار رسالت (ﷺ) نے دوسری ماہ ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ دوسرا روز معجزے کے لئے رکھا تھا۔ سرکار (ﷺ) کے وجود مبارک سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔ گویا سارے جہان کے عطریات وجود مبارک میں سمائے ہوئے ہیں۔ شکل وصورت میں ذرہ بھر تفاوت نہ تھا۔ جیسی زندگی کی حالت میں تھی ایسی ہی وفات کے بعد اُسی روز کئی یہودی کافر مسلمان ہوئے دس روز تک آپ کا وجود مبارک رکھا گیا یہ صرف معجزے کے لئے تھا۔ سرکار (ﷺ) کے نو ہجرے تھے جب نو ہجرے ہو چکے۔ تو دسویں روز امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طعام دیا۔ چنانچہ سارے اہل مدینہ نے کھایا۔ جب بارھواں دن ہوا شہرت پائی۔ اسی لیے مسلمان بارہویں کو عرس کرتے ہیں۔ اور کہتے

ہیں کہ سرکار رسالت (ﷺ) کا عرس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آقائے دوعالم (ﷺ) کا عرس مبارک بارھویں تاریخ کو ہوتا ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق سرکار (ﷺ) کا وصال دوسری ربیع الاول کو ہوا۔ (بعض روایتوں کے مطابق نو ربیع الاول کو اور بعض کے مطابق دو ربیع الاول کو صحیح بارہ ربیع الاول ہے)۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب تکلیف حد سے زیادہ ہوگئی۔ تو دائی کائنات (ﷺ) تین روز تک مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ تیسرے روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ (ﷺ) کے حجرے کے دروازے پر آئے آواز دی۔ **الصلوۃ یا رسول اللہ** سرکار (ﷺ) اُٹھے اور فرمایا۔ بلال کو کہو! کہ ابوبکر اور عمر آئیں تاکہ مجھے مسجد میں لے جائیں۔ ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کیا۔ یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام نعرہ مارنے لگے۔ قریب تھا کہ صحابہ کرام کا زہرہ آب آب ہوجائے۔ الغرض رسول اللہ (ﷺ) واپس حجرے میں تشریف لائے۔ اور سیاہ گدڑی لے کر لیٹ گئے۔ اتنے میں ایک اعرابی نے دروازے پر دستک دی جس سے در و دیوار کانپ اٹھے۔ فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہ باہر نکلیں اور فرمایا کہ اس وقت موقع نہیں ہر چند معذرت کی۔ لیکن اس نے ایک نہ سنی یہ بات سرکار (ﷺ) نے بھی سنی۔

فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے جان پدر! اعرابی نہیں بلکہ یہ وہ ہے کہ اگر دروازہ بھی بند کردو گی تو یہ دیوار کی راہ اندر آجائے گا اگر دیوار بند کردو گی تو یہ سوراخ کی راہ آجائے گا۔ یہ بچوں کو یتیم کرتا ہے یہ تیرے والد ہی کی عزت ہے کہ اجازت طلب کرتا ہے۔ اسے کہو کہ اندر آجائے۔ یہ حکما آیا ہے۔ حجرے سے نعرہ اٹھا۔۔ کہ ملک الموت آیا ہے آداب بجالایا بیٹھنے کا حکم ہوا ہے۔ اور نیز یہ فرمائیں کہ جان قبض کروں؟ یا واپس چلا جاؤں؟ فرمایا ذرا صبر کرو؟ جبرئیل کو آلینے دو اسی وقت جبرئیل علیہ السلام نے آکر پوچھا یارسول اللہ (ﷺ) کیا حالت ہے؟ اور عرض کی۔ یارسول اللہ (ﷺ) آسمانوں کے فرشتے نور کے تھال ہاتھوں میں لئے جناب کی جان پاک کے منتظر ہیں۔ اور جنت اور آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اور انبیاء کرام کی ارواح منتظر ہیں۔ جنتی حوریں دیدار کی

منتظر ہیں۔ رضوان نے جنت آراستہ کر رکھی ہے۔ تاکہ آپ تشریف لائیں۔ فرمایا۔ یہ نہیں پوچھا یہ کہو کہ میرے انتقال کے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا؟ عرض کی مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں فرمایا۔ میرا مقصد بھی یہی تھا۔

اس کے بعد ملک الموت کو فرمایا کہ اب اپنا کام شروع کرو! جونہی ملک الموت نے پائے مبارک کے تلوے پر ہاتھ رکھا۔ پاؤں پھٹ گیا۔ ہاتھ اندر ڈال کر جان قبض کر لی۔ پانی کا بھرا ہوا پیالہ سرکار (ﷺ) کے پاس پڑا تھا۔ اس وقت دست مبارک اس سے تر کر کے سینے پر پھیرتے تھے۔ اور فرماتے تھے اللھم ھون سکرات الموت اے پروردگار! موت کی تلخی کو آسان کر۔ جب وقت بالکل قریب آ گیا۔ تو سرکار (ﷺ) لب مبارک ہلاتے تھے۔ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کان لگا کر سنا۔ تو فرما رہے تھے کہ پروردگار! محمد (ﷺ) کی جان دینے کی حرمت سے میری امتوں پر رحم فرما آخری وقت تک یہی فرما رہے تھے۔

جب شیخ الاسلام یہ ختم کر چکے۔ تو تمام حاضرین مجلس سے نعرہ اٹھا۔ اور شیخ السلام بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ جس کی خاطر تمام مخلوقات پیدا کی گئی اور جس کی دوستی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنی سلطنت ظاہر کی اسے جہان سے اٹھا لیا گیا تو ہم تم کس گنتی میں ہیں۔ پس ہمیں بھی مردہ ہی خیال کرنا چاہیے اور غفلت اور گفتگو میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ قیامت کے دن شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

جب شیخ الاسلام یہ ختم کر چکے تو شمس دبیر آداب بجا لایا۔ اور عرض کیا کہ خواجہ نظامی کی نظم یاد ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو پڑھوں؟ فرمایا۔ پڑھ! جب نظم پڑھی۔ تو شیخ الاسلام میں جان سی آ گئی ایک پہر تک یہی حالت رہی۔ اس روز خاص بارانی شمس دبیر را عنایت ہوئی۔

نظم کے بعد تلاوت میں مشغول ہوئے۔ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ پھر ساری زندگی کسی سے مشغول نہ ہوئے۔ صرف یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ واللہ اعلم نظم جو شمس دبیر نے پڑھی یہ ہے:

نظم

جہاں چیست بگذرز نیرنگ او
رہائے بچنگ آراز چنگ او
جہان کیا ہے اس کی نیرنگی سے گذر جا
اس کے جال سے چنگ بجاتے ہوئے آزاد ہو جا
مقیمے نہ بینی دریں باغ کس
تماشا کند ہر یکے یک نفس
اس باغ میں کسی کو ہمیشہ تو مقیم نہ دیکھے گا
ہر شخص ایک لمحہ تماشا کر کے چلا جاتا ہے
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست
کہ کیسہ بُر مرد کا نہ نیست
اس کے چاروں جانب کوئی بیگانہ نہیں
کہ جب سنبھالنے والا خود آگاہ نہیں
درد ہر دمے نو برے سد
یکے میر و دو دیگرے میر سد
ہر گھڑی نیا درد پہنچتا ہے
ایک آتا ہے اور ایک جاتا ہے
جہاں گرچہ آرام گاہے خوش است
شتا بندہ رانعل در آتش است
یہ جہان اگرچہ اچھی آرام گاہ ہے
مگر سردیوں میں پاؤں آگ میں ہوتے ہیں
دو درد ایں باغ آراستہ

دردبند ایں ہر دوبر خاستہ
اس آراستہ باغ کے دو دروازے ہیں
دونوں دروازے بند کرکے اٹھ جا
در آ از درے باغ بنگر تمام
زدیگر در باغ بیروں خرام
ایک دروازے سے آکر سارا باغ دیکھ
اور دوسرے دروازے سے ٹہلتے ہوئے نکل جا
اگر زیر کی با گلے خومگیر
کہ باشد بجاماند نش ناگزیر
اگر عقلمند ہے تو کسی پھول سے محبت نہ کر
کیونکہ اس کا ایک حالت میں رہنا ناممکن ہے
دریں دم کہ داری بشادی بسیچ
کہ آیندہ درزیر ہیچست ویچ
جو وقت ملا ہے خوشی سے گذار
کہ آئندہ تو نیچے ہی نیچے رہنا ہے
یکے رادر آرد بہ ہنگامہ تیز
دگر اژہنگامہ گوید کہ خیز
ایک کو تو وہ تیزی سے اس ہنگامہ میں لاتا ہے
اوردوسرے سے کہتا ہے اس ہنگامے سے اٹھ جا
نظامی سبک بار یاراں شدند
تو ماندی بہ غم غمگسار ان شدند

نظامی ہلکے بوجھ والوں سے دوستی رکھتا ہے کیونکہ تو عاجز ہوکر غمگساروں میں پھنس گیا ہے۔

تمت بالخیر

کتابیات

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے دوران گفتگو جن کتب کے حوالے دیئے ہیں یا جن کتب میں مرقوم واقعات و اور ادار شاد فرمائے ہیں ان کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) عمدۃ الابرار۔ از شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ

(۲) تحفۃ العارفین از ابو دبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) تفسیر زاہدی از برہان الدین زاہد

(۴) عمدہ از حضر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) سلک سلوک ز بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

(۶) قوت القلوب از شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) عوارف المعارف از شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

(۸) تنبیہ الغافلین از ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

(۹) روضہ منورہ از بوالحسن زندوسی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) کفایہ از قاضی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) اسرار العارفین از یحیٰی معاذ ازازی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) شرح الاسرار از خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) کتاب التواریخ از قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۴) راحۃ الارواح از قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵) شرح شیخ الاسلام خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۶) اوراد۔ بیاض) خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۷) اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸) اوراد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹) مشارق الانوار (کتاب حدیث)

(۲۰) حدائق (۲۱) مفصل

(۲۲) مطول (۲۳) ابرار الاونیاء

(۲۴) آثار اولیاء (۲۵) آثار اولیاء

(۲۶) شرح اولیاء (۲۷) آثار العارفین

(۲۸) سیر العارفین (۲۹) اسرار تابعین

(۳۰) آثار تابعین (۳۱) آثار مشائخ

(۳۲) شرح مشائخ (۳۳) شرح علماء

(۳۴) فتاوی کبریٰ (۳۵) فتاوی ظہیری

(۳۶) تفسیر کتاب

☆☆☆

(اُردو ترجمہ)

کلام

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و ترجمہ

محمد محسن

ادارہ پیغام القرآن

40۔ اُردو بازار لاہور

(1)

جت دہاڑے دھن وری، ساہے لئے لکھائے
ملک جو کنیں سُنیندا، مونہہ دکھا لے آئے

مشکل الفاظ کے معانی:

جت: جس۔ دہاڑے: دن۔ دھن: عورت، بمعنی روح۔ وری: بیاہی گئی۔ ساہے: شادی کی تاریخ۔ ملک: فرشتہ عزرائیل۔ کنیں: کانوں سے۔

ترجمہ: جس روز انسانی جسم میں روح انسانی داخل ہوئی۔ اسی روز اُس کی عمر مقرر کردی گئی۔ یعنی جس دن روح انسانی اور قالب کا باہمی ملاپ ہوا تھا اُسی دن سے رخصتی کا دن لکھ دیا گیا۔ اس واسطے عزرائیل منہ دکھائے گا یعنی انسان کا آخری وقت آجائے گا۔

جند نمانی کڈھیے ہڈاں کُوں کڑکائے
ساہے لکھے نہ چلنی، جندو کُوں سمجھائے

مشکل الفاظ کے معنی:

جند: زندگی۔ جان۔ نمانی: عاجز، مسکین۔ کُوں: کو۔ کڑکائے: توڑے مروڑے۔ چلنی: پیش جانا۔ جندو: جان۔

ترجمہ: جب ملک الموت آئے گا تو جان قبض کرے گا وہ ہڈیوں کو توڑے مروڑے گا۔ انسان کے جتنے سانس لکھے گئے ہیں اُس سے زیادہ نہیں ہو سکتے اُس وقت کوئی پیش نہیں جائے گی۔ اے انسان اپنی جان کو بچا۔

جند وَوہٹی، مرن ور، لے جاسی پرنائے
آپن ہتھیں جُول کے، کیں گل لگے دھائے

مشکل الفاظ کے معانی:

مرن: موت۔ ور: دولہا۔ پرنا: بیاہ کر۔ آپن: اپنے۔ جُول: رخصت کرکے۔ کیں: کس کے

لئے۔دھائے: بھاگ کر۔

ترجمہ: انسانی زندگی ایک دلہن کی طرح ہے اور موت اس دلہن کا دولہا ہے۔وہ اُس کو بیاہ کر لے جائے گا اپنی جان کو موت کے حوالے کر کے اب کس کے پاس جاؤ گے کس کے گلے لگو گے اب تو ہر حالت اس دنیا سے جانا ہی ہے اس دنیا کو چھوڑنا تیرا مقدر ہے۔

والوں نِکی پُل صراط' کنّیں نہ سُنی آئے
فریدا کِوی پوندی اِیٔ کھڑا نہ آپ مُہائے

مشکل الفاظ کے معانی:

کِوی: آواز' پکار۔مُہاء: لٹا' موہ' لالچ۔

ترجمہ: خدا کا راستہ (پل صراط) بال سے زیادہ باریک ہے۔کیا تیرے کان کو سنائی نہیں دیتا (جس کی مثل کہیں کانوں نے پہلے سن نہ پائی ہوگی۔) اے فرید دمادم یہ ہی کان پڑی آوازیں آتی ہیں۔اب کھڑا رہ کر پریشان نہ ہو (پل سے پار گزر جانے کا کوئی طریقہ سوچ) دوسرا ترجمہ یوں بھی ہے کہ آواز آرہی ہے کہ دنیا حرص و ہوا کا جال ہے اس میں نہ پھنس۔

(2)

فریدا دَر درویشی گاکھڑی' چلاّں دنیٖ بھت
بنھ اُٹھائی پوٹلی' کتھے ونجاں گھت

مشکل الفاظ کے معانی:

دَر: دروازہ۔درویشی: فقیری۔گاکھڑی: مشکل۔بھت: طریقہ۔پوٹلی: گٹھری۔ونجاں: جاؤں۔گھت: پھینک کر۔

ترجمہ: اے فرید! درویشی کے دروازے تک پہنچنا اور درویشی کی منزل کا حصول بہت مشکل ہے۔کیوں نہ میں اس جستجو سے باز آ کر دنیا والوں ہی کے طور طریقے اپنا لوں! مگر وضع داری کی یہ گٹھری جو میں نے باندھ کر اپنے سر پر اُٹھا رکھی ہے، اسے کہاں پھینکوں اور اسے پھینک کر جاؤں تو کہاں جاؤں!

(3)

کُجھ نہ بُجھے' کُجھ نہ سُجھے' دنیا گُجھی بھاہ

سائیں میرے چنگا کیتا' نہیں تاں' ہَبھی وجھاں آہ

مشکل الفاظ کے معانی:

کجھ: کچھ۔ بجھے: بجھائی دے' نظر آئے۔ گجھی: پوشیدہ۔ بھاہ: آگ۔ سائیں: مالک' خدا۔ چنگا: اچھا۔ وجھاں آ: جل جاتا۔ ہبھی: میں بھی' ہوں بھی۔

ترجمہ: درویشی کی منزل کو یہاں انسانیت کی منزل اور گراں قدر ذمہ داری سمجھا جا سکتا ہے۔ مجھے نہ تو کچھ سمجھ آتا ہے اور نہ کچھ نظر آتا ہے بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اپنی تمام ظاہری خوبصورتی اور دلکشی میں ایک پوشیدہ آگ ہے اور اس آگ سے دور رہنا ہی اچھا ہے میرے اللہ نے میرے حال پر کرم کیا کہ مجھے اس سے بچالیا ورنہ میں تو اس آگ میں جل کر بھسم ہو جاتا۔

(4)

فریدا جے جانا تِل تھوڑڑے' سنبھل بُک بھری

جے جانا شوہ نڈھڑا' تھوڑا مان کری

مشکل الفاظ کے معنی:

تِل: ایک جانا پہچانا بیج ہے، کھایا بھی جاتا ہے اور تیل بھی نکالا جاتا ہے۔ سنبھل: سنبھل کر۔ سوچ بچار۔ شوہ: مالک' خدا۔ نڈھڑا: چھوٹا۔ مان: غرور' تکبر۔

ترجمہ: بابا جی فرماتے ہیں اے فرید! اگر میں جانتا کہ تل تھوڑے ہیں تو احتیاط کے ساتھ ان سے مٹھی بھرتا اگر میں یہ جانتا کہ میرا مالک طفلانہ مزاج رکھتا ہے یعنی بے پرواہ ہے تو میں اپنے اعمال پر اتنا زیادہ اعتماد نہ کرتا۔ کہ نجات کا انحصار عملوں پر نہیں ہے۔ خدا بے پرواہ ہے وہ گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے اور عابدوں زاہدوں کو پکڑ سکتا ہے۔

(5)

جے جانا لڑ چھجنا' پیڈی پائیں گنڈھ
تیں جے وڈ میں نہ کوٗ سبھ جگ ڈٹھا ہنڈھ

مشکل الفاظ کے معانی:

لڑ: دامن۔ چھجنا: پھٹا پرانا۔ پیڈی: مضبوط' پکی۔ وڈ: وڈا' بڑا۔ گنڈھ: گرہ۔ میں نہ کو: میرے لئے کوئی نہیں۔ ڈٹھا: دیکھا۔ ہنڈھ: جل بھر کر۔ تجربہ کر کے۔

اگر میں جانتا کہ جس کپڑے سے پیار کا بندھ باندھ رہا ہوں وہ کمزور ہے تو میں پورا زور لگا کر گانٹھ مضبوط کر لیتا تا کہ ٹوٹنے نہ پائے کیونکہ میں نے زندگی بھر کے تجربات کے بعد یہ بات سمجھی ہے کہ تیرا ہمسر کوئی ہے ہی نہیں' تیرے جیسے بے مثال کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا عزم پختہ اور واسطہ مضبوط ہونا چاہیے۔

(6)

فریدا جے توں عقل لطیف' کالے لکھ نہ لیکھ
آپنے گریوان میں' سر نیواں کر دیکھ

مشکل الفاظ کے معانی:

عقل لطیف: ایسی عقل جو باریک بین ہو یا لطیف حقیقتوں سے آگاہ ہو۔ لیکھ: قسمت۔ کالے لیکھ: سیاہ اعمال نامے۔ گریوان: گریبان۔ سر نیواں: سر جھکانا۔

ترجمہ: اے فرید! اگر تو عقل لطیف یعنی باریک بین عقل کا مالک ہے تو اپنا نامہء اعمال سیاہ نہ کر۔ اپنا نامہ اعمال برے کاموں سے سیاہ کرتے رہنے کی بجائے تجھے اپنے گریبان میں سر ڈال کر دیکھنا اور سوچنا چاہیے کہ تو اس دنیا میں آ کر کیا کر رہا ہے اور تجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔

(7)

فرید جو تیں مارن مُکیاں' تنہاں نہ ماریں گھُم
آپنے گھر جائیے' پیر تنہاں دے چُم

مشکل الفاظ کے معانی:

تیں: تجھے۔ مکیاں: مکے۔ تنہاں: ان کو انہیں۔ گھم: لوٹ کے۔ چم: چوم کر بوسہ دے کر۔

ترجمہ: اے فرید! تجھے برائی کا بدلہ برائی اور زیادتی کا بدلہ زیادتی سے نہیں دینا چاہیے بلکہ صبر اور تحمل سے کام لینا چاہیے۔ جو لوگ تجھے مکّے ماریں جواب میں تجھے بھی ان کے مکے نہیں مارنے چاہیے۔ اس کی بجائے تو اُن کے پاؤں چوم اور خاموشی سے اپنے گھر چلا جا کر حقیقی عظمت بدلہ لینے میں نہیں بلکہ بدلہ نہ لینے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جو لوگ درگزر اور صبر کرتے ہیں اور دوسروں کی خطائیں معاف کردیتے ہیں اُن کا اجر بہت بڑا ہے۔

(8)

فریدا جاں تُوں کھٹن ویل، تاں تُوں رتا دُنی سیوں

مرگ سوائی نینہہ، جاں بھریا تاں لدیا

مشکل کے الفاظ کے معانی:

تیرا ویل: وقت۔ کھٹن ویل: کمائی کا وقت۔ تاں: تب۔ رتا: رنگا ہوا۔ دنی: دنیا۔ سیوں: ساتھ۔ مرگ: موت۔ سوائی: پختہ ہوگئی، زیادہ، بڑھتی گئی: نینہہ: محبت۔ بھریا: بھر گیا۔ لدیا: فوت گیا۔ روانہ ہوگیا۔

ترجمہ: اے فرید! جب تیرا کمائی یعنی عبادت اور یادِ خدا کا وقت تھا، اس وقت تو تُو دنیا کے کاروبار میں مصروف رہا۔ پھر جب موت بالکل قریب آ گئی تو تیرا دھیان نیکی کی طرف ہوا مگر نیکی کمانے کا وقت تو گزر گیا، اب تو دنیا سے چلے جانے کا وقت ہے۔

(9)

دیکھ فریدا جو تھیا، داڑھی ہوئی بھُور

اگوں نیڑے آیا، پچھا رہ گیا دُور

مشکل الفاظ کے معانی:

تھیا: ہوا۔ بھور: سفید۔ بھوری۔ اگوں: اگلا جہان۔ نیڑے: قریب' نزدیک۔ پچھا: گزرا ہوا' جوانی۔

ترجمہ: اے فرید! یہ کیا ہوگیا ہے کہ تیری داڑھی سفید ہوگئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگلا وقت یعنی موت کا وقت نزدیک آگیا ہے اور پچھلا وقت یعنی جوانی کی زندگی کا وقت پیچھے بہت دور رہ گیا ہے۔ یعنی جب تیرا عبادت کا وقت تھا تب دنیا میں مصروف رہا' جب دنیا سے بُرہوا تو مرگیا۔

(10)

دِیکھ فریدا جو تھیا' شکر ہوئی وِس
سائیں باجھوں آپنے' وَیدن کہیے کِس

مشکل الفاظ کے معانی:

جو تھیا: جو ہوا۔ شکر: چینی۔ وس: زہر۔ سائیں: خدا' مالک' محبوب۔ باجھوں: بغیر' علاوہ۔ ویدن: دکھ درد' جدائی' بیماری۔

ترجمہ: اے فرید! کچھ یہ کیا ہوا ہے! تیری زندگی کی شکر زہر کی طرح تلخ ہوگئی ہے۔ درد نے تیری زندگی کی تمام شرینیوں کو تلخیوں میں بدل کر رکھ دیا ہے۔ اپنے اس دکھ درد کا حال ہم اپنے مالک اور پروردگار کے سوا کس سے کہہ سکتے ہیں۔ اس عالم میں سب اعضا بن کے کمزور ہوجاتے ہیں۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا ہے اور زہر کی طرح دکھ دیتا ہے۔

(11)

فریدا اَکھیں ویکھ پتیناں' سُن سُن رَینے کَن
ساکھ پکندی آئی آ' ہور کریندی وَنّ

مشکل الفاظ کے معانی:

پتیناں: بھر گئیں' رج گئیں۔ رینے: بہرے ہوگئے۔ ساکھ: فصل۔ پکندی: پک گئی۔ ہور:

اور مزید۔ ون: رنگ، شکل وصورت۔

ترجمہ: اے فرید! زندگی کے رنگ وصوت کے ہنگامے دیکھ دیکھ کر آنکھیں کمزور ہوگئیں اور سُن سُن کر کان بہرے ہوگئے۔ جسم کی فصل پکنے پر آگئی ہے اور اب وہ اور ہی رنگ بدل رہی ہے۔ وہی باتیں جو کبھی ہماری آنکھوں اور ہمارے کانوں کی بھلی لگتی تھیں اب دل کو ان سے بیزاری محسوس ہوتی ہے۔ شکل پہچانی تک نہیں جاتی لیکن اے انساں تو اپنے خدا سے غافل نہ ہو اور اس کے دیدار سے نا اُمید مت ہو۔

(12)

فریدا کالیں جنہیں نہ راویا، دھولیں راوے کوءِ
کرسائیں سیوں پرہڑی، رنگ نویلا ہوءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

کالیں: جب بال کالے تھے، مراد عالم جوانی۔ دھولیں راوے: بال سفید ہوگئے، مراد بڑھاپا۔ رادیا: یاد کیا۔ سائیں: مالک، شوہ۔ پرہڑی: محبت، پیار۔ نویلا: نیا۔

ترجمہ: اے فرید! جنہوں نے کالے بالوں کے وقت یعنی جوانی کے زمانے میں محبوب حقیقی کو راضی نہ کیا اور یاد خدا نہ کی، ان میں سے شاید ہی کوئی سفید بالوں کے وقت یعنی بڑھاپے میں یاد خدا کر کے محبوب حقیقی کو راضی کرے گا۔ اے بندے! تو اب رب سے محبت کر۔ اس سے جسم و جان ایک نئے رنگ سے رنگین ہو جاتے ہیں کہ اس سے بہتر اور کوئی رنگ نہیں ہو سکتا۔

(13)

فریدا کالیں دھولیں صاحب سدا ہے جے کوچت کرے
آپنا لایا پُر نہ لگی ای جے لوچے سبھ کوءِ
ایہہ پُرم پیالہ کھسم کا جے بھاوے تے دے

مشکل الفاظ کے معانی:

پرم: پیار محبت، لوچے چاہے، تمنا کرے۔ کھسم: مالک۔ جیں: جس کو۔ تیں: جس کو۔

بھاوے: پسند کرے۔

ترجمہ: دونوں شلوک یعنی کل ۲ مصرعے سوال و جواب کی شکل میں ہیں۔ اے فرید! عمر کالے بالوں کی ہو یا سفید بالوں کی' خدا سدا مہربان ہے بشرطیکہ کوئی سوچے اور غور کرے۔ یہ پریم یا عشق الٰہی اپنے ارادے سے نہیں کیا جاتا اگرچہ سبھی اس کے خواہش مند ہیں۔ یہ پریم پیالہ خدا کا اپنا ہے' وہ جسے چاہتا ہے' اسے یہ پیالہ دے دیتا ہے۔

(14)

فریدا جیں لوئیں جگ موہیا' سے لوئیں میں ڈِٹھ

کجل ریکھ نہ سہندیاں' سے پنکھی سوئے بٹھ

مشکل الفاظ کے معانی:

جن: جنہوں نے۔ لوئیں: آنکھیں۔ موہیا: موہ لیا۔ میں ڈٹھ: میں نے دیکھی ہیں۔ کجل: کاجل' سرمہ۔ ریکھ: سلائی پنکھی: پرندہ۔ سوئے: پیدا ہوئے' بچے دیئے۔ بٹھ: بیٹھ' بیٹھنا۔

ترجمہ: اے فرید! جن آنکھوں نے کبھی ایک دنیا کو فریفتہ کر رکھا تھا، انہی آنکھوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ جو کبھی سرمے کی سلائی یا دھاری نہ برداشت کر سکتی تھیں' مرنے کے بعد انہی آنکھوں کے حلقوں میں پرندوں نے بچے دے رکھے تھے۔

(15)

فریدا کوکیندیاں' چانگیندیاں متیں دیندیاں نت

جو شیطان ونجایا' سے کِت پھریں چِت

مشکل الفاظ کے معانی:

کوکیندیاں: آہ و بکا کرتی تھیں' پکارتی تھیں۔ چانگیندیاں: چیخیں مارتی ہوئیں۔ متیں دیندیاں نت: ہمیشہ نصیحتیں کرتی تھیں۔ ونجایا: برباد کیا۔ کت: کی طرح' کیسے چت: دل۔

ترجمہ: اے فرید! جس کو شیطان نے گمراہ کر رکھا ہو ہم اُسے چیخ چیخ کر اور بہ آواز بلند پکار پکار کر سمجھاتے اور عقل کی بات بتا کر خبردار کرتے رہے لیکن جسے شیطان یعنی اس کے نفس

امارہ نے ہی گمراہ کر رکھا ہو اس کے دل کو نفسانی خواہشات سے پھیر کر راہ راست پر کیسے لایا جائے؟ انہیں تو ان کے نفس کا شیطان صحیح راستے پر آنے ہی نہیں دیتا۔

(16)

فریدا تھیو پواہی دَبھ' جے سائیں لوڑیں سبھ

اِک چھجے' بیا لتاڑیے' تاں سائیں دے درواڑ یئے

مشکل الفاظ کے معانی:

تھیُو: ہو جا۔ پواہی: راست کی۔ دَبھ: نوکیلی گھاس۔ سائیں: رب کریم۔لوڑیں: چاہے' تلاش کرے۔ چھجے: ٹکڑے کرنا۔لتاڑنا: پاؤں کے نیچے مسلے جانے کا عمل۔ بیا: دوسرا۔در: دروازہ۔درواڑ: دروازے میں داخل کیا۔سبھ: سب چیزوں میں۔

ترجمہ: اے فرید! اگر خدا کو ہر شے میں دیکھنا چاہتے ہو تو راستے کی دبھ گھاس کی طرح ہو جاؤ۔ ایک اس دبھ کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے' دوسرا کرتا ہے' دوسرا اسے لتاڑتا ہے۔ ایک اس کو مسجد یا خدا کے گھر میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے مگر سب سے پہلے عاجزی اپنانا چاہیے۔ تو بھی یہی طریقہ اختیار کر تب تجھے یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے یعنی اگر تجھ کو خدا کے وصل کی ضرورت ہے تو راستہ کی گھاس کی طرح ہو جا تا کہ تجھے قربِ الٰہی حاصل ہو۔

(17)

فریدا خاک نہ نندیئے' خاکو جیڈ نہ کوءِ

جیوندیاں پیراں تلے' مویاں اُپّر ہوءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

خاک: مٹی۔نندنا: مذمت کرنا' برائی بیان کرنا۔جیڈ: جتنا' جیسا۔نہ کوء: کوئی نہیں۔مویاں: مرنے کے بعد۔اُپر: اوپر۔جیوندیاں: زندگی میں' جیتے جی۔ پیراں تلے: پاؤں کے نیچے۔

ترجمہ: اے فرید! مٹی کو بُرا نہیں کہنا چاہیے۔اس دنیا میں مٹی جیسی اور کوئی چیز نہیں۔یہ اسی مٹی کا وصف ہے کہ انسان کے جیتے جی وہ اس کے پیروں تلے ہوتی ہے مگر مسلسل پامالی ہوتے

رہنے کے باوجود کوئی شکایت نہیں کرتی اور جب انسان مر جاتا ہے تو یہی مٹی اس کو دامن میں چھپا لیتی ہے اور عیب ڈھانپتی ہے انسان مٹی کے نیچے آ جاتا ہے۔

(18)

فریدا جاں لُب تاں نینہہ کیا' لب تاں کُوڑا نینہہ
کچر جھٹ لنگھائے' چھپر ترٹے مینہہ

مشکل الفاظ کے معانی:

لُب: لوبھ' لالچ' نینہہ: محبت' پیار۔ کُوڑا: جُھوٹا۔ کچر: کب تک۔ جھٹ: وقت' وقت کا وہ مختصر وقفہ جس میں کوئی مشکل یا بحران آ پڑے۔ لنگھائے: گزار دینا۔

ترجمہ: اے فرید! جب عشق و محبت میں خلوص نہ ہو' طمع و حرص کی محبت ہو تو ایسی محبت جھوٹی اور ریاکارانہ ہوگی۔ اسے سچا عشق نہیں کہہ سکتے جس طرح ٹوٹے ہوئے چھپر کے نیچے کوئی شخص کھڑا ہو اور موسلا دھار بارش ہو رہی ہو۔ ایسی حالت میں وہ ٹوٹا ہوا چھپر کب تک ٹھہر سکتا ہے اور کب تک بارش سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ بابا فریدؒ عشق حقیقی اور نمائشی محبت کا فرق بتاتے ہوئے سمجھاتے ہیں کہ جس طرح ٹوٹا پھوٹا اور کمزور چھپر موسلا دھار بارش کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسی طرح نفسانی خواہشات میں گھرا ہوا انسان اللہ تعالیٰ سے سچی محبت پیدا کر کے دین و دنیا میں فلاح و بہبود حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر دو محبت کا جمع ہونا صفت متضاد ہے یعنی جب دنیا سے محبت ہے تو پھر خدا کی محبت مشکل ہے۔

(19)

فریدا جنگل کیا بھویں؟ ون کنڈا موڑیں
وسّی رب ہیا لئے' جنگل کیا ڈھونڈیں

مشکل الفاظ کے معانی:

بھویں: پھریں۔ وَن: ایک جنگلی درخت کا نام ہے۔ موڑیں: مسلتے ہوئے۔
وسّے: لیتا ہے۔ ڈھوڈیں: ڈھونڈتا۔ کنڈا: کانٹا۔ ہیا: دل۔ ہیا لے: دل میں۔

ترجمہ: اے فرید! یہ تم خدا کی تلاش میں جنگل جنگل کیا گھوم رہے ہو اور ون کے کانٹوں پر چل چل کر کیوں اپنے پاؤں زخمی کر رہے ہو؟ تو جس خدا کو یوں جنگلوں میں ڈھونڈ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہارے اپنے دل میں بستا ہے' تم اسے جنگل میں کیا ڈھونڈتے ہو!!

(20)

فریدا اِنہیں نِکّی جنگھیں تھل ڈُونگر بھویوم
اَج فریدے کُوجڑا سے کوہاں تھیویوم

مشکل الفاظ کے معانی:

اِنہیں نِکّی جنگھیں: انہی چھوٹی چھوٹی ٹانگوں سے۔ ڈونگر: پہاڑ۔ تھل: ریتلا میدان۔ بھویوم: میں گھومتا پھرتا رہا۔ کوجڑا: مٹی کا برتن' کوزہ' لوٹا۔ سے: سو۔ کوہاں: کوسوں۔ تھیوم: ہو گیا ہوں۔

ترجمہ: اے فرید! ایک زمانہ تھا جب تو انہی چھوٹی چھوٹی ٹانگوں سے ریگستانوں اور پہاڑوں پر گھوما پھرتا تھا۔ انسان غفلت میں سویا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے پہلو سلگتے رہتے ہیں لیکن وہ ان مقاصد سے غافل رہتا ہے جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ان لوگوں کی زندگی پر لعنت ہے جو خداوند کریم کے سوا کسی دوسرے سے امید لگائے ہوئے ہیں۔

(21)

فریدا راتیں وَڈیاں' دُھکھ دُھکھ اُٹھن پاس
دِھرگ تنہاں دا جیونا' جنہاں وڈانی آس

مشکل الفاظ کے معانی:

وڈیاں: طویل' لمبی۔ دُھکھ دُھکھ: سلگتی ہوئیں۔ پاس: پہلو' کروٹ۔ دھرگ (دھ رگ): یعنی افسوس۔ وڈائی: پرائی۔ آس: امید۔

ترجمہ: اے فرید! راتیں بڑی لمبی ہیں۔ اب وہی ٹانگیں مجھے گھر میں پڑے ہوئے کوزہ وضو تک بھی نہیں لے جا سکتیں۔

(22)

فریدا جے میں ہندا واریا' متاں آیڑیاں

ہیڑا جلے مجیٹھ جیوں' اُپر انگیاریاں

مشکل الفاظ کے معنی:

جے: اگر۔ ہندا: ہوتا۔ ورایا: قربان کیا۔ متاں: اے متر' آیڑیاں: اۓ ہوۓ۔ ہیڑا: دل' جسم۔ اُپر: اوپر۔ انگیاریاں: مجیٹھ: لکڑی کی ایک قسم۔

ترجمہ: حضرت بابا فریدؒ فرماتے ہیں اے آنے والے دوست مہمان اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتا۔ اگر میرے پاس کچھ خورد و نوش سامان موجود ہو اور میں اپنے آنے والے دوست کو اس سے محروم رکھوں تو میرا دل اس طرح جلے جس طرح مجیٹھ کی لکڑی آگ کے انگاروں پر جلتی ہے۔

(23)

فریدا لوڑے داکھ بجوڑیاں' ککّر بیجے جٹ

ہنڈھے اُنّ کتائیدا' بیدھا لوڑے پٹ

مشکل الفاظ کے معانی:

لوڑے: خواہش کرے۔ داکھ: انگور کی بیل۔ بجوڑیاں: بجوڑ کے علاقہ سے متعلق۔

ترجمہ: اے فرید! جٹ کیکر کی کاشت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُسے انگور جیسا نرم پھل ملے۔ یہ اسی طرح ہے کہ انسان ساری عمر اون کا تتا رہا اور جب نتائج برآمد ہونے کا وقت آیا ہے تو اُسے ریشمی لباس کی خواہش پیدا ہو۔ ایسے ہی جو لوگ اس دنیا میں برائیوں میں مبتلا رہ کر مرنے کے بعد جنت کی طلب میں ہوں تو ان سے بڑھ کر اور کون بیوقوف ہو سکتا ہے۔ اعمال کے مطابق ہی جزا اور سزا ملتی ہے۔ برے فعلوں کا بدلہ بُرا ہی ہوگا جیسا کوئی کرے گا ویسا ہی پائے گا۔

(24)

فریدا گلیں چکڑ دور گھر نال پیارے نینہہ

چلاں تاں بھجے کملی رہاں تاں ٹٹے نینہہ

مشکل الفاظ کے معانی:

گلیں: گلیوں میں۔ چکڑ: کیچڑ۔ نینہہ: محبت۔ کملی: چھوٹا کمبل۔ رہاں: اگر رک جاؤں۔ ٹٹے نینہہ: محبت ٹوٹ جائے گی۔

ترجمہ: اے فرید! گلیوں میں کیچڑ ہی کیچڑ ہے اور جس محبوب سے میں نے عہد وفا کر رکھا اس کا گھر بہت دور ہے۔ اگر اس وقت ان کی خدمت میں حاضر ہونے جاتا ہوں تو یہ کملی بھیگ جائے گی۔ اگر بارش اور بھیگنے کے اندیشہ سے ان کے پاس نہیں جاتا تو ان سے عہد وفا ٹوٹتا ہے، محبت ٹوٹ جاتی ہے۔

(25)

بھجو سجو کمبلی! اللہ ورسو مینہ

جاءِ مِلاں تنھاں سجناں ٹُٹو ناہیں نینہہ

مشکل الفاظ کے معانی:

بھجو: بھیگ جائے۔ سجو: خواہ سلجھ جائے۔ ورسو: برسے۔ جاملاں: جا کر مل لوں۔ تنھاں سجناں: اس محبوب کو۔ ٹُٹو ناہیں: ٹوٹ نہ جائے۔ نینہہ: پیار محبت۔

ترجمہ: اے میری کمبلی! تم اگر بارش سے بھیگتی ہو تو بھیگو اور بھیگتی چلی جاؤ اور اے اللہ اگر تم مینہ برساتے ہو تو برساؤ اور برساتے چلے جاؤ۔ مجھے اپنی کمبلی کے بھیگ جانے کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں اس ذرا سی بارش کے خوف سے اپنے مرشد کی فرمانبرداری اور اللہ کی خشنودی حاصل کرنے سے نہیں رک سکتا۔ میرا عزم پکا اور میری محبت صادق ہے۔ میں ضرور اپنے اس محبوب سے جا کر ملوں گا اور اپنے عہد وفا کو ٹوٹنے نہیں دوں گا۔

(26)

فریدا میں بھلاوہ پگ دا، مت میلی ہو جاءِ
گیہلا روح نہ جان ای، سر بھی مٹی کھاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

بھلاوا: بھولا ہوا۔ پگ: پگڑی۔ مت: شاید کہیں ایسا نہ ہو۔ گیہلا: غافل۔ جان ای: جانتا۔ مٹی: میل، گرد۔

ترجمہ: اے فرید! میں اس فکر میں کھویا ہوا تھا کہیں میری عزت اور شان کی پگڑی میلی نہ ہو جائے مگر اس غافل روح کو شاید خبر نہیں کہ پگڑی تو ایک طرف رہی، یہ سر ہی مٹی میں مل جانے والا ہے یعنی مرنے پر منوں مٹی کے نیچے دفن ہو جاتا ہے۔ اس واسطے دنیا کی زینت پر فخر کرنا سراسر لاحاصل ہے۔

(27)

فریدا شکرّ، کھنڈ، نِوات، گُڑ، ماکھیوّں، ماجھا دودھ
سبھے وستُو مٹھیاں، رب نہ پجن تدھ

مشکل الفاظ کے معانی:

شکر، کھنڈ: چینی۔ ماکھیو: شہد۔ ماجھا: بھینس کا۔ نوات: نبات، مصری، مشری۔ وستو: اشیا۔ پجن: پہنچنا۔ تدھ: تو۔

ترجمہ: مصری، شکر، کھانڈ، شہد اور بھینس کا دودھ بیشک یہ ساری چیزیں شیریں اور لذیذ ہیں مگر عشق الٰہی میں جو لذت اور محبوب حقیقی کی محبت میں جو شیرینی ہے وہ ان میں سے کسی چیز میں بھی نہیں یعنی یہ سب چیزیں میٹھی ہیں لیکن اُن کی مٹھاس اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس کو نہیں پہنچتی۔

(28)

فریدا روٹی میری کاٹھ دی، لاون میری بھکھ
جینہاں کھادی چوپڑی، گھنے سہن گے دُکھ

مشکل الفاظ کے معانی:

لاون: سالن۔ کاٹھ: لکڑی۔ کھادی: کھا گئے۔ چوپڑی: گھی سے چپڑی ہوئی۔ گھنے: زیادہ۔ سہن گے: برداشت کریں گے، اٹھائیں گے۔

ترجمہ: اے فرید! میری روٹی لکڑی کی ہے اور جو میں نے نفس کی ظاہری تسلی کے لیے گلے میں لٹکا رکھی ہے اور میری بھوک ہی اس کا سالن ہے۔ مجھے بھوک لگتی ہے تو میں اس لکڑی کی روٹی ہی پر منہ مار کر اپنی بھوک مٹا لیتا ہوں اور میرا گزارہ ہو جاتا ہے مگر اس دنیا میں جو لوگ چپڑی روٹیاں کھا رہے ہیں اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہے ہیں، انہیں آگے چل کر بہت عذاب سہنے پڑیں گے۔

(29)

رُکھی سُکھی کھاءِ کے، ٹھنڈا پانی پی
فریدا ویکھ پَرائی چوپڑی، نہ ترسائیں جی

مشکل الفاظ کے معانی:

رُکھی سُکھی: روکھی سوکھی۔ پرائی: کسی دوسرے کی، بیگانی۔

ترجمہ: اے فرید! تجھے جو روکھی سوکھی روٹی میسر آتی ہے، اسے کھا اور ٹھنڈا پانی پی کر اللہ کا شکر ادا کر۔ تجھے دوسروں کی چُپڑی روٹی دیکھ کر اپنے جی کو نہیں ترسانا چاہیے۔ تو اس روکھی سوکھی پر قناعت کرے گا ساری عمر سُکھی رہے گا اور دوسرے کی طرف دیکھ کر چپڑی روٹیوں کا لالچ کرے گا تو یہ لالچ تجھے ساری زندگی دُکھی رکھے گا۔

(30)

اَج نہ سُتّی کنت سیوں، انگ مُڑیں مُڑ جائیں
جاءِ پُچھو ڈوہاگنی، تم کیو رین وہائیں

مشکل الفاظ کے معانی:

سُتّی: سوئی ہوئی۔ کنت: خاوند۔ ڈوہاگنی: وہ عورت جس کا خاوند اُسے چھوڑ گیا ہو۔ کیو: کس

طرح۔ سیوں: کے ساتھ۔ انگ: جسم۔ رین: رات۔ وہائیں: گزاریں۔
ترجمہ: میں آج خاوند کے ساتھ نہیں سوئی جس کی وجہ سے میرے جسم کا ہر انگ ٹوٹ رہا ہے۔ ذرا اُس عورت سے پوچھو جس کا خاوند اُسے چھوڑ گیا ہے کہ اُس رات کیسے بسر ہوتی ہے۔

(31)

سوہرے ڈھوئی نہ لہیں پیئے ناہیں تھاؤں
پر واتڑی نہ پچھ ای دھن سہاگن ناؤں

مشکل الفاظ کے معانی:

سوہرے: سسرال۔ ڈھوئی: پناہ۔ لہیں: ملے نہیں۔ پیئے: باپ کا گھر۔ واتڑی: گل بات:۔ سہاگن: شادی شدہ۔

ترجمہ: بابا فرید تمثیلاً فرماتے ہیں: مجھے سسرال میں کوئی تحفظ نہیں اور نہ ہی میرے میکے میں میرے لیے کوئی جگہ ہے میرا خاوند میرا محبوب میری بات تک نہیں پوچھتا میں کیسی سہاگن ہوں کیسی شادی شدہ ہوں اور اس عورت نے اپنا نام ''سہاگن'' رکھ چھوڑا ہے۔ جن لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال نہ کئے بلکہ گناہوں میں مبتلا رہے اُن کی نہ دنیا میں عزت وقدر رہے نہ عقبیٰ میں اچھا ٹھکانہ ملے گا۔ بارگاہ رب العزت میں سزا پائے گا۔

(32)

سوہرے پیئے کعت کیٔ کنت اَگم اتھاہ
نانک سو سہاگنی جو بھاوے بے پرواہ

مشکل الفاظ کے معانی:

پیئے: میکے۔ اَگم: جہاں کوئی پہنچ نہ سکے۔ اتھاہ: انتہائی گہرا جس کی تہہ یا حد نظر نہ آئے۔ نانک: سکھ مذہب کے بانی۔ سہاگنی: قسمت والی۔ بے پرواہ: جسے کسی چیز کی حاجت اور پروا نہ ہو مراد خدا تعالیٰ۔ بھاوے: چاہے۔

ترجمہ: یہ شلوک گورونانک نے بابا فریدؒ کے اوپر کے شعروں کے جواب میں کہا ہے۔ سسرال

میں ہو یا میکے میں' عورت اپنے مالک ہی کی رہتی ہے اور مالک ہر سمت میں لامحدود ہے۔ دونوں جہاں اسی کے ہیں۔اے نانک! سہاگن تو دراصل وہی ہے جو اس بے پرواہ مالک کو بھا جائے خواہ وہ میکے میں رہ رہی ہو یا سسرال میں۔

(33)

نھاتی دھوتی' سنبھی' ستی آءِ نچند
فریدا رہی سُو بیڑی ہنگ دی گئی کُتھوری گندھ

مشکل الفاظ کے معانی:

نچند: بےفکر۔ بیڑی: لتھڑی۔ ہنگ: ہینگ کُتھوری: عنبر' کستوری۔ گندھ: خوشبو۔

ترجمہ: حضرت بابا فریدؒ میت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس مردہ جسم کو نہلا دھلا کر خوشبو دیتے ہیں۔ یہ میت بےفکر پڑی ہوتی ہے لیکن اس میں سے اصل چیز روح میں خوشبو ہوتی ہے نکل جاتی ہے۔ مرنے کے بعد جسم کے گلنے سڑنے سے جو بدبو پیدا ہوتی ہے وہ کافور اور دیگر سب خوشبوؤں پر غالب آجاتی ہے چنانچہ کچھ دیر بعد صرف لتھڑی ہوئی ہینگ رہ جاتی ہے اور کستوری کی خوشبو چلی جاتی ہے۔

(34)

جوبن جاندے نہ ڈراں' جے شوہ پریت نہ جاءِ
فریدا کتی جوبن پریت بن' سُک گئے کُملاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

جوبن: جوانی' حسن۔ شوہ: پیارا محبوب: پریت: پیار محبت کتی جوبن: کتنی جوانیاں۔ سُک گئے: کملا گئے۔ جے: اگر۔ بن: بغیر۔

ترجمہ: مجھے جوبن اور جوانی کے گزر جانے کا کوئی ڈر نہیں اگر محبوب کی محبت میرے ساتھ قائم ہے۔ اے فرید! کتنی ہی جوانیاں اسی محبت کے نہ ملنے کے باعث پھولوں کی پتیوں کی طرح کملا اور مرجھا کر سوکھ گئی ہیں۔

(35)

فریدا چنت کھٹولا' وان دُکھ' برہ وچھاون لیف

ایہہ ہمارا جیونا' تُوں صاحب سچے ویکھ

مشکل الفاظ کے معانی:

چنت: فکر۔ کھٹولا: چارپائی: برہ: ہجر۔ وان: بان۔ لیف: رضائی۔ صاحب سچا: خدا۔

ترجمہ: اے فریدؒ خوف ہماری چارپائی ہے۔ دُکھ ہمارا بان ہے اور اُس چارپائی پر ہجر وفراق کی رضائی بچھی ہوئی ہے۔ اے سچے سائیں یہ ہے ہماری زندگی! دیکھ ہم اس حال میں زندگی گزار رہے ہیں۔

(36)

برہا برہا آکھیے' برہا تُوں سُلطان

فریدا جِت تن برہوں نہ اُپجے سوتن جان مسان

مشکل الفاظ کے معانی:

برہا: وچھوڑا۔ جت: جس۔ برہیں: عشق۔ اُپجے: پیدا ہو' ابھرے۔ سلطان: بادشاہ۔ مسان: شمشان' مردے جلانے کی جگہ۔

ترجمہ: لوگ فراق کو بُرا کہتے ہیں اور نام دھرتے ہیں لیکن درحقیقت فراق ایک سلطان کی طرح بے حد اہمیت اور قدر و قیمت رکھنے والی شے ہے کیونکہ فراق کا احساس صرف اُسے ہوتا ہے جسے کبھی وصل حاصل رہ چکا ہو۔ جس انسان کے دل میں احساس فراق نہ ہو۔ اسے دل نہیں' قبرستان ہی سمجھنا چاہیے جہاں زندگی کی ہر علامت ناپید ہوتی ہے۔

(37)

فریدا ایہہ وِس گندلاں دھریاں کھنڈ لواڑ

اِک راہیندے رہ گئے ایک رادھی گئے اُجاڑ

مشکل الفاظ کے معانی:

وِس: زہر۔ گندل: سرسوں کی نرم شاخ جو کھائی جاتی ہے۔ دھریاں: رکھی ہوئی۔ کھنڈ: چینی لواڑ۔ لیٹ کر۔ راہیندے: کاشتکاری کرتے ہوئے۔ تیار فصل۔ رادھی: بیجی ہوئی۔

ترجمہ: اے فرید! یہ خوبصورت گندلیں دراصل زہر بھری ہیں۔ ایک وہ لوگ تھے جوان زہریلی گندلوں کو کاشت کرنے ہی میں اپنی زندگی کا سارا وقت صرف کر گئے اور ایک وہ ہیں جوان کی تیار فصل کو چھوڑ کر خود موت کے منہ میں چلے گئے اور یوں ان دونوں کے حصے میں بربادی ہی بربادی آئی۔

(38)

فریدا چار گوائیاں ہنڈھ کے، چار گوائیاں سم
لیکھا رب منگیسیا، توں آیوں کیہڑے کم

مشکل الفاظ کے معانی:

سم: سو کر۔ لیکھا: حساب کتاب۔ منگیسیا: مانگے گا۔ کیہڑے: کون سے۔ گوائیاں: ضائع کیں۔ ہنڈھ کے: استعمال کر کے۔

ترجمہ: اے فرید! تو چار روزہ زندگی لے کر اس دنیا پر آیا تھا جس میں سے تو نے چار دن دنیا داری کے کاموں میں ضائع کر دیئے اور چار یوں سو کر ضائع کر دیئے۔ پھر جب خدا تجھ سے حساب مانگے گا کہ تجھے دنیا میں کس کام کے لیے بھیجا گیا تھا اور تو کرتا کیا رہا ہے تو کیا جواب دے گا۔

(39)

فریدا در دروازے جاءِ کے کیو ڈِٹھو گھڑیال
اِہ ندوسا ماریئے، ہم دوساں دا کیا حال

مشکل الفاظ کے معانی:

در: دروازہ۔ در دروازے: دروازے کے اوپر۔ گھڑیال: وقت بڑی گھڑی۔ ندوسا: بے گناہ، بے قصور۔ دوساں: گناہگاروں۔

ترجمہ: اے فریدؒ میں نے بڑے دروازے پر جا کر دیکھا کہ گھڑیال پر چوٹیں پڑ رہی تھیں۔ اگر گھڑیال جیسی بے جان اور بے گناہ چیز پر چوٹیں پڑ سکتی ہیں تو ہم گناہگاروں کا کیا حال ہوگا ہمیں تو بڑی کڑی اور سخت ترین سزا ملے گی۔

(40)

گھڑیئے گھڑیئے ماریئے پہریں لہجے سزاءِ

سو ہیڑا گھڑیال جیوں دُکھی رین وِہاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

گھڑیئے گھڑیئے: بار بار۔ پہریں: کئی پہر۔ لہجے: لے۔ ہیڑا: دل۔ رین: رات۔ وہاءِ: گزارنے۔ سو: جیسے۔

ترجمہ: گھڑیال کی زندگی عجیب ہے گھڑتے وقت چوٹیں کھاتا ہے پھر جب تیار ہو کر لٹک جاتا ہے تو پھر ہر پہر اعلان اس کے جسم پر چوٹ پڑنے ہی سے ہوتا ہے۔ وہ ہر پہر سزا پاتا ہے۔ ہمارا دل بھی گھڑیال جیسا ہے کہ درد کی چوٹیں بار بار اس پر پڑتی ہیں اور ہمارا دل دکھ سہتے ہوئے ساری رات گزارتا ہے۔

(41)

بُڈھا ہویا شیخ فریدؒ کنبن لگی دیہہ

جے سو ورھیاں جیونا بی تن ہوسی کھیہہ

مشکل الفاظ کے معانی:

کنبن: کانپنے۔ دیہہ: جسم۔ بھی: پھر بھی۔ ورہیاں: سال۔ برس۔ جیوناں: زندہ رہنا۔ کھیہہ: خاک، مٹی۔

ترجمہ: شیخ فرید بوڑھا ہو گیا ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کا وجود ہر لحظہ کانپنے لگا ہے۔ اگر انسان سو برس بھی جی لے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آخر کار ایک دن موت اُسے آ لے گی اور مرنے کے بعد اس کا جسم مٹی ہو جائے گا۔ موت تو اٹل ہے اور ہر نفس کو ایک نہ ایک دن

موت کی تلخی چکھنا پڑے گی اور مرنے کے بعد مٹی میں مل کر ہونا پڑے گا۔

(42)

فریدا بار پرائے بیسنا' سائیں مجھے نہ دیہہ
جے توں ایویں رکھسی' جیو سریروں لیہہ

مشکل الفاظ کے معانی:

بار: دروازہ۔ پرائے: دوسروں کے۔ بیسنا: بیٹھنا۔ ایویں: اسی طرح۔ جیو: جان' ۔سرپر: جسم۔لیہہ: نکال لے۔

ترجمہ: حضرت بابا فریدؒ خداوند کریم جل شانہ کے حضور اگزارش کرتے ہیں کہ اے خدا مجھے اپنے سوا کسی غیر کے دروازے پر نہ جانے دے۔ اگر تو اسی طرح مجھے دوسروں کے دروازے پر ڈالنا چاہتا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ تو میری جان میرے تن سے نکال لے تاکہ میں دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی ذلّت سے بچ جاؤں۔

(43)

کندھ کُہاڑا' سر گھڑا' ون کے سر لوہار
فریدا ہوں لوڑیں شوہ اپنا' توں لوڑیں انگیار

مشکل الفاظ کے معانی:

کندھ: کندھا۔کہاڑا: کلہاڑا۔ون: بن' جنگل۔ہوں: میں۔لوڑیں: تلاش کرنا۔شوہ: محبوب مراد خدا۔انگیار: آگ کے کوئلے۔

ترجمہ: بابا فریدؒ کئی سال تک جنگل میں کسی درخت کے نیچے خدا کو یاد کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک لوہار اپنی بھٹی گرم کرنے کے لئے درختوں کی لکڑی کاٹ کر لینے آیا۔ کندھے پر کلہاڑا اور سر پر پانی کا گھڑا لئے ون کے درخت کے پاس کھڑا تھا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر بابا صاحب نے فرمایا تو اپنی بھٹی میں جلانے کے لئے لکڑی کاٹنے آیا ہے تو کوئلے کی تلاش میں ہے مگر مجھے خدا کی تلاش ہے' تجھے دنیا کی' گویا میرا مطلوب اللہ تعالیٰ ہے جبکہ تیرا

مطلوب انگارے ہیں۔

(44)

فریدا اِکناں آٹا اگلا' اِکناں ناہیں لون
اگے گئے سنجاپسن' چوٹاں کھاسی کون

مشکل الفاظ کے معانی:

اِکناں: کوئی ایک۔ اگلا: کافی' بہت سارا۔ لُون: سالن۔ سنجاپسن: پہچانیں جائیں گے۔ چوٹان: چوٹیں کھاسی۔

ترجمہ: اے فرید! ایک وہ ہیں جن کے پاس بہت زیادہ آٹا ہے اور ایک وہ ہیں کہ ان کیپاس نمک تک نہیں۔ ان میں اچھا کون ہے اور بُرا کون' اس کا فیصلہ دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ مرنے کے بعد جب قیامت کے دن غریب مسکین اور تونگر کا حساب کتاب ہوگا تب پتہ چلے گا کہ عیش وعشرت کے متوالے سزا پائیں گے یا غریب۔

(45)

پاس دمامے' چھت سِر' بھیری' سڈو رڈ
جاءِ سُتے جیران میں' تھئے اتیاں گڈ

مشکل الفاظ کے معانی:

دمامے: نقارے' نوبت۔ چھت: چھتر۔ بھیری: شہنائی۔ سڈ: بول۔ رڈ: قصیدہ گو۔ جیران: اجاڑ۔ قبرستان۔ تھئے: ہوگئے۔ اتیاں: یتیم کی جمع۔ گڈ: دفن' گڈ تھئے اکٹھے ہوگئے۔

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنی زندگی میں اعلیٰ ترین مناصب پر فائز تھے جب وہ گھر سے نکلتے ہیں تو نقارے بجتے تھے' سروں پر چھتر کا سایہ ہوتا تھا' شہنائیاں گونجتی تھیں اور قصیدہ گو بھاٹ ہر وقت ان کی عظمت اور شان وشوکت کے قصیدے پڑھتے رہتے تھے' جب موت نے انہیں آلیا تو وہ قبرستان میں یتیموں اور لاوارثوں کی طرح بےنشان قبروں میں جا سوئے۔

زندگی موت کا نشانا ہے
سب کو اِک روز یہاں سے جانا ہے

(46)

فریدا کوٹھے منڈپ ماڑیاں اُساریندے بھی گئے
کوڑا سودا کر گئے' گوریں آن پئے

مشکل الفاظ کے معانی:

منڈپ: بڑی عمارتیں۔ ماڑیاں: محلات۔ اُساریندے: تعمیر کرتے۔ کوڑا: جھوٹھا۔ گوریں: قبروں میں۔ سودا: کاروبار۔

ترجمہ: اے فرید! اپنے لیے بڑی بڑی عمارتیں' چوبارے اور محل تعمیر کرانے والے بھی ان کوٹھوں' چوباروں اور محلوں کو چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے۔ یہ ایک چھوٹا بیوپار تھا جو وہ کر گئے اور اب قبروں میں آپڑے ہیں۔

اونچے اونچے مکان جن کے تھے
آج وہ تنگ گور میں پڑے

(47)

فریدا کھنتھڑ میکھاں اگلیاں' تے جند نہ کائی میخ
واری آپو اپنی' چلے مشائخ شیخ

مشکل الفاظ کے معانی:

کھنتھڑ: گودڑی بمعنی جسم۔ میکھاں: کیل۔ جند: جان۔ اگلیاں: بہت زیادہ۔ مشائخ: شیخ یک جمع' مرشد۔

ترجمہ: اس جسم کی گودڑی کے لیے بے شمار کیل ہیں یعنی یہ انسان کئی میخوں سے دنیا کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ لیکن روح میں کوئی ٹانکا نہیں ہوتا۔ یعنی انسان کے جسم میں تو متعدد جوڑ ہیں مگر روح میں کوئی جوڑ نہیں۔ اس لحاظ سے جسم ایک مرکب شے اور روح مفرد چیز ہے۔ مرکب شے اپنے اجزا میں بٹ کر فنا ہو جائے گی مگر مفرد شے فنا نہیں ہوگی۔ اسی لیے کیا مشائخ' کیا

شیخ' سب کو فنا ہے اور وہ اپنی اپنی باری پر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

(48)

فریدا دونہہ دیویں بلندیاں' مَلک و بیٹھا آءِ

گڑھ لیتا' گھٹ لٹیا' دیوڑے گیا بجھاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

دونہہ: دو آنکھیں۔ دیویں: دیئے۔ چراغ: مراد آنکھوں کا نور۔ بلندیاں: جلتی ہیں۔ ملک: ملک الموت' فرشتہ' مراد عزرائیل۔ گڑھ: قلعہ۔ دیواڑے: چراغ مراد آنکھیں۔

ترجمہ: اے فریدؒ انسان کے جسم پر آنکھیں چراغ کی مانند جلتی ہیں۔ ادھر فرشتہ اجل آپہنچا ہے۔ اُس نے آکر پہلے جسم کا قلعہ لے لیا' پھر اُس نے جان قبض کی اور پھر جاتے ہوئے آنکھوں کے دیئے بجھا گیا۔

(49)

فریدا دیکھ کپاہے جو تھیا' جے سر تھیا تلاں

کمادے اَر کاگدے' کُنّے' کوئلاں

منڈے عمل کریندیا ایہہ سزا تہاں

مشکل الفاظ کے معانی:

کپاہے: کپاس۔ تلاں: تل' ایک جنس جس کا تیل بہت کارآمد ہے۔ کمادے: گنّے کی طرف دیکھ۔ اَر: اور کاگد: کاغذ۔ کُنّے: ہانڈی: کوئیلاں: کوئلہ۔ منڈے: بُرے۔ کریندا: کرتا ہے۔

ترجمہ: اے فریدؒ دیکھو کپاس کے ساتھ کیا بیتی اور تلوں کا تیل کس طرح نکلا۔ گنے میں سے کسطرح رس نکالی گئی۔ کاغذ کس طرح بنا۔ ہانڈی کے نیچے کوئلے جلائے گئے۔ اے برے عمل کرنے والے! جس طرح انہیں سزائیں دی جاتی ہیں' اسی طرح تجھے بھی سزائیں دی جائیں گی۔

(50)

فریدا کن مُصّلا، صوف گل، دِل کاتی، گُڑوات

باہر دِسّے چانناں، دِل اندھیاری رات

مشکل الفاظ کے معانی:

کن: کاندھے پر۔ صوف: اونی کپڑے کی کفنی۔کاتی: چھری۔ مُصلاّ: جائے نماز۔ گڑوات: شیرینی کلامی۔ دسے: نظر آئے۔ چاننا: روشنی نور۔

ترجمہ: اے فرید! آج کے فقیر ایسے ریا کار ہیں جو کاندھے پر مصلّے ڈالے گلے میں اُونی کفنی پہنے اور میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ بظاہر بڑے پارسا اور تارک الدنیا لگتے ہیں مگر ان کے دل چھری کی مانند تیز ہوتے ہیں۔ یہ ایسے ہیں کہ ظاہر میں نور و نور دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے باطن اندھیری رات کی طرح سیاہ اور تاریک ہیں۔

(51)

فریدا رتّی رتّ نہ نکلے، جے تن چیرے کوءِ

جو تن رتے رب سیوں، تن تن رَت نہ ہوءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

رَتی: تھوڑا سا۔ رَتّ: خون لہو۔ رتے: لال رنگے ہوئے۔ رَتّے رَب۔ سیوں: جو اللہ کے رنگ میں رنگے ہوں۔ تن: جسم۔

ترجمہ: اے فرید! اہل اللہ کا اگر کوئی جسم چیر کر دیکھے تو اس میں سے رتی بھر خون نہ نکلے گا۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا سب کچھ نثار کر چکے ہوتے ہیں۔ جو جسم رب کے رنگ سے رنگا گیا ہے اُس میں خون نہیں ہوتا۔

(52)

اِہ تن سبھو رت ہے، رَت بن تن نہ ہوءِ

جو شوہ رتے آپنے تت تَن رت نہ ہوءِ

بھے پے تن کھین ہوءِ لوبھ رَت وچوں جاءِ
جیوں بستر دھات سُدھ ہوءِ
تیوں ہر کا بھو درمت میل گواءِ
نانک تے جن سوہنے جو رتے ہر رنگ لاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

سھو: تمام۔ بن: بغیر۔ لوبھ: لالچ۔ تن: ان۔ بستر: آگ۔ کھین: کمزور۔ سدھ: پاک صاف۔ ہر: خدا۔ بھو: ڈر۔ درمت: بری نصیحت۔ جن: جوان۔ رتے: رنگے ہوئے۔

ترجمہ: انسان کے جسم میں خون ہی خون ہے۔ خون کے بغیر جسم نہیں ہو سکتا جو جسم محبوب حقیقی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اُن میں لالچ کا خون نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا خوف لگ جائے تو جسم دبلا ہو جاتا ہے اور خون میں سے لالچ اسی طرح سے نکل جاتا ہے جس طرح آگ دھات کو صاف کر دیتی ہے اور اس میں سے کھوٹ نکل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف گناہگاری کی میل یا آلودگی کا کاٹ دیتا ہے۔ اے نانک! حقیقت میں وہی انسان خوب صورت ہیں جو اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

(53)

فریدا سوئی سرور ڈھونڈھ لہہ جتھے لبھی وَتھ
چھپڑ ڈھونڈیں کیا ہووے؟ چکڑ ڈبے ہتھ

مشکل الفاظ کے معانی:

سوئی: وہی۔ سرور: تالاب، چشمہ: وَتھ: چیز۔ چکڑ: کیچڑ۔ ڈھونڈلیہہ: تلاش کر لے۔ لبھی: تجھے مل جائے۔ چھپڑ: جوہڑ۔

ترجمہ: اے فرید! ایسا چشمہ ڈھونڈ جس میں سے تیرے مطلب کی چیز ملے۔ جوہڑ تلاش کرنے سے کچھ نہیں ملے گا وہاں تو کیچڑ میں ہاتھ ڈوب جائیں گے۔

(54)

فریدا تنڈھی کنت نہ راویؤ وڈی تھی مویوس
دَھن کوکیندی گور میں تیں شوہ نہ ملیوس

مشکل الفاظ کے معانی:

تنڈھی: تنڈھی، نوعمر لڑکی۔ راویو: مائل کیا۔ کوکیندی: چیختی چلاتی۔ گور: قبر۔ ملیوس: ملیا۔ وڈی تھی: بڑے ہونے پر: مویوس: مرگئی۔ دھن: عورت۔ نہ ملیوس: نہیں ملے گا۔

ترجمہ: اے فریدؒ جس نے جوانی میں اپنے خاوند کو راضی نہ کیا تو بڑی ہو کر اپنے محبوب کو حاصل کرنے کی امید بھی کھو بیٹھی اور چیختی چلاتی قبر میں چلی گئی لیکن اُسے اپنا محبوب نہ مل سکا۔

(55)

فریدا سِر پلیا داڑھی پلی مُچھاں بھی پلیاں
اے مَن گہلے باولے مانیں کیا رلیاں

مشکل الفاظ کے معانی:

پلیا: بال پختہ ہو کر سفید ہو گئے۔ گہلے: غافل۔ باولے: پاگل۔ مانیں: لطف اندوز ہوں۔ رلیاں: رنگ رلیاں، عیش وعشرت۔

ترجمہ: اے فریدؒ اب تو تیرا سر ریش اور مونچھیں ایک سفید ہو گئی ہیں۔ اے غافل کیا رنگ رلیاں منا رہا ہے کچھ ہوش کر اور زندگی کا مقصد حاصل کرنے میں مصروف ہو جا یہ رنگ رلیاں عارضی باتیں ہیں۔

(56)

فریدا کوٹھے ڈھکن کیتڑا پر نیندڑی نوار
جو دیہہ لدھے گانویں گئے وِلاڑ وِلاڑ

مشکل الفاظ کے معانی:

ڈھکن: بسیرا کرنا۔ کیتڑا: کب تک۔ پر: پیاری، میٹھی۔ نیندڑی: نیند۔ دیہہ: دن۔ گونویں:

گنتی کے۔ والاژ: بے فائدہ‘فضول‘ گزر: نواز: دور کر۔ وِلاڑ ولاڑ: دوڑ تے بھاگتے ہوئے۔

ترجمہ: اے فرید! ان مکانات کے کوٹھوں پر کب کب دوڑتا پھرے گا اور کب تک غفلت کی میٹھی نیند سوتا رہے گا۔ تجھے کچھ احساس ہے کہ نہیں کہ تجھے عمر کے گنتی کے جو دن ملے ہیں‘ وہ ان چھلانگیں مارتے ہوئے یعنی تیزی سے گزرتے جا رہے ہیں۔

(57)

فریدا کوٹھے منڈپ ماڑیاں‘ ایت نہ لائیں چیت
مٹی پئی اُتولویں‘ کوئی نہ ہوسی مِت

مشکل الفاظ کے معانی:

کوٹھے: مکان۔ منڈپ: محل۔ ماڑیاں: بڑے بڑے۔ ایت: اتنا: چیت: دل۔ ہوسی: ہوگا۔ مت: دوست‘ بیلی‘ متر۔ اتولیویں: جو تولی نہ جا سکے۔

ترجمہ: اے فریدؒ ان بڑی بڑی عمارتوں اور محلوں میں قطعاً دل مت لگا جب تو مر گیا تو تجھ پر بے حساب مٹی پڑ جائے گی اور اُس وقت کوئی تیرا دوست اور غم خوار نہیں ہوگا جو تجھ کو عذاب سے چھڑوا لے۔

(58)

فریدا منڈپ مال نہ لایئے مرگ ستانی چیت دھر
سا ای جاءِ سنبھال‘ جتھے اِی تُو ونجنا

مشکل الفاظ کے معانی:

منڈپ: بڑے بڑے مکان۔ مرگ نسائی: قبرستان۔ سائی: وہی۔ جائے: جگہ۔ سنبھال: یاد رکھ۔ ونجنا: جانا۔

ترجمہ: اے فرید! مکانوں‘ حویلیوں اور مال و دولت میں دل نہ لگا۔ اُس موت کا دھیان رکھ جو زیادہ طاقتور ہے اور جس کے آگے کسی کی پیشی نہیں جا سکتی۔ تجھے اس جگہ کو سنبھالنے کی زیادہ فکر کرنی چاہیے جہاں تجھے آخر کار جانا ہے۔

(59)

فریدا جنہیں کمّیں نہ گُن، تے کمڑے وِسار
مَت شرمندہ تھیویں، سائیں دے دربار

مشکل الفاظ کے معانی:

گن: خوبی۔ کمڑے: نکمے۔ مت: ایسا نہ ہو، مبادا۔ وسار: چھوڑ دے۔ تھیویں: ہو جائیں۔ سائیں: مراد خدا تعالیٰ۔

ترجمہ: اے فریدؒ! کام جن میں کوئی خوبی نہیں بُرے کاموں کو چھوڑ دے۔ بھلا دے۔ ایسا نہ ہو کہ اِن بُرے کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں تجھے شرمندگی اور ندامت اٹھانی پڑے۔

(60)

فریدا صاحب دی کر چاکری، دل دی لاہ بھراند
درویشاں نُوں لوڑیئے، رُکھاں دی جیراند

مشکل الفاظ کے معانی:

صاحب: مالک مراد خدا تعالیٰ۔ چاکری: نوکری۔ بھراند: شک، وسوسہ۔ رُکھاں: درختوں۔ جیراند: تحمل۔

ترجمہ: اے فریدؒ ایک دل میں سے شک شبہ دور کر کے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مصروف ہو جا۔ اگر اس کام میں لوگوں کی مخالفت بھی سہنی پڑے تو سہہ لینا کیونکہ درویش کہلانے والوں کو درختوں جیسے حوصلے اور صبر کا مالک ہونا چاہیے کہ لوگ درخت کا پھل کھاتے ہیں اسے پتھر مارتے ہیں اور اس کی ٹہنیاں کاٹ لے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود درخت اپنا فیض جاری رکھتا ہے۔

(61)

فریدا کالے مینڈے کپڑے، کالا مینڈا ویس
گناہیں بھریا میں پھراں، لوک کہن درویش

مشکل الفاظ کے معانی:

مینڈے: میرے۔ مینڈا: میرا۔ ویس: لباس۔ گنا ہیں: گناہوں سے۔ بھرا چل بھر رہا ہوں۔

ترجمہ: اے فریدؒ میرے کپڑے اور میرا لباس کالا ہے۔ میں گناہوں میں ڈوب رہا ہوں اور لوگ مجھے میرا کالا لباس دیکھ کر درویش سمجھے ہیں

(62)

تتی تو ءِ نہ پلوئے، جے جل ٹُبی دے
فریدا جو ڈوہاگن رب دی، جھوریندی جُھورے

مشکل الفاظ کے معانی:

تتی: گرم، پانی نہ ملنے سے سڑ جانے والی کھیتی: توء: پانی میں۔ پلوئے: پھلے پھولے۔ جے: اگر۔ جَل: پانی۔ ٹبی: غوطہ۔ ڈوہاگن: بدنصیب۔ جھوریندی: پچھتاتی ہے۔

ترجمہ: وہ کھیتی جو گرمی کی وجہ سے جل جاتی ہے وہ اب پانی دینے سے ہری نہیں ہوگی خواہ اسے بے حساب پانی میں کیوں نہ ڈبو دیا جائے۔ اسی طرح وہ بدبخت روح جس سے رب تعالیٰ نے منہ موڑ لیا ہو۔ رب تعالیٰ کو دوبارہ پانا اس کے نصیب میں نہیں ہوگا۔ وہ تمام عمر پچھتاتا رہتا ہے۔

(63)

جاں کواری تاں چاؤ، ورداہی تاں ماملے
فریدا ایہو پچھتاؤ، وقت کواری نہ تھئے

مشکل الفاظ کے معانی:

کواری: کنواری۔ چاؤ: شوق۔ ورداہی: بیاہی۔ پچھوتاؤ: پچھتانا، ۔وت: دوبارہ ۔ تھئے: ہو سکے۔

ترجمہ: جب عورت کنواری ہوتی ہے تو اُسے طرح طرح کے شوق ہوتے ہیں لیکن جب

شادی شدہ ہو جاتی ہے تو دنیا داری کے جھمیلوں میں پھنس کر پریشان ہو جاتی ہے اور وہ پچھتاتی ہے کہ بیاہی کیوں گئی لیکن اب وہ کنواری نہیں ہو سکتی۔

(64)

کلّر کیری چھپڑی آءِ اُلتھے ہنجھ

چنجو بوڑن نہ پیوین اُڈن سندی ڈنجھ

مشکل الفاظ کے معانی:

کَلر کیری: شورولی زمین۔ چھپڑی: چھوٹا جوہڑ۔ ہنجھ: ہنس۔ سندی: کی۔ ڈنجھ: پیاس، تشنگی، خواہش۔ چنجو بوڑ: چونچ ڈالنا۔ لوڑن: ڈبونا۔ پیویں: ہنستا۔ اڈن: اڑنا۔

ترجمہ: یہ دنیا ایک شورزدہ چھوٹے سے جوہڑ کی مانند ہے۔ انہوں نے اس میں پانی پینے کی خاطر چونچ تک نہیں ڈبوئی کہ انہیں پھر اُڑنے کی شدید خواہش پیدا ہوگئی ہے۔

(65)

چل چل گیّاں پنکھیاں جیہناں وسائے تل

فریدا سر بھریا بھی چلسی تھکے کنول اکل

مشکل الفاظ کے معانی:

پنکھی: پنچھی۔ کول: کنول۔ تل: تالاب۔ سر: تالاب۔ چلسی: چلا جائے گا۔ اکل: اکیلا، واحد۔

ترجمہ: اس تالاب (دنیا) کو آباد کرنے والے کئی پرندے مراد بادشاہ، راجے، مہاراجے بہت بڑے لوگ آئے۔ کئی ملک آباد کئے مگر اس دنیا سے چلے گئے۔ یہ بھرپور تالاب یعنی آباد دنیا بھی کسی دن نہ رہے گی اور یہ کنول یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کی مہک باقی رہے گی اور خدا کی ذات کے سوا باقی ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ اہل اللہ ہی اس تالاب کی آلائشوں سے پاک صاف رہیں گے۔

(66)

ہنس اُڈر کودھرے پیا' لوک وِڈارن جاءِ

گیہلا لوک نہ جاندا' ہنس نہ کودھرا کھاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

ہنس: ایک خاص قسم کا پرندہ یہاں مراد ہنس۔ اُڈر: اُڑ کر۔ کودھرے: باجرے کی قسم کا ایک ادنیٰ اناج۔ وڈرارن: اُڑائیں۔ گیہلا: غافل۔

ترجمہ: ہنس اُڑ کر کودھرے (باجرے کی قسم کا ایک اناج) کے کھیت میں جا بیٹھا۔ لوگ اس کے تعاقب میں جا پہنچے تاکہ اسے اس کھیت سے اُڑا دیں لیکن ان بے سمجھ لوگوں کو اتنا بھی نہیں پتا کہ ہنس تو کبھی کودھرا کھاتا نہیں جب سالکان اتفاقاً لوگوں کے گھروں میں کسی چیز کے لیے جاتے ہیں تو وہ انہیں یہ کہتے ہیں کہ مردانِ خدا دنیا کی نعمتوں کا زرہ بھر خیال نہیں رکھتے۔ تم ہمارے ہاں کیوں آتے ہو؟ دنیا کے لوگ یہ نہیں جانتے کہ عارفان باللہ دنیا کی نعمتوں کو بھی نہیں ہیں۔

(67)

فریدا اِٹ سرہانے' بھوئیں سون' کیڑا لڑیو ماس

کیتڑیاں جُگ واپَرے' اِکت پیاں پاس

مشکل الفاظ کے معانی:

بھوئیں: زمین پر۔ کیڑا: کیڑا مکوڑا وغیرہ۔ ماس: گوشت' جسم۔ کیتڑیاں: کئی ایک۔ واپرے: بیت گئے۔ اِکت: ایک ہی۔ جگ: زمانہ۔ پاس: طرف یا پہلو۔

ترجمہ: اے فرید! قبر میں پڑے ہوئے مردے کی یہ حالت ہے کہ اس کے سرہانے تکیے کی جگہ اینٹ ہے' اُس کا سونا نرم گرم بستر کی بجائے سخت اور کھردری زمین پر ہے اور کیڑے اُس کے جسم کو کاٹتے رہتے ہیں۔ اُسے ایک ہی پہلو پر پڑے پڑے کتنے ہی جُگ (یعنی کہ لاکھوں برس) گزر جائیں گے۔

(68)

فریدا بھنّی گھڑی سونوی، ٹُٹّی ناگر لج
عزرائیل فریشتا، کیں گھر ناٹھی اَج

مشکل الفاظ کے معانی:

بھنی: ٹوٹ گئی۔ سونوی: خوبصورت۔ ناگر: نازک، خوبصورت، عمدہ۔ لج: رسی، کنویں سے کھینچنے والی ڈوری یا رسا مراد سانس۔ فریشتا: فرشتہ۔ گھڑی: صراحی، جھجری، چھوٹا گھڑا۔ ناٹھی: نٹھ جاون والا مہمان۔

ترجمہ: اے فرید! تیرے جسم کی خوبصورت صراحی ٹوٹ گئی ہے اور زندگی کی نازک ڈوری بھی ٹوٹ گئی ہے آج عزرائیل فرشتہ کس کے گھر کا مہمان ہے یعنی عزرائیل فرشتہ آج کس کی جان لینے آیا ہے۔

(69)

فریدا بھنی گھڑی سونوی، ٹُٹّی ناگر لج
جو سجن بھوئیں بھار تھئے، سے کیو آویں اَج

مشکل الفاظ کے معانی:

بھنی: ٹوٹ گئی۔ گھڑی: صراحی۔ سونوی: سوہنی۔ ٹُٹّی: ٹوٹ گئی۔

ترجمہ: اے فرید! تیرے جسم کی خوبصورت صراحی ٹوٹ گئی اور لوگوں کے سانس بھی ختم ہو گئے۔ میں آباد تھا اس دنیا سے رخصت ہونے پر پھر کبھی واپس نہیں آ سکتا یعنی مرے کے بعد انسان کبھی واپس نہیں آیا۔

(70)

فریدا بے نمازا کُتیا، ایہہ نہ بھلی ریت
کدیں چل نہ آیا، پنجے وقت مسیت

مشکل الفاظ کے معانی:

بھلی: اچھی۔ ریت: رسم۔ پنجے وقت: پانچوں وقت۔ مسیت: مسجد۔

ترجمہ: اے بے نماز انسان کیا تو کتے کی مانند ناپاک ہے۔ تیرا یہ طریقہ اچھا نہیں ہے کہ خداوند کریم کی یاد سے غافل ہے اور پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں نہیں آیا۔

(71)

اُٹھ فریدا وضو ساز، صبح نماز گزار

جو سر سائیں نہ نویں، سو سر کپ اُتار

مشکل الفاظ کے معانی:

وضو ساز: وضو کر۔ نماز گزار: نماز پڑھ۔ نویں: جھکے۔ کپ اتار: کاٹ ڈال۔

ترجمہ: اے فرید! اُٹھ اور نماز ادا کر۔ اُٹھ کر وضو کر اور اللہ تعالیٰ کے حضور صبح کی نماز ادا کر۔ جو سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کر اُس کی بڑائی کا اعتراف نہیں کرتا، وہ اس لائق نہیں کہ اپنی جگہ رہے بلکہ اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے گردن سے علیحدہ کر کے پھینک دیا جائے۔

(72)

جو سر سائیں نہ نویں، سو سر کیجئے کائیں

کُنّے ہیٹھ جلائیے، بالن سندے تھائیں

مشکل الفاظ کے معانی:

سائیں: خدا۔ نویں: جھکے۔ بالن: ایندھن۔ سندے تھاں: کی بجائے۔ کائیں: کیا۔ کُنّا: ہانڈی۔ تھائیں: جگہ۔

ترجمہ: اے فرید! جو سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کر اس کی بڑائی اور اپنی عاجزی کا اعتراف نہیں کرتا، ایسے سر کا کیا کیا جائے؟ بہتر یہی ہے کہ اُس سر کو ایندھن کی جگہ ہنڈیا کے نیچے جلاؤ۔

(73)

فریدا کتھے تینڈے ماپے آ' جنہاں توں جنیوں
تیں پاسوں اُہ لد گئے' توں اَجے نہ پتّیئیوں!

مشکل الفاظ کے معانی:

تینڈے: تیرے۔ ماپے آ: ہن ماں باپ ہیں۔ جنیوں: جنم دیا: تیں پاسوں: تیرے پاس۔لد گئے: مر گئے۔پتّیئیوں: تسلی ہونا۔

ترجمہ: اے فرید! وہ تیرے ماں باپ کہاں گئے جنہوں نے تجھے جنم دیا تھا؟ وہ تیرے پاس سے چلے گئے لیکن تیری ابھی تک تسلی نہیں ہوئی۔ نہ موت تیرے گھر پہلی بار آئی تھی اور نہ آخری بار آئے گی۔ سب نے باری باری اس دنیا کو چھوڑ جانا ہے۔

(74)

فریدا من میدان کرٗ ٹوئے ٹبّے لاہ
اَگے مُول نہ آوسی' دوزخ سندی بھاہ

مشکل الفاظ کے معانی:

مَن: دل۔ میدان کر: صاف کر۔ ٹوئے ٹبّے: نشیب و فراز۔ مول: ہو گئی۔ آوسی: آئے گی۔ سندی: کی۔ بھاہ: آگ۔

ترجمہ: اے فرید! اپنے دل کو میدان کی طرح ہموار کر اور اس میں جو اونچ نیچ ہے' اسے دور کر تا کہ تیرے لیے دنیا کی لذتیں اور تکلیفیں ایک جیسی ہو جائیں۔ اگر تو ایسا کر لے گا تو تیرے نزدیک دوزخ کی آگ نہیں آئے گی اور تو آخرت کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

(75)

فریدا خالق خلق میں' خلق وسے رب ماںہہ
مندا کس نوں آکھیے' جاں تس بن کوئی ناںہہ

مشکل الفاظ کے معنی:

خالق: خدا۔ خلق: مخلوق۔ مانہہ: میں۔ مندا: بُرا۔ تس بن: تیرے بغیر: نانہہ: نہ

ترجمہ: اے فرید! خلقت کو پیدا کرنے والا خالق اللہ تعالیٰ خلقت میں بستا ہے اور اُس کی پیدا کی ہوئی خلقت خالق میں سے ہے۔ جب صورت یہ ہے تو ہم بڑا کس کو کہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا تو کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ پس کسی کو یہاں تک کہ دشمن کو بھی بُرا نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ دوست دشمن سب میں خالق ہی کی روح بستی ہے۔

(76)

فریدا جیں دینہہ ناڑا کپیا جے گل کپیں چکّھ

پون نہ اَتے مامِلے سہاں نہ اِتّی دُکھ

مشکل الفاظ کے معانی:

جیں: جس۔ دینہہ: دن۔ ناڑا: ناڑو۔ کپا: کاٹا۔ چکّھ: معمولی۔ اِتّی: اتنے۔ پون: پڑتے۔ مامِلے: معاملے، مشکلات۔

ترجمہ: اے فرید! جس دن میں پیدا ہوا دائی نے تیرا ناڑو کاٹا اُسی دن اگر وہ تیرا گلا بھی کاٹ دیتی تو تجھے زندگی کے اس قدر دکھ برداشت نہ کرنے پڑتے۔

(77)

چبّن، چلّن، رتن، سے سُنیر بھی گئے

ہیڑے مُتّی دھاہ، سے جانی چل گئے

مشکل الفاظ کے معانی:

چبّن: دانت۔ چلّن: چلنا۔ رتن: دیکھنا: سُنیر: کان۔ ہیڑے: دل۔ مُتّی: ماری۔ دھاہ: ڈھائیں، زور زور سے رونا، جانی: مخلص دوست۔

ترجمہ: جب بڑھاپے میں میرے دانت چبانے سے ٹانگیں چلنے سے، آنکھیں دیکھنے سے اور کان سننے سے جواب دے گئے تو اب تیرا دل کوک پکار کر رہا ہے کہ تیرے سب ساتھی

چلے گئے ہیں۔

(78)

فریدا بُرے دا بھلا کر٬ غصہ من نہ ہنڈھاءِ
دیہی روگ نہ لگ ای٬ پلّے سب کچھ پاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

من: دل۔ ہنڈھاءِ: استعمال کرنا۔ دیہی: جسم۔ روگ: بیماری۔ پلے پاءِ: دامن٬ پلو میں باندھ لے۔

ترجمہ: اے فرید! جو تجھ سے برائی بھی تو اُس کا بُرا نہ مناؤ اُس کا بھلا ہی کرو اور اُس کے خلاف اپنے دل میں کسی طرح کا غصہ یا ناراضگی نہ پیدا کر۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیرے جسم کو کوئی بیماری نہیں لگے گی۔ اس کے علاوہ تو دیکھے گا کہ اس سے تجھ پر روحانی برکتیں نازل ہونے لگیں گی۔ پس تو ان سب روحانی برکتوں کو سمیٹ کر اپنے دامن میں ڈالتا جا کہ یہ تیرا ہی حصہ ہیں۔

(79)

فریدا پنکھ پروہنی٬ دُنی سُہاوا باغ
نوبت وجی صبح سیوں٬ چلن کا کر ساج

مشکل الفاظ کے معانی:

پنکھ: پرندہ مراد روح۔ پروہنی: مہمان: دُنی: دنیا۔ سہاوا: خوبصورت۔ نوبت: نقارہ ڈھول۔ وجی بجی۔ صبح سیوں: صبح کے وقت۔ کاج یا ساج: تیاری۔

ترجمہ: اے فرید! یہ دنیا ایک خوبصورت باغ کی مانند ہے اور اس میں رہنے والا یعنی انسان چند گھڑیوں کا مہمان ہے۔ دنیا کو مہمان خانہ سمجھنا چاہیے صبح کی نوبت پر چوٹ پڑ چکی ہے۔ اب اگلے جہاں میں جانے کی تیاری کر۔ کچھ نیک اعمال کرے۔

(80)

فریدا رات کُتھوری ونڈیئے' سُتیاں ملے نہ بھاؤ
جھاں نین نیندراولے' تنہاں ملن کواؤ!

مشکل الفاظ کے معانی:

کُتھوری: کستوری۔ بھاؤ: انعام۔ نیندراولے: نیند ہی مشغول۔ کواؤ: بدبو۔ یعنی ان کو نصیب نہ ہوگی۔

ترجمہ: اے فرید! کستوری اُسے ملتی ہے جو رات بھر جاگے لیکن سوئے ہوئے غافلوں کو اس میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ جن کی آنکھیں نیند سے بند ہیں' انہیں کوئی حصہ مل بھی کیسے سکتا ہے! اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی کستوری تو انہی کو ملتی ہے جو راتوں کو جاگ جاگ کر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔

(81)

فریدا میں جانیا دُکھ مجھ کُوں' دُکھ سبھا ایہہ جگ
اُچے چڑھ کے ویکھیا تاں' گھر گھر ایہا اَگ

مشکل الفاظ کے معانی:

سبھا: سب۔ دُکھ: درد۔ جانیا: میں نے جانا تھا۔ جگ: جہان۔ اَیہا: یہی۔ اُچے: اونچی جگہ۔

ترجمہ: اے فرید! میں نے سمجھا تھا کہ شاید میں ہی دُکھی ہوں لیکن دکھ تو ساری دنیا کے انسانوں کا حصہ ہے۔ جب میں نے دنیا کو منزل بالا سے نیچے دنیا کی بستیوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہاں کے ہر گھر سے دُکھ کی آگ کا دھواں اُٹھ رہا ہے۔

(82)

فریدا بھوم رنگاولی' منجھ وسولا باگ
جو جن پیر نوازے آ تنھاں آنچ نہ لاگ

مشکل الفاظ کے معانی:

بھوم: زمین۔ رنگاولی: رنگا رنگ کی۔ منجھ: درمیان میں۔ وسولا: زہریلا۔ باگ: باغ۔ منجھ:

مابین، بیچ۔ جن: جنا، انسان یہاں مرید مراد ہے۔ پیر: مرشد۔ نوازیا: نوازش کی۔ آنچ: آگ کا شعلہ یا گرمی: لاگ: واسطہ، تعلق۔

ترجمہ: اے فرید! یہ دنیا بڑی رنگا رنگ ہے لیکن اس میں ایک زہریلا یعنی زہریلے پھل دینے والے پودوں کا باغ بھی ہے۔ اس باغ کے زہریلے پھل کھا کر بھی لوگ نقصان اُٹھاتے ہیں لیکن جن خوش قسمت لوگوں پر ان کے مرشد کی نظر عنایت ہوتی ہے اُن کو یہ زہریلا باغ کچھ نہیں کر سکتا۔

(83)

فریدا عُمر سہاوڑی سنگ سونڑی دیہہ
وِرلے کئی پائے ہن، جینہاں پیارے نینہہ

مشکل الفاظ کے معانی:

سُہاوڑی: خوبصورت: سنگ: ساتھ۔ سونڑی: سونے کی سی، خوبصورت۔ دیہہ: جسم۔ ورلے: کوئی کوئی۔ نینہہ: پیار، محبت۔

ترجمہ: اے فرید! ایسے لوگ دنیا میں بہت کم پائے جاتے ہیں جن کی زندگی بھی آسودہ ہو، جو خوبصورت اور وجیہہ وشکیل بدن رکھتے ہوں اور پھر ان کا پیار خدا کے ساتھ ہو۔ بے زری اور بے کسی کے عالم میں دنیا ترک کرنا کوئی کمال نہیں۔ عیش وعشرت کی زندگی گزارتے ہوئے اور وجیہہ وشکیل ہوتے ہوئے دنیا چھوڑ کر خدا سے لو لگانا اصل کمال ہے اور یہ کمال بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے۔

(84)

کندھی وَہن نہ ڈھاہ، تو بھی لیکھا دیونا
جدھر رب رضاءِ وہن تداؤں گو کرے

مشکل الفاظ کے معانی:

کندھی: کنارہ۔ وہن: بہنا، بہاؤ۔ لیکھا: حساب کتاب، باز پرس اور اعمال کی جوابدہی۔

رضاءِ: مرضی۔ تداوٗں: ادھر۔ اگو: رخ۔ ڈھا: گرا۔ گوکرے: توجہ کرے۔

ترجمہ: اے دریا کی روانی کناروں کو مت گراوٗ۔ یاد رکھو تجھے بھی ایک روز اپنے اس فعل کا حساب دینا پڑے گا۔ اے فرید! دریا اپنی مرضی سے تو کناروں کو نہیں ڈھا رہا۔ دریا کی تیز رو تو اُدھر ہی کو چلتی ہے جدھر کو خدا کی رضا ہو۔

(85)

فریدا دُکھاں سیتی دینہہ گیا' سُولاں سیتی رات
کھڑا پُکارے پاتنیؔ بیڑا کپرؔ وات

مشکل الفاظ کے معانی:

دینہہ: دن۔ دکھاں سیتی: دکھوں کے ساتھ۔ سُولاں: کانٹے۔ سیتی: ساتھ۔ پاتنی: پتن والا ملاح۔ کپرؔ: طوفان۔ وات: منہ۔

ترجمہ: اے فرید! دن دکھوں میں گزر گیا اور رات کانٹوں پر بے چینی و بے قراری سے پہلو بدلتے گزر گئی۔ اُدھر ملاح کھڑا پکار رہا ہے کہ کشتی بھنور کے منہ میں آ گئی ہے' لوگو! اپنے بچاوٗ کے لیے کچھ کر سکتے ہو تو کر لو!

(86)

لمّی لمّی ندی وہے' کندھی کیرے ہیت
بیڑے نُوں کپرؔ کیا کرے' جے پاتن رہے سُچیت

مشکل الفاظ کے معانی:

وہے: بہے۔ کندھی: کنارہ۔ کیرے: گرائے۔ بیڑا: کشتی۔ ہیت: واسطے۔ کپرؔ: طوفان۔ پاتن: ملاح۔ سچیت: ہوشیار۔

ترجمہ: زندگی کی ندی زور و شور سے بہہ رہی ہے لیکن ملاح اگر ہوشیار رہے تو بھنور بیڑے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور وہ اپنی ہوشیاری سے بیڑے یا کشتی کو بھنور کے خطرات سے نکال کر سلامتی کے ساتھ پار لے جا سکتا ہے۔ یہ تب ہی ہوتا ہے جب ملاح تیار رہو۔

(87)

فریدا گلیں سو سجن وِیہہ' اِک ڈھونڈیندی نہ لہاں

دُھکھاں جیوں مالیہہ' کارن تنھاں ماپری

مشکل الفاظ کے معانی:

گلیں: باتیں۔ سو: سے۔ سجن: دوست۔ دُھکھاں: سلگتا ہوں۔ مالیہہ: خشک اپلوں کا برادہ۔ ما: میرا۔ پری: پیارا۔

ترجمہ: اے فریدؒ باتیں کرنے والے تو ہزاروں دوست مل جاتے ہیں لیکن حقیقی دوست ایک بھی نہیں ملتا۔ میں حقیقی محبوب کی تلاش میں اُپلوں کے برادی کی مانند آہستہ آہستہ جل رہا ہوں۔

(88)

فریدا اِہ تن بھوکنا' نِت نِت دُکھیئے کون

کنیں بجے دے رہاں' کتی وَگے پون

مشکل الفاظ کے معانی:

بھوکنا: بھونکنا۔ نت نت: بار بار۔ دُکھیے: دُکھ اٹھائے۔ کنیں: کانوں میں۔ بجّے: روئی کے پھاہے۔ کتی: کتنی۔ پون: ہوا (اصل تلفظ پون ہے)

ترجمہ: اے فریدؒ! یہ جسم دنیا کی خواہشات کے لیے ہر وقت کتے کی طرح بھونکتا رہتا ہے۔ اس سے روز روز کون دکھ اٹھائے اور اس کی خواہشات کو پورا کرے۔ بہتر یہی ہے کہ میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لوں۔ پھر چاہے نفس کی ہوا کتنی ہی تیز چلے اور کتنا ہی شور مچاتی رہے۔ مجھے کوئی فکر نہیں ہوگی۔ نہ میں نفس کے مطالبے سنوں گا اور نہ ان کے پورا کرنے میں دُکھ اٹھاؤں گا۔

(89)

فریدا رب کھجوریں پکیاں' ماکھیوں نئیں وہن

جو جو وَنجے ڈیہڑا' سو عمر ہتھ پون

مشکل الفاظ کے معانی:

ماکھیوں: شہد۔ نیں: ندی۔ وہن: بہے' روانی۔ ونجے: گزر جائے۔ ڈیہڑا: دن دیہاڑ۔ ہتھ پون: ہاتھ ڈالتا ہے۔

ترجمہ: اے فرید! اللہ تعالیٰ نے کھجوریں پکا دی ہیں۔ شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں لیکن ان چیزوں کے لطف اندوز ہونے میں انسان کی عمر گھٹتی جا رہی ہے اور جو دن گزر جاتا ہے، اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا یعنی وہ پکڑا نہیں جا سکتا۔

(90)

فریدا تن سُکا پنجر تھیا' تلیاں کھونڈیں کاگ
اجے سُ رَب نہ بوہڑیو' ویکھ بندے دے بھاگ

مشکل الفاظ کے معانی:

تن: جسم۔ سُکا: خشک ہو گیا۔ تھیا: ہوا۔ تلیاں: تلوے۔ کھونڈیں: نوچ لیں۔ اجے سو: ابھی تک۔ کاگ: کاں' کوّا۔ بوہڑیو: پہنچا۔ بھاگ: قسمت۔

ترجمہ: اے فرید! تلاشِ حق میں ریاضتیں اور مجاہدے کرتے کرتے یہ جسم ڈھانچہ بن گیا ہے یہاں تک کہ کوّوں نے اُسے مردہ یا قریب المرگ سمجھ کر اس کے تلوؤں میں ٹھونگیں مارنی شروع کر دیں لیکن ابھی بھی خداوند کریم نے اُس پر اپنا آپ ظاہر نہیں کیا۔ دیکھ' یہ ہے بندے کی تقدیر!

(91)

کاگا کرنگ ڈھنڈولیا' سگلا کھائیو ماس
ایہہ دونیناں مت چھوئیو' پر ویکھن کی آس

مشکل الفاظ کے معانی:

کاگا: کوّا۔ کرنگ: ڈھانچہ۔ سگلا: تمام۔ ماس: گوشت۔ نیناں: آنکھیں۔ پر: محبوب۔ آس: امید۔

ترجمہ: ہڈیوں کے ڈھانچے ڈھونڈنے والے کوّے میرا تمام گوشت کھا لو لیکن ان دو آنکھوں

کومت چھونا کیوں کہ ان میں پیارے محبوب کو دیکھنے کی اُمید ہے۔

(92)

کاگا چُونڈ نہ پنجرا' بسّے تاں اُڈر جاءِ

جت پنجرے میرا شوہ وسے' ماس نہ تدوں کھاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

چونڈ: نوچنا۔ پنجرا: پنجر' جسم۔ بسّے: بسنے والے۔ جت: جس۔ شوہ: خدا۔ ماس: گوشت۔

ترجمہ: اے کوّے! میرا ہڈیوں کا ڈھانچا نہ نوچ بلکہ اگر تیرا بس چلے تو کم از کم یہی سوچ کر یہاں سے اُڑ جا کہ ہڈیوں کے جس ڈھانچے میں میرے محبوب کا بسیرا ہے' تجھے اُس کا گوشت نہیں کھانا چاہیے۔

(93)

فریدا گور نمانی سدّ کرے' نگھریا گھر آوَ

سَر پر میں تھے آونا' مرنوں نہ ڈریاوَ

مشکل الفاظ کے معانی:

گور: قبر۔ نمانی: عاجز۔ سدّ کرے: بلائے۔ سدّ: آواز۔ سر پر: انجام۔ نگھریا: بے گھر' جس کا کوئی گھر نہ ہوں۔ میں تھے: میرے پاس۔ مرنوں: مرنے سے۔ دریاوَ: ڈرو۔

ترجمہ: اے فرید! قبر عاجز آدمی کو پکار پکار کر بلاتی ہے کہ اے فلاں بے گھرے' اپنے گھر آوَ۔ جب آخر کار تمہیں میرے پاس ہی آنا ہے تو پھر مرنے سے کیوں گھبراتے ہو۔ جو گھر تمہارا زمین کے اوپر ہے' وہ تو عارضی ہے جبکہ تمہارا اصل گھر یہی قبر ہے جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہوگا' اس لیے تمہیں یہاں آتے ہوئے ڈرنا نہیں چاہیے۔

(94)

ایہنیں لوئیں دیکھدیاں' کیتی چل گئی

فریدا لوکاں آپو آپنی' میں آپنی پئی!

مشکل الفاظ کے معانی:

اینھیں: انہوں۔کیتی: کتنے ہی۔چل گئی: مرگئی۔لوکاں: خلقت۔

ترجمہ: اے فریدؒ! ان آنکھوں کے سامنے سے بے شمار لوگ چلے گئے اس کے باوجود لوگوں نے عبرت حاصل نہیں کی اور ان لوگوں کو اپنی اپنی ہی پڑی ہوئی ہے۔ان کی طرح مجھے بھی اپنی پڑی ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ وہ اپنی راہ جارہے ہیں اور میں اپنی راہ۔وہ دنیا کا مال اسباب اکٹھا کرنے کی فکر میں کھوئے ہوئے ہیں اور میں غم عشق میں مبتلا ہوں۔

(95)

آپ سنواریں میں ملیں، میں ملیاں سُکھ ہوءِ

فریدا جے توں میرا ہوءِ رہیں، سبھ جگ تیرا ہوءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

سنواریں: ٹھیک کریں۔ملاں یا ملیاں: ملنا۔جگ: دنیا۔

ترجمہ: ارشاد ربانی ہے کہ جو میرا ہو گیا میں اس کا ہو گیا۔حضرت بابا فرید فرماتے ہیں کہ اے بندے اگر تو پاک صاف ہو کر نیک نیتی کے ساتھ اللہ کا ہو جائے تو پھر تجھے سکھ ہی سکھ ملے۔

(96)

کندھی اُتے رُکھڑا کچرک بنھّے دھیر

فریدا کچے بھانڈے رکھیٔے، کچر تائیں نیر

مشکل الفاظ کے معانی:

کندھی: کنارہ۔رُکھڑا: رکھ درخت۔کچرک: کب تلک: دھیر: تسلی۔نیر: آنسو۔

ترجمہ: دریا کے کنارے جو درخت ہے اُس کی کوئی معیاد نہیں وہ کسی وقت بھی گر سکتا ہے۔دریا کا بہاؤ کناروں کو مسلسل ڈھاتا جاتا ہے اور کنارے پر لگا درخت نیچے سے زمین نکل جانے پر لازماً گر پڑتا ہے۔اس طرح مٹی کے کچے برتن میں پانی کب تک جمع رہ سکتا ہے؟

اس میں سے پانی قطرہ قطرہ ٹپک کر آخر ختم ہی ہو جاتا ہے۔اسی طرح زندگی کا وقت بھی لحہ بہ لحہ گزرتا چلا جاتا ہے۔اور آخر کار انسان کو موت آجاتی ہے۔

(97)

فریدا محل نسکھن رہ گئے واسا آیا تل

گوراں سے نمانیاں بہسن روحاں مَل

آکھیں شیخا "بندگی" چلن اج کہ کل

مشکل الفاظ کے معانی:

نسکھن: غیر آباد۔واسا: رہائش۔مل: ویرانہ۔آکھیں: کہنا۔بندگی: سلام۔نمانیاں: مجبور۔

ترجمہ: اے فرید! عالی شان مکانات اور محل خالی ہو گئے کیونکہ محلوں میں رہنے والوں نے قبروں میں اپنا ٹھکانہ بنالیا ہے۔بہت سے عاجز روحیں قبروں میں سما گئی ہیں۔مطلب یہ کہ دولت مند اور امراء جو محلوں میں رہتے تھے۔مرنے پر قبروں میں دفن ہو کر محلات خالی کر گئے۔اس لئے اے انسان! تو خدا کی یاد سے غافل نہ ہو۔اسی کا ورد کر کہ تجھے آج کل ہی اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔

(98)

فریدا موتے دا بناں ایویں جیوں دریاوے ڈھاہ

اگے دوزخ تپیا سُنیے ہُول پوے کہاءَ

اِکناں نوں سبھ سوجھی آئی اِک پھردے بے پرواہ

عمل جو کیتے آ دُنی وِچ سے درگاہ اوگاہ

مشکل الفاظ کے معانی:

موتے: موت۔بناں: منڈیر، کنارہ۔دسے: دکھائی دے۔جیون: زندگی عمر۔دی ڈھاہ: دریا کا زور میں کناروں کو ڈھانا۔ہُول: خوف۔سوجھی: سمجھ میں آیا۔اگواہ: گواہ۔دے

پرواہ: بے پرواہ۔ دُنی: دنیا۔

ترجمہ: اے فرید! موت کا کنارہ یوں نظر آرہا ہے جیسے دریا کے کنارے کو لگی ہو اور اس کے کناروں کی زمین گرتی جاتی ہے۔ آگے دوزخ تپ رہا ہے اور ہائے ہائے کی آواز آتی سنائی دیتی ہے۔ اس پر بھی ایک وہ لوگ ہیں جو بے فکر ہو کر پھر رہے ہیں جو عمل انہوں نے دنیا میں کیے ہیں وہی آخرت میں گواہ ہو جائیں گے۔

(99)

فریدا دریاوے کنّے بگلا بیٹھا کیل کرے
کیل کریندے ہنجھ نوں اچنتے باز پئے
باز پئے تس رب دے کیلاں وسریاں
جو من چت نہ چیتے سن سو گالیں رب کیاں

مشکل الفاظ کے معانی:

کنّے: کنارے۔ کیل کرنا: جھومنا۔ باز: پرندہ مراد فرشتہ اجل۔ ہنجھ: ایک آبی پرندہ، ہنس، بگلا۔ اچنتے: اچانک وسریاں: بھول گئیں۔ من چت نہ چیتے: خیال میں۔ گالیں: باتیں۔ کیاں: کیں۔

ترجمہ: بابا فریدؒ دریا کے کنارے ایک بگلے کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ وہ کھیل کلیل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اس ہنس نما بگلے کو اچانک ایک باز آپڑتا ہے۔ یہ باز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور اس کے بگلے کو ساری کھیلیں، ساری کلیلیں بھول جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ وہ ایسے ایسے کام کرتا ہے جو کسی کے خیال، قیاس اور وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے۔

یہی حالت انسان کی ہے وہ دنیا کے کاموں میں کھویا ہوا ہے اچانک اُسے موت کا پیغام آجاتا ہے وہ دنیا کو چھوڑ جاتا ہے اور پھر مرنے والے کو نیک اعمال کی مہلت نہیں ملتی۔

(100)

ساڈھے ترے من دیہڑی، چلّے پانی اَنّ
آیو بندہ دُنی وچ وت آ سونی بنّھ
ملک الموت جاں آوسی سبھ دروازے بھنّ
تنہاں پیاریاں بھائیاں، اَگّے دِتا بنّھ
ویکھو بندہ چلیا، چونہہ جنیاں دے کنّھ
فریدا عمل جے کیتے دُنی وچ، درگاہ آئے کم

مشکل الفاظ کے معانی:

ساڈھے ترے من: ساڑھے تین من۔ دیہڑی: جسم۔ اَنّ: اناج۔ بنّھ: باندھ کر۔ ملک الموت: موت کا فرشتہ۔ بھنّ: توڑ کر۔ کنّھ: کندھا۔ دروازے: جسم انسانی کے نوسوراخ۔ سونی: اداس۔ جنیاں: انسان۔ درگاہ: اللہ تعالیٰ کے حضور۔

ترجمہ: انسان کے جسم کا بوجھ ساڑھے تین من ہے اناج اور پانی کے سہارے زندہ اور چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ آدمی دنیا میں آیا ہے اور آسیں اُمیدیں باندھے دنیا میں چلا پھرتا ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ موت کا فرشتہ اُس کی جان قبض کرنے کی خاطر اُس کے محل کے سب دروازوں کو اور اُس کے جسم کی سب مزاحمتوں کو توڑتا ہوا آپہنچے گا۔ پھر اُس کے اپنے ہی پیارے بھائی اُس کے رشتہ دار اُسے سب کے آگے کفن میں باندھ دیں گے۔ اے لوگو! عبرت کی نگاہ سے دیکھو کہ یہ اُس انسان کی میت ہے جو پہلے اُمیدیں باندھے چلتا پھرتا تھا اور اب چار آدمیوں کے کاندھوں پر چلا جا رہا ہے۔ اگلے جہاں میں اس کا کوئی وسیلہ نہیں صرف وہی نیک عمل جو اُس نے زندگی میں کیے تھے خدا کی بارگاہ میں اس کے کام آئیں گے۔

(101)

فریدا ہوں بلہاری تنہاں پنکھیاں، جنگل جینہاں واس
کنکر چگن تھل وسن رب نہ چھوڈن پاس

مشکل الفاظ کے معانی:

ہوں: میں۔ بلہاری: قربان جاؤں۔ واس: بسیرا۔ پاس: راستہ۔ تھل: ریگستان۔ چھوڑن: چھوڑیں، ترک کریں۔

ترجمہ: اے فریدؒ میں اُن پرندوں یعنی انسانوں کے قربان جاؤں جو جنگل میں بستے ہیں کنکر کھاتے ہیں، یعنی بیابانوں میں روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کرتے ہیں لیکن وہ حق کو نہیں چھوڑتے۔

(102)

فریدا رُت پھری ون کنبیا، پت جھڑے جھڑ پا ییں
چارے کنڈاں ڈھونڈیاں، رہن کتھاءُ ناہیں

مشکل الفاظ کے معانی:

رُت: موسم۔ وَن: درخت۔ کنبیا: کانپنا۔ وَن کنبیا: مراد بدن میں رعشہ پڑنا۔ پت جھڑ: موسم خزاں۔ چارے کنڈاں: چاروں طرف۔ کتھاؤ: کہیں نہیں۔ رہن: رہنا۔ رہن کتھاؤں ناہیں: آرام نہ پانا۔

ترجمہ: اے فریدؒ! موسم بدلا تو جنگل کے درخت تیز ہواؤں کے باعث ہلنے، ڈولنے اور جھومنے لگے اور ان سے پتے جھڑ جھڑ کر گرنے لگے۔ لیکن میں نے زمین کے چاروں کناروں کو دیکھا اور مجھے رہنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔

(103)

فریدا پاڑ پٹولا دھج کری، کمبلڑی پہریو
جنھیں ویسیں شوہ ملے سے ای ویس کریو

مشکل الفاظ کے معانی:

پٹولا: ریشمی کپڑا۔ پاڑ: پھاڑ کر۔ دھج کری: چیتھڑے بنائے۔ کمبلوی: کمبلی۔ پہریو: پہنیا۔

ویس: بھیس۔شوہ: محبوب، مراد خدا۔سے ای: وہی۔

ترجمہ: اے فریدؒ! اپنا ریشم کا لباس پھاڑ کر اُس کو دھجی دھجی کر ڈال اور اُس کی بجائے کمبلی پہن لے۔ جس بھیس کے کرنے سے محبوب ملتا ہو تجھے وہی بھیس کر لینا چاہیے۔

(104)

کائے پٹولا پاڑتی کمبلڑی پہرے
نانک گھر ہی بیٹھاں شوہ ملے، جے نیت راس کرے

مشکل الفاظ کے معانی:

کائے: کس لئے۔پاڑتی: پھاڑے: پہرے: پہنے۔راس: صاف۔

ترجمہ: ریشمی کپڑے کیوں پھاڑے اور کملی کیوں پہنے۔اے نانک! گھر میں بیٹھے ہی تجھے محبوب مل جائے گا بشرطیکہ تو اپنی نیت کو سچا رکھے۔

(105)

فریدا گرب جیہناں وڈیاں، دھن جوبن آگاہ
خالی چلے دھنی سیوں ٹبے جیوں مینہاں

مشکل الفاظ کے معانی:

وڈیایاں: فخر، بڑائیاں، غرور۔گرب: غرور۔دھن: دولت۔آگاہ: زیادہ۔جوبن: جوانی۔ٹبہ: ٹیلا۔دھنی: مالک، شوہ، خصم۔مینہاں: بارش۔

ترجمہ: اے فریدؒ جن لوگوں کو بڑا ہونے کا غرور تھا وہ دولت اور حسن پر مان کرتے تھے وہ اپنے مالک حقیقی کی رحمت سے محروم چلے گئے جس طرح کھیت میں اونچا ٹبہ بارش کے پانی سے محروم رہ جاتا ہے۔

(106)

فریدا تنھاں مکھ ڈراوَنے، جیہناں وساریا ناؤں
ایتھے دُکھ گھنیرے آ، اَگے ٹھور نہ ٹھاؤں

مشکل الفاظ کے معانی:

تہاں: اُن کے' وساریا: بھلایا۔ ناؤں: رب کا نام۔ گھنیرے آ: گھنے۔ ٹھو: ٹھکانہ۔ تھاؤں: جگہ۔

ترجمہ: اے فریدؒ! جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام بھلا دیا۔ جنہوں نے کوئی نیک عمل کیا اُن کے چہرے خوف ناک ہو گئے۔ اس جہان میں ان کو بہت دکھ ہیں اور اگلے جہان میں بھی انہیں پناہ کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا کہ اگلا جہان تو ہے ہی اُن لوگوں کے لیے جو اللہ کو یاد کرتے اور یاد رکھتے ہیں۔

(107)

فریدا پچھل رات نہ جاگیوں' جیوندڑو مویوں

جے تیں رب وساریا تاں رب نہ وسریوں

مشکل الفاظ کے معانی:

مویوں: مرگیا۔ پچھل رات: صبح کے وقت۔ جاگیوں: تم جاگ اٹھے۔ جیوندڑو: جیتے جی۔ وسریوں: تمہیں بھلا دیا۔

ترجمہ: اے فریدؒ اگر تو نے پچھلی رات جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی تو سمجھو کہ تو جیتے جی مرگیا تو نے اپنے پیدا کرنے والے کو بھلا دیا لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایات پر غور کرو کہ اُس نے تیری بے توجہی کے باوجود تجھے نہ بھلایا اور تجھے ہر طرح کے آرام و آسائش سے نوازا۔

(108)

فریدا کنت رنگاولا وڈا وے محتاج

اللہ سیتی رتیا' ایہہ سچاوا ساج

مشکل الفاظ کے معانی:

کنت: مالک۔ رنگاوالا: بڑی قدرتوں والا۔ وے محتاج: بے نیاز جن کی کوئی احتیاج نہ ہو۔

سیتی: ساتھ۔ رتیاں: رنگی ہوئی۔ سچاوا: سچ والا۔ ساج: سامان۔

ترجمہ: اے فریدؒ! رب تعالیٰ کے بہت رنگ ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں اس دنیا میں جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ گیا' اُسی کا روپ سچا روپ ہے۔

(109)

فریدا دُکھ سُکھ اِک کرٗ دِل تھیں لاہ وکار

اللہ بھاوے سو بھلا' تاں لبھی دربار

مشکل الفاظ کے معانی:

تھیں: سے لاہ: دور کر۔ بھاوے: چاہے۔ لبھی: حاصل ہو۔ وِکار: برائی۔

ترجمہ: اے فرید دنیا کے دکھ درد اور آسائشیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ اچھا آدمی اور اچھا کام وہی ہے جو اللہ کو اچھا لگے۔ تو اس بات کا خیال رکھے گا' تب تیری رسائی اللہ کے دربار تک ہوگی ورنہ نہیں۔

(110)

فریدا دُنی وجائی وجدی' تُوں بھی وجیں نال

سوائی جیو نہ وجدا' جس اللہ کردا سار

مشکل الفاظ کے معانی:

دُنی: دنیا۔ جیو: بندہ روح۔ سار: خبر۔ سوای: وہی۔ وجائی: بجانا۔ وجدی: بولتی ہے۔

ترجمہ: اے فریدؒ یہ دنیا بانسری کی مانند ہے جس کو شیطان بجا رہا ہے اور سب اُس کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔ صرف وہی شخص دنیا کے ساتھ ساتھ ناچنے سے بچا رہتا ہے جس پر اللہ کی رحمت ہے اور سب اُس کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔

(111)

فریدا دل رتا اس دُنی سیوں' دُنی نہ کیتے کم

مثل فقیراں گاکھڑی' سو پایئے پُور کرم

مشکل الفاظ کے معانی:

سیوں: ساتھ۔ گاکھڑی: مشکل۔ پُور کرم: نیک اعمال۔

ترجمہ: اے فرید دل دنیا کی رنگینیوں میں پھنس گیا ہے لیکن یہ دنیا کسی کام نہ آئی اس دنیا میں درویشوں کا فقیروں کا راستہ اختیار کرو بظاہر یہ مشکل راستہ ہے لیکن اس کا انجام بہتر ہے۔

(112)

پہلے پہرے پُھلڑا' پھل بھی پچھلی رات
جو جاگیں لہن سے' سائیں کنوں دات

مشکل الفاظ کے معانی:

پہلے پہرے: رات کا پہلا حصہ۔ پُھلڑا: پھول' بور۔ سائیں: مالک' مراد خدا۔ لہن سے: لیں گے۔ کنوں: پاس۔ دات: دولت۔

ترجمہ: اے فریدؒ! رات کے پہلے حصے میں صرف پھل اور بور لگتا ہے اصل عمل ان لوگوں کے لیے ہے جو رات کے پچھلے پہر میں جاگتے ہیں۔ جو عبادت گزار رات کے اس پچھلے پہر میں جاگ رہے ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش اور انعام پاتے ہیں کہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کرتا ہے۔

(113)

داتیں صاحب سندیاں' کیا چلیں تس نال
اِک جاگندے نہ لہیں' اِک سُتیاں دے اُٹھال

مشکل الفاظ کے معانی:

داتیں: نعمتاں: صاحب: آقا۔ تس نال: اس کے ساتھ۔ جاگندے: جاگتے ہوئے۔ لہیں: لیتے ہیں۔ اُٹھال: اُٹھا کر۔

ترجمہ: یہ نعمتیں یہ تحفے اللہ کی طرف سے ہیں۔ وہ جسے چاہے نوازے اُس کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا۔ ایسے میں جو رات بھر جاگ جاگ کر عبادت کرتے ہیں لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں سوتے سے اُٹھا کر دے دیتا ہے۔

(114)

ڈھونڈیندڑیئے سُہاگ کُوں تُو تن کائی کور
جیہناں ناؤں سُہاگنی' تنہاں جھاک نہ ہور

مشکل الفاظ کے معانی:

کائی: کوئی۔ جھاک: انتظار۔ سہاگ: خاوند۔ کور: خامی۔

ترجمہ: اے سہاگ ڈھونڈنے والی! اگر تو اب تک اپنی تلاش و جستجو میں ناکام رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تیری اپنی ذات میں کوئی عیب' کوئی خامی اور کوئی کسر ہے۔ جو صحیح معنوں میں سہاگنی کہلانے کی حقدار ہوتی ہیں وہ تو سوائے اپنے محبوب کے کسی اور سے اُمید ہی نہیں لگاتیں اور نہ اُن کے دل میں کوئی اور یا کسی اور کی چاہت ہوتی ہے۔

(115)

صبر منجھ کمان اے' صبر کانیہو
صبر سندا بان' خالق خطا نہ کری

مشکل الفاظ کے معانی:

صبر: حوصلہ۔ منجھ: میں۔ نیہو: چلا۔ گھو پیا: کمان کا چلہ۔ بان: تیر۔

ترجمہ: بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو صبر کی کمان اور صبر ہی کا چلہ بنا نہ تیر چلائے گا۔ تو خالق ہرگز خطا نہیں کرے گا۔ ضرور انشاء اللہ مراد پر لگے لگا۔ کیونکہ صبر فرحت کی کنجی ہے اور صبر کرنے سے ہر مراد حاصل ہوتی ہے۔

(116)

صبر اندر صابری' تُن ایویں جالین
ہون نجیاں خدائے دے' بھیت نہ کسے دین

مشکل الفاظ کے معانی:

صابری: صبر کرنے والے۔ جالین: برداشت کریں۔ بھیت: بھید۔ نجیک: نزدیک۔

ترجمہ: جو لوگ صبر کرتے ہیں اور دکھ درد کو اپنے جسم پر برداشت کرتے ہیں کہ صبر کرنے کی عادت انہیں خدا کے نزدیک لے جاتی ہے لیکن وہ اپنا بھید کسی کو نہیں دیتے اور اسے عشق کی طرح دوسروں سے چھپائے رکھتے ہیں۔

(117)

صبر ایہہ ساوٗ جے توں بندہ ڈڑ کریں
ودھ تھیویں دریاوٗ ٹُٹ نہ تھیویں واہڑا

مشکل الفاظ کے معانی:

ساوٗ: قیمتی، نفع۔ دریاوٗ: دریا۔ ودھ تھیویں: زیادہ ہو جائے گا۔ واہڑا: نالہ۔

ترجمہ: صبر ہی ایک قیمتی چیز ہے اگر انسان اُس پر یقین کرے۔ اگر تو یقین کر گیا تو ایک دریا بن جائے گا لیکن اگر تو نے صبر کا ساتھ چھوڑ دیا تو تیرے ہیں کچھ بھی نہیں رہے گا۔

(118)

فریدا درویشی گاکھڑی چوپڑی پریت
اِکن کنھے چالئیے درویشاوی ریت

مشکل الفاظ کے معانی:

چوپڑی: ظاہری۔ گاکھڑی: کٹھن۔ پریت: محبت: درویشاوی: درویشوں والی۔ ریت: طریقہ۔ اِکن: اس طرح۔ کنھے: کس نے چالئے: چلائی ہے۔

ترجمہ: اے فرید! اصلی درویشی کا طریق بڑا کٹھن ہے۔ یہ لمبے لمبے جبوں اور ہزار دانہ تسبیحوں والی درویشی جو عام دیکھنے میں آتی ہے، دکھاوے کی پریت جیسی ہے۔ یہاں کتنے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اصل درویشی کی ریت کو صحیح طور پر چلایا اور نبھایا ہے۔ کم بہت ہی کم۔

(119)

تن تپے تنور جیوں بالن ہڈ بلن
پیرس تھکاں سر جُلاں جے موں پر مِلن

مشکل الفاظ کے معانی:

تن: جسم۔ جُلاں: چلوں۔ جیوں: کی طرح۔ بالن: ایندھن۔ ہڈ: ہڈیاں۔ بلن: جلتی ہیں۔
مُوں: مجھے۔ پری: پیار امراد محبوب حقیقی' اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: میرا تن تنور کی طرح تپتا ہے اور میری ہڈیاں سوختنی لکڑی کی طرح جلتی ہیں۔ محبوب کی تلاش میں چلتے چلتے میرے پاؤں تھک جائیں گے تو میں سر کے بل چلوں گا کہ اسی طرح ہی سہی مجھے میرا پیار تو ملے!

(120)

تن نہ تپاءِ تنور جیوں' بالن ہڈ نہ بال
سر پیریں کیا پھیڑیا' اندر پری نہال

مشکل الفاظ کے معانی:

پھیڑنا: گنوانا۔ پری: محبوب۔ نہال: راضی۔ جھگڑالو' فسادی۔

ترجمہ: اے انسان تو اپنے محبوب کی تلاش میں اپنے جسم کو تنور کی مانند کیوں تپا رہا ہے وہ اپنی ہڈیوں کو ایندھن کی طرح کیوں جلا رہا ہے۔ تیرے سر اور پاؤں نے کیا بگاڑا ہے کہ تو انہیں تکلیف دے رہا ہے۔ تو غور سے دیکھ تیرا محبوب تو تیرے اندر خوش و خرم بیٹھا ہے۔

(121)

ہوں ڈھوڈیندی سجناں' سجن میںڈے نال
نانک اِلکھ نہ لکھئے گُر مکھ دئے وِکھال

مشکل الفاظ کے معانی:

ہوں: میں۔ ڈھونڈیندی: ڈھونڈتی ہوں۔ میںڈے: میرے۔ اَلکھ: جو دیکھا نہ جا سکے۔
لکھئے: ظاہر ہو۔ گرمکھ: پیر و مرشد۔ وکھال: دکھاوے۔

ترجمہ: میں ساجن یعنی خدا کو جگہ جگہ ڈھونڈتی پھرتی ہوں حالانکہ ساجن (یعنی خدا) میرے

ساتھ میری روح میں ہے۔ اے نانک! اُس نظر نہ آنے والے (خدا) کا چہرہ تو صرف گورو (یعنی مرشد) ہی دکھاتا ہے یہ اور کسی کے بس کی بات نہیں۔

(122)

ہنساں ویکھ ترندیاں بگاں آیا چاوَ
ڈُب موئے بگ پُڑے سر تَل اُپر پاوَ

مشکل الفاظ کے معانی:

ہنساں: ہنس۔ ترندیاں: تیرتے ہوئے بگاں: بگلے۔ پڑے: بے چارے۔ تَل: نیچے۔ پاوَ: پاؤں۔

ترجمہ: ہنسوں کو تیرتے ہوئے دیکھ کر بگلوں کو بھی تیرنے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن بگلے بیچارے ڈوب گئے اور ایسے ڈوبے کہ اُن کے سر تو نیچے آ گئے اور پاؤں اوپر چلے گئے۔

(123)

میں جانیا وڈ ہنس ہے تاں میں کیتا سنگ
جے جانا بگ پڑا جنم نہ بھیڑی اَنگ

مشکل الفاظ کے معانی:

ہنساں: ہنس۔ ترندیاں: تیرتے ہوئے بگاں: بگلے۔ پڑے: بے چارے۔ تَل: نیچے۔ پاوَ: پاؤں۔

ترجمہ: میں نے سمجھا کہ یہ راج نہیں ہے اسی لیے میں نے اُسے اپنا ساتھی بنایا اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ تو بیچارہ ایک بگلا ہے کبھی بھی اُسے اپنا ساتھی نہ بناتا۔ جناب باباجیؒ ادائے معکوس کے لئے کنوئیں میں لٹکے ہوئے تھے تو ایک عیالی بھی آ کر لٹک گیا جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو ایک سالک راہ خدا جان کر اس کے ساتھ صحبت کی تھی۔ اگر مجھ کو اس کی حقیقت کا پتہ ہوتا تو ہرگز اس کو اپنے پاس نہ آنے دیتا۔

(124)

کیا ہنس کیا بگلا جاں کو نظر کرے

جے تس بھاوے نانکا کاگوں ہنس کرے

مشکل الفاظ کے معانی:

جاں کہو: جاں کو یعنی جس کو۔ تس: اوس نوں۔ بھاوے: پسند آئے۔ کاگ: کوا۔

ترجمہ: اس شعر کے جواب میں بابا نانک فرماتے ہیں: اے نانک! ہنس یا بگلا خواہ کوئی ہو جس پر خدا کی نظر ہو جائے اور اسے پسند آ جائے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کوے کو ہنس بنا دے۔ مفہوم یہ ہے کہ خدا کی رحمت اگر چاہے تو گنہگار اور بے عملوں کو بھی بخش دے۔ اللہ برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

(125)

سرو ور پنکھی ہیکڑو پھاہی وال پچاس

ایہہ تن لہریں گڈتھیا' سچے تیری آس

مشکل الفاظ کے معانی:

سرو ور: تالاب۔ ہیکڑو: اکیلا۔ پھاہی وال: شکاری۔ گڈتھیا: پھنس گیا۔ سچے: اللہ۔ آس: اُمید۔

ترجمہ: جھیل کی سطح پر پرندہ اکیلا ہے اور اس ایک پرندے کو شکار کرنے کے لیے پچاس شکاری گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ تن (پرندہ) جھیل کی لہروں میں پھنس چکا ہے۔ اے سچے رب! اب تیری ہی آس ہے کہ تو اسے جھیل کی طوفانی لہروں اور شکاریوں دونوں کا شکار ہونے سے بچا لے گا۔

(126)

کون س آکھر کون گن' کون س منی آمنت

کون س ویسو ہوں کری جت وس آوے کنت

مشکل الفاظ کے معانی:

اَکھر: اچھا حرف۔ گن: خوبی۔ س منی آمنت: اسم اعظم، عمل۔ کون س منی آ: کون سا قیمتی موتی۔ مُنت: منتر۔ ویس: لباس۔ س لیسو: اچھا لباس۔ ہوں کری: میں کروں۔ جت: جس۔ وس آوے: قابو میں آئے۔ کنت: پیارا۔

ترجمہ: محبوب کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے وہ کونسا حرف ہے جس کا میں ورد کروں؟ محبوب کو اپنا بنانے کے لیے میں کونسا گن اپناؤں؟ وہ ہیرے جیسا قیمتی منتر کونسا ہے جو میں محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے پڑھوں اور وہ لباس کونسا ہے کہ جسے میں پہنوں تو محبوب بے بس ہو کر میرے بس میں آجائے۔

(127)

نون س اَکھر، کھون گُن جیھا منی آمنت
ایہہ ترے بھینے ویس کرُ تاں وس آوی کنت

مشکل الفاظ کے معانی:

نون: جھکنا۔ کھون: حلیمی۔ گن: خوبی، ہنر۔ جیھا: زبان۔ ویس: لباس۔ کنت: مالک۔ بھینے: بہنیں۔

ترجمہ: اے انسان تو جھکنا سیکھ۔ حلیمی اور بردباری سے کام لے اور زبان سے میٹھا بول اگر تو اِن تین چیزوں کو اپنا لے گا تو اپنے پیارے کو حاصل کر لے گا۔

(128)

مت ہندی ہوئے ایانا تان ہندے ہوئے نتانا
ان ہندے آپ ونڈائے، کوئی ایسا بھگت سدائے

مشکل الفاظ کے معانی:

مت: عقل۔ ایانا: نادان۔ تان: زور طاقت۔ نتاناں: کمزور۔ اَن ہندا: جو کچھ بھی نہ

رکھنا ہو۔ بھگت: درویش۔ سدائے: کہلائے۔ ونڈائے: تقسیم کرے۔

ترجمہ: جو عقلمند ہو لیکن خود کو نادان ظاہر کرے۔ طاقت رکھتا ہو لیکن اپنے آپ کو کمزور ظاہر کرے اور جو اپنے پاس مال واسباب کی کمی کے باوجود دوسروں سے اپنے تھوڑے کو بانٹ لے اور خود تنگی میں ہونے کے باوجود حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے ایسا شخص ہی اللہ والا اور درویش کہلا سکتا ہے ورنہ کمبل پہننے اور گلے میں موٹے منکوں کی مالا ڈال لینے سے تو کوئی درویش اور اللہ والا نہیں بن جاتا۔

(129)

اِک پھکا نہ گالائیں' سبھناں میں سچا دھنی
ہیاؤ نہ کہیں ٹھاہیں مانک سب امولویں

مشکل الفاظ کے معانی:

پھکا: روکھا۔ گالائیں: بول۔ کہہ۔ سچا۔ دھنی: مراد خدا تعالیٰ۔ ہیاؤ: ول۔ ٹھاہ: دل شکستہ۔ امولویں: بہت قیمتی۔

ترجمہ: اے بندے! تو کسی سے ایک لفظ بھی روکھا پھیکا نہ بولنا کیونکہ سب میں سچا رب بستا ہے اور تو کبھی کسی کا دل نہ توڑنا کیوں سب دل قیمتی ہوتی ہیں۔

(130)

سبھناں مَن مانک ٹھاہن مُول مچانگوا
جے تو پریا دی سِک' ہیاؤ نہ ٹھاہیں کہیں دا

مشکل الفاظ کے معانی:

مانک: موتی، لعل۔ ٹھاہن: توڑنا' دکھانا۔ مچانگوا: اچھا نہیں۔ پریا: پیارا۔ سک: خواہش۔

ترجمہ: ہر انسان کے اندر قیمتی موتی ہے۔ اس لئے اس موتی (دل) کو توڑنا مناسب نہیں۔ خدا ہر جگہ اور ہر دل میں سمایا ہوا ہے۔ اگر تجھے اس (خدا۔ محبوبِ حقیقی) سے ملنے کی خواہش ہے تو کسی کا دل آزردہ مت کر۔

حضرت بابا فریدؒ کی آسابانی

(1)

دِلوں محبت جیں، سے ای سچے آ

جیں من ہور، مُکھ ہور، سے کانڈھے کچے آ

مشکل الفاظ کے معانی:

سچے آ: سچے۔ مُکھ: منہ۔ کانڈھے: کہتے ہیں۔ سے کانڈھے کچے آ: کچی محبت والے۔

ترجمہ: جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت ہے۔ وہی سچے درویش ہیں لیکن جن کے دل میں کچھ اور ہے اور زبان پر کچھ اور وہ منافق ہیں۔ وہ بارگاہِ الٰہی سے نکال دیئے گئے۔

(2)

رتے عشق خداءِ رنگ دیدار کے

وِسریا جیں نام، تے بھوئیں بھار تھئے

مشکل الفاظ کے معانی:

وسریا: بھول گیا۔ جیں: جن کو۔ بھوئیں: زمین

ترجمہ: جو خدا کے عشق میں رنگے ہوتے ہیں وہی اللہ کا دیدار کر سکتے ہیں جنہوں نے خدا کا نام بھلا دیا وہ زمین کا بوجھ بن گئے۔

(3)

آپ لیئے لڑ لاءِ در درویش سے

تِن دھن جنیدی ماؤ، آئے سپھل سے

مشکل الفاظ کے معانی:

جنیدی: جنم دینے والی۔ ماؤ: ماں۔ سپھل: کامیاب ہونا۔ دھن: قسمت والی۔

ترجمہ: جو درویش کی بارگاہ میں آ گیا خدا نے خود اس کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اُسے جنم دینے والی ماں مبارک باد کی مستحق ہے کہ وہ کامیاب و کامران ہے۔

(4)

پروردِگار، اَپار، اگم، بے اَنت تُوں
جیہناں پچھاتا سچ، چُماں پیر مُوں

مشکل الفاظ کے معانی:

پروردگار: پالنے والا مراد خدا تعالیٰ۔ اَپار: بے نیاز۔ پچھاتا: پہچانا۔ اگم: پہنچ سے باہر۔ چُماں: بوسہ دوں۔ مُوں: مونہہ۔ سچ: حق۔

ترجمہ: اے خدا! تو سب کا پالن ہار ہے۔ تو پہنچ سے باہر اور لامحدود ہے۔ جنہوں نے اس سچائی کو پہچانا وہ اس قابل ہیں کہ اُن کے پاؤں کو چوما جائے۔

(5)

تیری پناہ خداءِ تُوں بخشندگی
شیخ فریدے خیر دیجئے بندگی

مشکل الفاظ کے معانی:

پناہ: حفاظت۔ بخشندگی: بخشش، معافی۔ فریدے: فرید کو۔ خیر: خیرات۔ بندگی: عبادت۔

ترجمہ: اے خدا میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنی بخشش شیخ فرید کو خیرات میں دے اور اس کے ساتھ میں میری طرف سے بندگی قبول کر۔

☆☆☆

آسا بانی دوسری

(1)

بولے شیخ فرید پیارے اللہ لگے
اِہ تن ہوسی خاک نمانی، گور گھرے
اَج ملاوا شیخ فریدا
ٹھاکم کونجڑیاں، منوں مچندڑیاں

مشکل الفاظ کے معانی:

بولے: کہتا ہے۔ گور: قبر۔ نمانی: عاجز۔ تن: جسم۔ ملاوا: میل۔ ٹھاکم: روکوں۔ کونجڑیاں: کونجیں، مراد جسم انسانی۔ منوں: مچندڑیاں: دل کو بھڑکانے) والی۔

ترجمہ: شیخ فریدؒ کہتے ہیں کہ اے دوست اللہ سے لو لگا۔ تیرا عاجز جسم مٹی ہو جائے گا اور یہ قبر تیرا گھر ہو گا۔ شیخ فریدؒ خدا سے اُسی زندگی میں ملاپ ہو سکتا ہے بشرطیکہ کونجوں (خواہشات نفسانی) کو روک لو جو دل کے جذبات کو بھڑکانے والی ہیں۔

(2)

جے جانا مر جائیے، گھم نہ آئیے
جُھوٹھی دنیا لگ نہ آپ ونجائیے

مشکل الفاظ کے معانی:

گھم: دوبارہ آ کر۔ لگ پیچھے کر۔ ونجائیے: ضائع کریں۔

ترجمہ: اے بندے! اگر تجھے اس بات کا یقین ہے کہ آخر کار مر جانا ہے اور مرنے کے بعد یہاں واپس نہیں آنا ہے تو تو اس جھوٹی، مکار اور دل فریب دنیا کے پیچھے لگ کر اپنے آپ کو برباد نہ کر۔

(3)

بولئے سچ دھرم جھوٹ نہ بولیے
جو گُر دسّے واٹ مریداں جولیے

مشکل الفاظ کے معانی:

گُر: پیر۔ واٹ: راستہ: مریداں: چیلے، پیروکار۔ جو لیے: چلئے۔

ترجمہ: اے بندے! اپنے ایمان کے ساتھ سچ بولنا اور جھوٹ ہرگز ہرگز کسی حال میں نہ بولنا۔ جو راستہ تجھے تیرا مرشد بتائے، تجھے اُس راستے پر چلنا چاہیے۔

(4)

چھیل لنگھندے پارؒ من دھریا
کنچن ونّے پاسے کلوت چیریا

مشکل الفاظ کے معانی:

چھیل: سجیلا نوجوان مراد مرشد۔ گوری: مُیار، بیوی۔ دھیریا: صبر۔ کنچن: سونا۔ ونے: جیسے۔ پاسے: پہلو۔ کلوت: آرا، لکڑی چیرنے کا آلہ۔

ترجمہ: جب ہمت اور حوصلے والے جوان یعنی سالک خوف اور لالچ کے دریا سے پار گزر جاتے ہیں تو عورتوں جیسے کم ہمت لوگ بھی ان کو دیکھ کر ہمت پکڑتے اور حوصلہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو سونے چاندی اور دنیا کے مال و دولت کی طرف راغب ہیں وہ آرے سے چیرے جائیں گے اور مبتلائے عذاب ہوں گے۔

(5)

شیخ حیاتی جگ، نہ کوئی تھر رہیا
جس آسن ہم بیٹھے کیتی بیس گیا

مشکل الفاظ کے معانی:

جگ: دنیا۔ تھر: اٹل۔ آ سن: آستان، جگہ۔ بیس: بیٹھ۔ کیتی: کئی۔

ترجمہ: اے شیخ فرید! دنیا میں کوئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم نہیں رہا۔ یہاں آنے جانے کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ جس جگہ پر ہم بیٹھے ہیں معلوم نہیں اُس پر کتنے لوگ بیٹھ چکے ہیں۔

(6)

کتک کونجاں، چیت ڈونہہ، ساون بجلیاں
سیالے سوہندیاں پر گال باھڑیاں

مشکل الفاظ کے معانی:

چیت: پہلا دیسی مہینہ۔ کتک: وہ مہینہ جو اکتوبر نومبر میں آتا ہے۔ ڈونہہ: جنگل کی آگ، مراد بہار۔ سیالے: موسم سرما۔ سوہندیاں: اچھی لگتی ہے۔ پر: پیارا۔ باہڑیاں: باہیں۔

ترجمہ: کاتک کے مہینے میں کونجوں کی ڈاریں آتی ہیں۔ چیت کے مہینے میں جنگلوں میں سرخ سرخ پھولوں کی کثرت سے یوں لگتا ہے جیسے جنگل میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگی ہوئی ہے۔ ساون کے مہینے میں بجلیاں چمکتی ہیں سردیوں کے موسم میں عورتیں اپنے محبوب کے گلے میں بازو ڈال کر سوتی ہیں جو بھلے لگتے ہیں۔

(7)

چلّے چلّن ہار وچاراں لے ءِ منوں
گنڈھیندیاں چھے ماہ، تُوندیاں ہک کھنو

مشکل الفاظ کے معانی:

چلّن ہار: چلے جانے والے۔ گنڈھیندیاں: بنتی ہیں۔ تڑندیاں: جاتی ہیں۔ کھنو: پل۔

ترجمہ: روانہ ہونے والا دل میں سوچتا ہے جس کے جوڑنے یا بننے میں چھ ماہ صرف ہو گئے ہیں اُن کے ٹوٹنے میں صرف ایک پل رہ گیا ہے۔

(8)

زمین پُچھے اَسمان' فریدا' کھیوٹ کن گئے

جالن گوراں نال اُلاہمے جیا سہے

مشکل الفاظ کے معانی:

کھیوٹ: ملاّح۔ کن: کتنے۔ جالن: برداشت کرنا۔ اُلاہمے: شکوے۔ جیا: جان۔ سہے: برداشت کرے۔

ترجمہ: اے فریدؒ! آسمان' زمین سے پوچھ رہا ہے کہ وہ ملاح یعنی دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ' حاکم' سلطان اور امراء کدھر گئے؟ زمین جواب میں کہتی ہے کہ وہ اب قبروں میں بسیرا کیے ہوئے ہیں اور اُن کی روحوں کو طرح طرح کے الزامات سہتے ہوئے حساب کتاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

☆☆☆

راگ سوہی بانی حضرت باوا فریدؒ

(1)

تپ تپ لُوہ لُوہ ہاتھ مرورو

باول ہوئی سو شوہ لوڑوَا!

مشکل الفاظ کے معانی:

تپ تپ: جل جل کر۔ لُوہ لُوہ: تڑپ تڑپ کر۔ ہاتھ مرورو: پچھتاوَ۔ باول: پاگل۔ شوہ: محبوب۔ مالک۔ لوڑوَ: تلاش کرتی ہے۔

ترجمہ: نزع کے وقت روح تپتی، جلتی اور ہاتھ مروڑتی ہے اور دیوانہ ہوئی اپنے خاوند (مالک) کو ملنا چاہتی ہے۔ میں جل بھن کر اور تڑپ کر ہاتھ مل رہی ہوں پچھتا رہی ہوں اور دیوانی ہو کر اپنے محبوب کو ڈھونڈ رہی ہوں۔

(2)

تیں سہہ من منہ کیا روس

مجھ اوگن شوہ ناہی دوس

مشکل الفاظ کے معانی:

من: دل۔ روس: ناراضگی۔ اَوگن: گناہ۔ دوس: دوش، قصور۔

ترجمہ: میرے محبوب میری طرف سے تیرے دل میں کیا ناراضگی ہے میں مانتی ہوں کہ مجھ میں عیب ہیں اُس کی ذمہ داری تجھ پر نہیں۔

☆☆☆

رہاؤ

(1)

تیں صاحب کی میں سار نہ جانی
جوبن کھوءِ پاچھے پچھوتانی

مشکل الفاظ کے معانی:

سار: قدر۔ کھوءِ: کھوکر۔ پاچھے: پیچھے۔ پچھوتانی: پچھتارہی ہوں۔

ترجمہ: اے آقا! میں نے زندگی میں تیری کوئی قدر نہ پہچانی تیری عبادت نہ کی' اب حسن جوانی گنوا کر گزرے ہوئے وقت کو پچھتارہی ہوں۔ افسوس! میں جوانی میں تیری بندگی نہ کرسکی۔

(2)

کالی کوئل تُو کِت گُن کالی
اَپنے پریتم کے ہوں برہے جالی

مشکل الفاظ کے معانی:

کت: کون سے۔ ہوں: میں۔ برہے: جدائی۔ جالی: گزاری۔ کت گن: کس وجہ سے۔ پریتم: محبوب۔

ترجمہ: میں کوئل سے پوچھتی ہوں کہ تیرا رنگ سیاہ کیوں ہے وہ کہتی ہے کہ اپنے محبوب کے فراق میں جل کر سیاہ ہوگئی ہوں۔

(3)

برہے بہوں کت ہی سکھ پائے
جاں ہوءِ کرپال تا پربھو ملائے

مشکل الفاظ کے معانی:

پر ہے: پیارے۔ بھوں: خالی۔ کت ہی: کدھر۔ کرپال: مہربان۔ پربھو: اللہ، خدا۔

ترجمہ: عاشق کو محبوب کے بغیر کس طرح اطمینان و سرور ہو سکتا ہے۔ البتہ جب مولا کریم کرم کرے تو عاشق و محبوب کا ملاپ ہو جاتا ہے۔

(4)

ودھن کھوہی، مندھ اکیلی
نہ کو ساتھی، نہ کو بیلی

مشکل الفاظ کے معانی:

ودھن: تنگ و تاریک۔ مندھ: عورت۔ بیلی: دوست۔ کھوہی: قبر، چھوٹا کنواں۔

ترجمہ: سنسان اور ویران جگہ پر ایک کنواں ہے اور ایک جوان عورت وہاں اکیلی ہے جس کا وہاں کا کوئی ساتھی اور دوست نہیں ہے۔

(5)

کر کرپا پربھ سادھ سنگ میلی
جا پھر دیکھاں تاں میرا اللہ بیلی

مشکل الفاظ کے معانی:

کرپا: مہربانی۔ پربھ: اللہ نے۔ سادھ رنگ: درویشوں کی سنگت، اللہ والا یعنی درویشوں۔ میلی: ملا دیا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی کہ مجھے درویشوں کی مجلس میں شامل کر دیا۔ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تو میرا ساتھی ہے۔

(6)

واٹ ہماری کھری اُڈینی!
کھنیوں تکھی بہت پئینی

مشکل الفاظ کے معانی:

واٹ: سفر، راستہ۔ کھری: انتہائی۔ اُڈینی: اُداس کرنے والی۔ کھنیوں: تلوار سے۔ پتلی: باریک۔ تکھی: تیز۔

ترجمہ: ہمارا جو راستہ ہے وہ بہت کٹھن اور مشکل ہے یہ راستہ تلوار سے تیز اور بہت باریک ہے۔

(7)

اُس اوپر ہے مارگ میرا
شیخ فریدا پنتھ سمھار سویرا

مشکل الفاظ کے معانی:

مارگ: راستہ۔ پنتھ: راستہ۔ سمھار: سنبھال۔

ترجمہ: اس راستے پر اب چلنا ہوگا اس لیے اے فرید! علی الصبح ہی اس راستے پر روانہ ہو۔ مفہوم یہ ہے کہ عبادت اور نیک اعمال کا توشہ نوجوانی میں ہی جمع کرتے رہنا چاہیے جو مرنے کے بعد عقبیٰ میں کام آئے تاکہ اپنی اصلی منزل جا کر حیات جاودانی سے سرفراز اور مشرف ہو جائے۔

☆☆☆

راگ سُوہی للت

(1)

(الف) بیڑا بندھ نہ سکیوں بندھن کی ویلا
بھر سرور جب اُچھلے تب ترن دُہیلا
(ب) ہتھ نہ لاءِ کسنبھڑے جل جاسی ڈھولا

مشکل الفاظ کے معانی:

بندھن: باندھنا۔ ویلا: وقت۔ سُرور: چشمہ۔ دہیلا: مشکل۔ کُسنبھڑے: ایک پھول۔ ڈھولا: محبوب۔

ترجمہ: جب موقع تھا تو اس وقت تو نے کشتی تیار نہ کی' مال و دولت اور عیش و نشاط میں دیوانہ نہ ہو۔ یہ طمع و ہوس کے پھول ایسے ہیں جو تیرے ہاتھوں کو جلا ڈالیں گے۔ اس کھمبے کے پھول کو ہاتھ مت لگانا۔ دیکھنے کو بڑا پیارا ہے لیکن چھونے ہی جلن پیدا کر دیتا ہے۔

(2)

اک آپی نے پت لی شوہ کیرے بولا
دُدّھا تھنی نہ آوئی پھر ہوئے نہ میلا

مشکل الفاظ کے معانی:

پت: عزت۔ شوہ: مالک۔ تھنی: تھن میں۔ میلا: میل ملاقات۔

ترجمہ: ایک وہ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی بات مان کر عزت محفوظ کر لی اُن کی مثال اس دودھ کی طرح ہے جو دودھ لیا گیا ہے لیکن یہ دودھ دوبارہ نہیں دوہا جا سکتا یعنی دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔

(3)

کہے فرید سہیلیو شوہ اَلائسی
ہنس چلسی ڈمنا ایہہ تن ڈھیری ہوسی

مشکل الفاظ کے معانی:

شوہ: محبوب۔ اَلائسی: بلائے گا۔ ڈمنا: روتے چلاتے۔ تن: جسم۔

ترجمہ: بابا فریدؒ! فرماتے ہیں کہ اے سہیلیو جب سائیں کا بلاوا آئے گا تو یہ روحیں آہ وبکا کرتی ہوئی ادھر چل پڑیں گی اور یہ جسم مٹی کا ڈھیر ہو جائے گا۔

☆☆☆

ضمیمہ شلوک فریدی

(1)

اُٹھ فریدا ستیا جھاڑو دے مسیت
توں سُتا رب جاگدا' تیری ڈاڈھے نال پریت

مشکل الفاظ کے معانی:

سُتیا: سویا ہوا۔ ڈاڈھا: سخت۔ پریت: پیار' محبت' عشق۔

ترجمہ: اے فرید! تو کیا خواب غفلت میں سویا ہوا ہے۔ اس خواب غفلت سے بیدار ہو کر اُٹھ اور مسجد یعنی اللہ کے گھر میں جھاڑو دے کر اس کی صفائی کر۔ تجھے جس ہستی کے ساتھ محبت کا دعویٰ ہے' وہ تو بہت بڑی بلکہ سب سے بڑی ہستی ہے۔ تیرا رب تو جاگ رہا ہے جبکہ تو سویا ہوا ہے۔ یہ بات تجھے زیب نہیں دیتی اس لئے اُٹھ اور اپنے رب کی عبادت کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کر۔

(2)

اَج کہ کل کہ چونہہ دیہیں' مِلک اساڈی ہیر
کیں جتا کیں ہاریو' سودا ایہی ویر

مشکل الفاظ کے معانی:

چونہہ دیہیں: تھوڑے عرصے میں۔ مِلک: جاگیر۔ ہیر: پنجاب کے مشہور رومانی داستان ہیر رانجھا کی ہیروئن (مجازاً) خوبصورت۔ ویر: واری۔ ویر: بھائی۔

ترجمہ: آج یا کل یا چار دنوں میں یہ خوبصورت حسینہ (دنیا) ہماری ملکیت میں آ جائے گی۔ اے بھائی' اس بحث میں پڑنے کا کیا فائدہ کہ کون جیتا اور کون ہارا ہے؟ یہ دنیا کسی کی نہیں ہے جس کسی کو موقع ملتا ہے وہ چار دن عیش و عشرت میں گزار لیتا ہے۔

(3)

فریدا اُچّا نہ کرُ سدّ' رَب دِلاں دیاں جاندا

جے تُدھ وچ کلبُ سو مجھاہوں دُور کر

مشکل الفاظ کے معانی:

کلب: غرور' فخر۔ مجھاہوں: میری طرف سے۔ سدّ: آواز' پکار۔

ترجمہ: اے فرید! اونچا مت بولو۔ رب دلوں کے بھید اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تجھ میں غرور اور تکبر ہے تو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اس کو چھوڑ دے۔ اپنے مزاج میں نرمی پیدا کر۔

(4)

اَساں تُساڈی سجنوُ اُٹھو پہر سمھال

ڈینہوں وسومنے منہہ' راتیں سپنے نال

مشکل الفاظ کے معانی:

پہر: دن رات کا آٹھواں حصہ۔ آٹھوں پہر: ہر وقت۔ سمھال: یاد۔ منے: اندر۔ سپنے: خواب

ترجمہ: اے پیارے! ہم تمہیں آٹھوں پہر سنبھال سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ دن میں تم ہمارے من میں بسیرا کرتے ہو اور رات کو تم ہمارے سپنوں میں جاتے ہو۔ اس طرح دن ہو یا رات تمہارے ہی خواب آتے ہیں۔

(5)

آسرا دھنی منجھاۂ کوءِ نہ لاہو کڈھ توُں

وے ایوں کاج ہتھاۂ وریانے سچا دَھنی

مشکل الفاظ کے معانی:

آسرا: سہارا۔ دھنی: دولت مند۔ لاہو: اترتا ہوا۔

ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ کا آسرا ہے۔ اس کے سوا کوئی میری کشتی کو کنارے پر نہیں لگا سکتا۔ اے

فریدؒ! تو یونہی اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ سچے رب کے سہارے کو پکڑ اور سب سہاروں سے بے نیاز ہو جا۔

(6)

فریدا اِکناں مت خداءِ دی' اِکناں منگ لئی

اِک دتی مُول نہ گھندے' (جیوں) پتھر بُوند پئی

مشکل الفاظ کے معانی:

مت: نصیحت۔ بوند: قطرہ۔ گھندے: لیتے۔

ترجمہ: کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں عقل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوتی ہے۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں سے عقل لیتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دوسرے انہیں عقل دیں بھی تو انہیں حاصل نہیں ہوتی گویا ان کی مثال اس پتھر کی طرح ہے جس پر پانی کی بوند نہیں ٹھہرتی۔

(7)

فریدا اِک وِہاجیں لُون' بیا کستوری جھنگ چوے

باہر لاء صبون' اندر بچھا نہ تھیوے

مشکل الفاظ کے معانی:

وہاجیں: کاروبار' سودا کرنا۔ بیا: دوسرا' مزید۔ کستوری: مشک' نایاب شے۔ جھنگ: منافع میں۔ لون: نمک۔ چوئے: قطرے۔

ترجمہ: ایک وہ لوگ ہیں کہ نمک کی خریداری کے لیے نکلتے ہیں تو انہیں کستوری جیسی بیش قیمت خوشبو مل جاتی ہے اور ایک وہ ہیں جو صابن استعمال کر کے اپنے آپ کو دھوتے رہتے ہیں مگر ان کا اندر پھر بھی اچھا نہیں ہو پاتا۔

(8)

فریدا اِکے تاں سکن سِک' اکے تاں پچھ سکندیاں

تنہاں پچھے نہ مُک' جو سکن سار نہ جانئی

مشکل الفاظ کے معانی:

سکن: خواہش رکھنا۔ سک: خواہش' آرزو۔ مُک: ختم ہونے کی حالت۔ سار: قیمت' قدر۔

ترجمہ: اے فرید! کچھ لوگ وہ ہیں جو چاہت کی خواہش رکھتے ہیں' آرزو رکھتے ہیں جو دوسروں سے پوچھ پوچھ کر سیکھ جاتے ہیں۔ اے فرید! تجھے ان لوگوں کے پیچھے بالکل نہیں لگنا چاہیے جو سیکھنا جانتے ہی نہیں۔

(9)

فریدا اِکے تاں لوڑ مقدّمی' اِکے تاں اللہ لوڑ
دونہہ بیڑی نہ لت دھرُ' وَنجیں دکھر بوڑ

مشکل الفاظ کے معانی:

لوڑ: ضرورت' حاجت۔ مقدّمی: مقدّم کا عہدہ اور فرض۔ وکھر: الگ' علیحدہ۔ بوڑ: خلاء' نقصان۔

ترجمہ: اے فرید! یا تو دنیا طلب کر یا اللہ تعالیٰ کے قُرب کو طلب کر۔ بیک وقت دو بیڑیوں میں ٹانگ نہ اڑا۔ تیرا قدم کسی ایک بیڑی میں ہوگا تو تب ہی تو کسی کنارے پہنچ سکے گا ورنہ دو بیڑیوں کا سوار تو ڈوب کر ہی رہتا ہے۔

(10)

آوو لدھو ساتھڑو' ایویں ونج کریں
مُول سنبھالیں آپنا' پاچھے لاہا لیں

مشکل الفاظ کے معانی:

آوو: آنے والے۔ ساتھڑو: ساتھی۔ لدو: لادنے والا۔ مول: اصل سرمایہ' بنیاد' متاع' پونجی۔ پاچھے: پیچھے۔ لاہا: نفع' فائدہ۔ ونج: بیوپار' کاروبار۔

ترجمہ: آنے والے دوستو! ہم مل جل کر ایسا کاروبار کریں کہ ہمارا اصل زر بھی محفوظ اور

سلامت رہے اور آگے چل کر اس پر ہمیں بھاری نفع بھی ملے اور اس کی صورت یہی ہے کہ ہم دنیا میں آ کر اپنی روح کو دنیاوی شہبات سے بچا کر رکھیں اور دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے آخرت میں اس کا بیش بہا اجر حاصل کریں۔

(11)

فریدا ایہہ جو جنگل رکھڑے ہریل پت تنہاں
پوتھا لکھیا ارتھ دا ایکس ایکس مانہہ

مشکل الفاظ کے معانی:

پوتھا: مقدس کتاب۔ ارتھ: معنی، مفہوم۔ ایکس: اتحاد، اتفاق۔ مانہہ: اندر۔ رکھڑا: درخت۔ ہریل: سبز۔

ترجمہ: اے فرید! یہ جو جنگل کے درختوں پر سرسبز پتے نظر آتے ہیں ان میں سے ایک ایک پتے میں معرفت الٰہی کی کتاب لکھی ہوئی ہے اور دیکھنے والوں کو ان میں قدرت خداوندی کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔

(12)

فریدا ایہہ مسجدیں ابوتھیاں، رکھیاں ربّ سوار
جاں جاں ایس جہاں منہہ، تاں تاں دیکھیں جار

مشکل الفاظ کے معانی:

ابوتھیاں: لبالب بھرنا۔ جار: یار، دوست۔

ترجمہ: اے فرید! دنیا میں جو جگہ جگہ قسم قسم کی مسجدیں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے بنا سنوار کر رکھا ہوا ہے۔ اے دوست! جب تک تو اس جہان میں ہے ان عبادت گاہوں کی طرف جاتے رہنا اور اللہ کو یاد کرتے رہنا۔

(13)

بُڈھا تھیا شیخ فریدؒ کنبن لگے ٹاہل
ٹنڈڑیاں جل لانیاں‘ ٹُٹن لگی ماہل

مشکل الفاظ کے معانی:

کنبن: کانپنا۔ ٹاہل: ٹاہلی کا درخت۔ ٹنڈ: بدھنا۔ جل: پانی۔ ماہل: مالا‘ رہٹ کی مالا‘ چرخے کی مالا۔

ترجمہ: شیخ فرید بوڑھا ہو گیا ہے اور بڑھاپے کے باعث اس کے اعضائے جسمانی پر رعشہ طاری رہنے لگا ہے۔ اے کنوئیں سے پانی نکالتے ہوئے رہٹ کے کوزو! تم اپنی خیر مناؤ اور اپنی عاقبت کی فکر کرو کیونکہ تمہاری ماہل ٹوٹنے لگی ہے۔ ماہل کے ٹوٹتے ہی تم دھڑام سے کنوئیں میں جا گرو گے۔

(14)

فریدا جت تن برہا اُپجے‘ ترت تن کیسا ماس
اِت تَن ایہہ بھی بہت ہے‘ ہاڈ چام اور ماس

مشکل الفاظ کے معانی:

جت: جس۔ تن: جسم۔ برہا: جدائی۔ اپجے: پیدا ہوئے۔ ماس: جسم۔ ہاڈ: ہڈی۔ چام: چمڑی
ترجمہ: جس جسم کے ساتھ جدائی جنم لیتی ہے‘ وہ سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے۔ یہ غنیمت ہے کہ اس جسم کی ہڈیاں‘ چمڑی اور سوکھا گوشت رہ جاتا ہے۔ فراق کا روگ انسان کو ختم کر دیتا ہے۔

(15)

پریتم! تم مت جانیا‘ تم بچھڑت ہم چین
دادھے بن کی لاکڑی‘ سلگت ہوں دن رین

مشکل الفاظ کے معانی:

پریتم: محبوب۔ بچھڑت: جدائی۔ دادھنا: جلنا۔ بن: جنگل۔ لاکڑی: لکڑی۔ سُلگت: سُلگ رہی ہوئی۔ دن رین: رات دن۔ چین: آرام۔

ترجمہ: اے میرے محبوب' یہ مت سمجھ لینا کہ تمہاری جدائی سے ہم سکون یا آرام سے رہ رہے ہیں۔ ہماری مثال جنگل کی اس خشک اور سوکھی لکڑی کی ہے جو جدائی کی آگ میں دن رات سلگ رہی ہے۔ اور اس کو قرار نہیں ہے۔

(16)

فریدا پری وسارن بیارونْ کَ بُدھ چوین
کنچن راس وسار کرُ مُٹھی دھوڑ بھرین

مشکل الفاظ کے معانی:

پری: پیارا۔ وسارن: بھلا دینا' فراموش کر دینا۔ بدھ: عقل' شعور۔ چوین: ٹپکنا' اٹھنا۔ کنچن: سونا' دولت۔ مٹھی: مشت۔ دھوڑ: خاک۔ راس: سودا' اصل رقم۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جانے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ میں اپنی عقل اور اپنے ہوش وحواس سے بھی جُدا ہو گیا ہوں۔ اے فرید! غفلت کی اس کیفیت سے نکل اور محبوب حقیقی کو یاد کر۔ تو محبوب حقیقی کو بھول جائے گا تو مٹھی بھر خاک کے سوا تیرے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

(17)

فریدا پیریں بیڑا ٹھیلھ کےٗ کنڈھین کھڑا نہ رو
وت نہ آون تھیسیا' ایت نہ نینڈری سو

مشکل الفاظ کے معانی:

بیڑا: کشتی۔ ٹھیلھ: دھکیلنا۔ وت: پھر۔ کنڈھا: کنارا۔ آون تھیسیا: آنا ہوگا۔ ایت: اتنی۔ پیریں: اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر۔

ترجمہ: اے بندے! جب تو نے کنارے پر کھڑا ہو کر کشتی کو پانی میں دھکیل دیا تو اب کنارے پر کھڑا کیوں روتا ہے؟ اس دنیا میں دوبارہ آنا تو کسی کو بھی نصیب نہیں ہوتا' اس لیے تجھے اس طرح غفلت کی نیند نہیں سونا چاہیے بلکہ بیدار رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے تاکہ تیری آخرت سنور سکے۔

(18)

پیریں کنڈھے پندھڑا سیتی سجانا

بھٹھ ہنڈولے دا پینگھنا سیتی اجانا

مشکل الفاظ کے معانی:

کنڈھے: کنارا' دریا کا کنارہ۔ پندھڑا: سفر' مسافت۔ سیتی: ساتھ' ہمراہ۔ سجانا: آراستہ کرنا' خوبصورت بنانا۔ بھٹھ: بھاڑ میں جائے۔ ہنڈولے: جھولا' پنگھوڑا۔ اجانا: انجان' نادان۔ پینگھنا: جھولا جھولنا' پینگ لینا۔

ترجمہ: میرے پاؤں کنارے پر ہیں اور میرے سامنے ایک مشکل سفر ہے۔ بھاڑ میں جائے دنیا کی عیش و عشرت جس نے مجھے اس سفر کے لیے ضروری ساز و سامان کی تیاری سے غافل کیے رکھا۔ اب میں اس دشوار سفر کو طے کروں تو کیسے کروں؟

(19)

فریدا تکل کاسہ کاٹھ دا واسا وچ ونّاں

باریں اندر جالنا' درویشاں تے ہرناں

مشکل الفاظ کے معانی:

تِکل: کمر۔ کاسہ: پیالہ۔ کاٹھ: لکڑی۔ واسا: قیام' رہائش۔ وناں: ایک جنگلی درخت کا نام' جنگل۔ باریں: بار' جنگل اُجاڑ۔ جالنا: برداشت کرنا۔

ترجمہ: اے فرید! دیکھ ہماری کمر اور پیالہ لکڑی جیسے ہیں اور لکڑی جنگل میں رہ کر ہی محفوظ اور سلامت رہتی ہے۔ دیکھ! درویش اور ہرن اسی لیے جنگلوں میں بسیرا کرتے ہیں کہ جنگلوں

میں رہ کر ہی انہیں عافیت حاصل ہوتی ہے۔

(20)

فریدا تن رہیا' من پھٹیا' طاقت رہی نہ کاءِ

اُٹھ پری' طبیب تھیو' کاری دارو لاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

پری: محبوب۔ طبیب: حکیم۔ کاری: علاج۔ دارو: دوا' علاج۔

ترجمہ: اے فرید! میرا جسم تو بچ گیا ہے لیکن دل ٹکڑے ہو گیا ہے اور ذرا بھر بھی طاقت نہیں رہی۔ اے محبوب! میرا یہ سارا حال تیری محبت ہی کی وجہ سے ہوا ہے' اس لیے آ اور میرا طبیب بن کر میری کوئی ایسی دوا کر جو کارگر ثابت ہو۔

(21)

تن سُمند' منسا لہر' ار تارو تریں انیک

تے برہی کیوں جیوتے' جو آہ نہ کرتے ایک

مشکل الفاظ کے معانی:

تن: جسم۔ سمند: سمندر' بحر۔ منسا: منشا' خواہش۔ تارو: تیراک۔ انیک: کئی ایک' زیادہ کثیر' وافر۔ برہی: بچھڑا ہوا۔ پریتم: جیو: جی' جاں۔

ترجمہ: جسم ایک سمندر کی مانند ہے اور خواہشات اس کی لہریں ہیں اور ان لہروں میں تیرنے والے بھی لاتعداد ہیں۔ بھلا ہجر و فراق کے مارے ہوئے اگر ایک آہ نہ کرتا محبوب ہمارے دل و جان پر چھا نہ جاتا۔

(22)

فریدا تُوں تُوں کریندے جو موئے' موئے بھی تُوں تُوں کرن

جلیہنیں تُوں تُوں نہ کیا' تیہنیں نہ سنجاتو تن

سائیں سندے نا دِکھے' دایم پری چون

رب نہ بھنے پوریا' سندے فقیرن

مشکل الفاظ کے معانی:

سنجاتو: پہچان۔ سندے: ملکیت ظاہر کرنے کے لئے۔ دائم: سدا' ہمیشہ۔ پوریا: مکمل۔ چون: مثال۔

ترجمہ: اے فرید جو باری تعالیٰ کو یاد کرتے کرتے مر جاتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ جو اللہ کی یاد سے غافل ہیں' تم انہیں زندہ ہی نہ سمجھو۔ جس رب کا ذکر ہم سنتے ہیں وہ ہمیں نظر تو نہیں آتا لیکن پھر بھی برابر اُسے اپنا محبوب رکھتے ہیں لیکن یہ محبوب محض فقیروں کی طرح گودڑی پہن لینے یا در در کی خاک چھاننے سے نہیں ملتا۔

(23)

ٹُبھی مارن گاکھڑی' سدا لکھ کرین

جیہناں دامن دھرابیا' سے مانک لبھیں

مشکل الفاظ کے معانی:

ٹبھی: غوطہ۔ گاکھڑی: مشکل۔ مانک: موتی۔ دھراپیا: سیر ہونا۔ خوب کھانا۔

ترجمہ: رشد کی سیوا کرنے والے' غوطہ لگا کر ہمیشہ ایک سے لاکھ کر کے دکھا دیتے ہیں یہ انہی کا نصیب ہے جن کا دل اپنے پروردگار کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس دریا سے موتی بھی انہیں کو حاصل ہوتے ہیں۔

(24)

ٹوپی لیندے باورے' دیندے کھرے نلج

چوہا کھڈ نہ ماوئی' پچھے بندھیے چھج

مشکل الفاظ کے معانی:

ٹوپی: سر' کلاہ' تاج۔ باورے: تصدق' قربان۔ نلج: بے شرم' بے حیا۔ چھج: چھاج' جھنڈ۔

ترجمہ: اے فرید! سر پر کلاہ تو وہ پہنتے ہیں جن کی حقیقی عزت کوئی نہیں ہوتی اور وہ ظاہری لباس کے ذریعے معزز بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ظاہرداری ان کے کسی کام نہیں آتی۔ بھلا جس چوہے کی دم سے چھاج بندھا ہو وہ اپنے بل میں کیسے واپس جا سکتا ہے۔

(25)

فریدا جاگنا ای تاں جاگ' راتڑی ہبھ ودھانیاں
جے مُوں متھے بھاگ' پری وسارن نہ کرن

مشکل الفاظ کے معانی:

راتڑی: تھوڑی رہ گئی رات۔ ہبھ: سب۔ ودھانیاں: زیادہ بکثرت۔

ترجمہ: اے فرید! اگر تو چاہتا ہے جاگنا تو بروقت جاگ۔ تو نے ساری رات ہی سو کر گزار دی ہے۔ اگر تجھے اپنا اور اپنی عاقبت کا ذرا سا خیال بھی ہے تو تجھے ایک لمحے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے خیال کو اپنے دل سے نہ بھلانا چاہیے۔

(26)

فریدا جاگنا ای تاں جاگ' ہوئی آ اِی پربھات
اس جاگن نوں پچھتائیں گا' گھنا سویں گا رات

مشکل الفاظ کے معانی:

پربھات: صبح' فجر۔ گھنا: بہت زیادہ۔

ترجمہ: اے فرید! اگر تو نے جاگنا ہے تو عبادت کے وقت پر جاگ۔ اس وقت کا کیا فائدہ ہے اب تو صبح ہو چکی ہے۔ اگر تو رات کو زیادہ سوتا رہے گا تو صبح کے وقت اور دیر سے جاگنے کو ساری عمر پچھتاتا رہے گا کہ اصل عبادت اور یادالٰہی کا وقت تو رات کا تھا جو تو نے سو کر گنوا دیا اب صبح کے وقت جاگنے سے کیا حاصل ہوگا۔

(27)

فریدا جاں جاں جیویں دُنی نے' تاں تاں پھرا الکھ
درگاہ سچا تاں تھیویں' جاں کھپھن مُول نہ رکھ

مشکل الفاظ کے معانی:

دنی: دنیا۔ الکھ: رب۔ کھپھن: کفن۔ درگاہ: دربار۔

ترجمہ: اے بندے! جب تک تو نے اس دنیا میں رہنا ہے تب تک اپنے خالق و مالک ربّ تعالیٰ کے نام کی مالا جپتا رہ۔ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچا اور مقبول تبھی ٹھہرے گا جب اپنے پاس سوائے اپنے کفن کے اور کوئی شئے بالکل نہ رکھے۔

(28)

جاں مُوں لگا نینہہ' تاں میں ڈکھ وہاجیا
جھراں ہبھو ہی ڈینہہ' کارن سجّے ماپری

مشکل الفاظ کے معانی:

نینہہ: پیار' محبت۔ وہاجیا: بیوپار کرنا' کاروبار کرنا۔ کارن: کے لئے۔ جھراں: پچھتانا۔ ہبھو: سب' تمام' کل۔

ترجمہ: جب سے مجھے محبت ہوئی اُسی وقت سے میں نے دکھ قبول کیا اب میں سارا دن افسوس کرتا ہوں۔ یہ کام تو میں نے پیارے پریتم کے لئے کیا تھا اور وہ محبوب مجھے دکھ دیتا ہے' سکھ نصیب نہیں ہوا۔

(29)

فریدا جتی خوشیاں کیتیاں' تتی تھیئم روگ
چھلوں کارن ماریئے' کھادے دا کیا ہوگ

ترجمہ: مجھے دنیا میں جتنی خوشیاں ملیں' اتنے ہی مجھے غم اور دُکھ اُٹھانے پڑے۔ اس دنیا نے تو مجھے بڑے بڑے دھوکے اور فریب دے کر مارا ہے۔ سوچتا ہوں مرنے کے بعد میرا کیا حال ہوگا۔

(30)

جِتنا! سے راتیں وڈیاں' ڈو گانڈھنیاں
تُم اِک جال نہ سنگھیاں' اساں سبھے جالنیاں

مشکل الفاظ کے معانی:

جِستا: جسم۔ گانڈھنیاں: گٹھڑی اٹھانے والے۔ جال: برداشت کرنا۔ سَنگھ: گلا' حلق۔

ترجمہ: اے غفلت کے مارے ہوئے انسان! تم نے سینکڑوں لمبی لمبی راتیں غفلت کی نیند سو سو کر گزار دی ہیں۔ تم ایک لحظہ کے لیے اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کر سکے حالانکہ درویشوں کا ایک ایک دم اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے۔

(31)

فریدا جنگل ڈھونڈیں سَنگھنا' ملے لڑیا نہ وت

تن حُجرہ درگاہ دا' تس وچ جھاتی گھت

ترجمہ: اے فرید! تم گھنے جنگل کی تلاش میں ہو۔ ایسا جنگل تجھے مل بھی جائے' تب بھی وہاں عبادت اور ریاضت کرنے سے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ تیرا تن ہی اللہ تعالیٰ کا حُجرہ ہے۔ تو اس کے اندر نظر ڈال کر دیکھ تجھے محبوب حقیقی اپنے تن کے حجرے کے اندر ہی بیٹھا مل جائے گا۔

(32)

فریدا جیں در لگے نینہہ' سو در ناہیں چھڈنا

آ پوے بھانویں مینہہ' سر ہی اُپر جُھلنا

مشکل الفاظ کے معانی:

نینہہ: پیار' محبت۔ جُھلنا: ہوا کا چلنا۔ جھلنا: برداشت کرنا۔

ترجمہ: اے فرید! ہمیں جس گھر سے محبت اور لگن ہو جائے اس دروازے کو کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر دکھوں اور غموں کی بارش بھی آ پڑے تو ہمیں اسے سر پر ہی جھیلنا چاہیے مگر اس دروازے سے ہٹنا یا اسے چھوڑنا بالکل نہیں چاہیے۔

(33)

فریدا جے توں دل درویش رکھ عقیدہ ساہمنا

درہیں سیتی دیکھ' متھا موڑ نہ کنڈ وے

ترجمہ: اے فرید! اگر تیرا دل درویش کا دل ہے تو محبوب حقیقی کی محبت پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہ۔ تجھے کسی حال میں بھی محبوبِ حقیقی کی درگاہ سے نہ تو منہ موڑنا چاہیے اور نہ اس سے ہٹ کر کسی اور در پر جانا چاہیے۔

(34)

فریدا جے توں ونجیں حج، حج ہھو ہی جیا میں
لاہ دِلے دی لج، سچا حاجی تاں تھیویں

مشکل الفاظ کے معانی:

وِنجیں: جائیں۔ ہھو: سب، تمام۔ لج: شرم۔

ترجمہ: تو اگر اپنے دل پر پڑے ہوئے حجابات ہٹا کر محبوبِ حقیقی کا دیدار کر سکے تب ہی تو صحیح معنوں میں سچا حاجی بھی کہلا سکتا ہے۔

(35)

جر جے جیویں دُنی تے، کھریئے کہیں نہ لاءِ
اِکو کھپھن رَکھ کے، ہور سبھو دیہہ لٹاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

دُنی: دنیا۔ کھریئے: پاؤں۔

ترجمہ: جب تک تو دُنیا میں رہتا ہے تب تک تجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں اور دل نہیں لگانا چاہیے۔ اس دنیا میں تجھے صرف ایک کفن اپنے پاس رکھنا چاہیے اور باقی سب دولت لٹا دینی چاہیے۔

(36)

فریدا چوڑیلی سیوں ریتیا، دُنیا کوڑا بھیت
اِینہیں اَکھیں ویکھدیاں، اُجڑ ونجے کھیت

مشکل الفاظ کے معانی:

چوڑیلی: چوڑے والی۔سیوں: ساتھ۔ریتیا: ریت۔رِیت: رسم ورواج۔کوڑا: جھوٹا۔

ترجمہ: اے فرید! یہ دنیا سرخ جوڑے والی دلہن کی طرح ہے اور یہ اندر سے بُری ہی بُری ہے۔ میں نے ان آنکھوں سے کتنی ہی ہری بھری کھیتیاں اس دنیا کے ہاتھوں اُجڑتی اور ویران ہوتی دیکھی ہیں۔

(37)

فریدا داڑھیاں لکھ وتن ہِھ نہ ہکو جیہیاں

اِک در لکھ لہن، ہِک ککھوں کنوں ہولیاں

ترجمہ: اے فرید لاکھوں لوگوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ مگر سب کی سب ایک سی نہیں ہوتیں ورنہ سب کی قدر قیمت یکساں ہوتی ہے۔ کچھ داڑھیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا مول لاکھوں میں پڑتا ہے اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جو گھاس کے تنکوں سے بھی کم قیمت ہوتی ہیں۔ انسان کی شکل وصورت پر نہیں بلکہ عملوں کی طرف دیکھنا چاہیے۔

(38)

فریدا در بھڑیا، گھر سنکوا، گور نواہوں نت

دیکھ فریدا جو تھیا، سوکل چلے مِت

مشکل الفاظ کے معانی:

در: دروازہ۔بھیڑا: تنگ۔سنکوا: سن کا بونا۔نواہوں: جھکانا۔گور: قبر۔مت: دوست۔

ترجمہ: اے فرید! دروازہ بند ہے اور گھر بالکل تنگ ہے۔ اب میں ہمیشہ کے لئے اس قبر میں لیٹا رہوں گا۔ اے فرید! دیکھ یہ کیا ہوا۔ تیرے سب دوست تجھے یہاں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

(39)

فریدا در دسانیاں کانیاں، رب نہ گھڑئیں

لگن تنہاں منافقاں، جو کدِ ہیں نہ جانیں

مشکل الفاظ کے معانی:

در: عزت۔ کانیاں: قلم۔

ترجمہ: اے فرید! درد اور عذاب کے تیر جو اللہ تعالیٰ نے تراشے ہوئے ہیں' اُن منافقوں کے سینوں میں اُتارے جائیں گے جو اُوپر سے خدا کے بندے بنے ہوئے ہیں لیکن اندر سے بے خدا ہیں۔

(40)

فریدا درد نہ ونجم داروئیں' جے لکھ طبیب لگن
چنگی بھلی تھی بہاں' جے موں پری ملن

ترجمہ: اے فرید! اگر لاکھوں طبیب مل کر بھی کوشش کریں تب بھی دواؤں سے درد نہیں جاتا۔ یہ درد تو ہجر و فراق کا درد ہے۔ اگر مجھے میرا محبوب مل جائے تو میں بھی ٹھیک ہو جاؤں گا۔

(41)

فریدا دل اندر دریاؤ' کنڈھی لگا کے پھرے
ٹبھی مار منجھائیں' منجھوں ہی مانگ لہیں

مشکل الفاظ کے معانی:

کنڈھی: دریا کا کنارہ۔ ٹبھی: غوطہ۔ منجھاہیں: منجھاہیں: منجدھار۔ منجھاری: غم۔

ترجمہ: اے فرید! عشق کا دریا تو دل ہی کے اندر ہے تو باہر کنارے کیا کرتا پھرتا ہے؟ تو اپنے دل کے دریا کے اندر غوطہ لگا۔ تو دل کے دریا میں غوطہ لگائے گا تو تجھے محبوب حقیقی دل ہی کے قریب مل جائے گا۔

(42)

فریدا دمامہ وجیا موت دا' چڑھیا ملک الموت
گھن واہے جندڑی' ڈھاہن واہے کوٹ

کوٹ ڈھٹھا گڑھ لٹیا' ڈیرے پئی کہاہ

جیوندیاں دے ہور راہ' مویاں دے ایہی راہ

مشکل الفاظ کے معانی:

دمامہ: نقارہ۔ ملک الموت: عزرائیل' موت کا فرشتہ۔ کوٹ: قلعہ۔ گڑھ: قلعہ۔ کہاہ: چیخ پکار۔

ترجمہ: موت کا نقارہ بج گیا ہے اور ملک الموت آ پہنچا۔ وہ بدن کے قلعے کو ڈھا رہا ہے اور اس میں سے جان کو لے جا رہا ہے۔ قلعہ ڈھے گیا۔ گڑھ لٹ گیا اور گھر پر موت کی آہ و فغاں کا شور ہونے لگا۔ جینے والوں کے راستے اور ہوتے ہیں مگر مرنے والوں کا یہی ایک راستہ ہے۔

(43)

فریدا دُنی دے لالچ لگیاں' محنت بھل گئی

جاں سر آئی آپنے' تاں سبھو وسر گئی

ترجمہ: اے فرید! دنیا میں آ کر انسان محنت کرنا بھول گیا۔ لوگوں کے دل میں دنیا کا لالچ پیدا ہوا تو انہیں اپنی ساری محنت' ریاضت اور عبادت بھول گئی سب کچھ بھول کر دنیا کی رنگینیوں میں کھو گئے۔ ہم اوروں کو دنیا کے لالچ کا طعنہ دیتے تھے مگر جب یہ مصیبت ہمارے اپنے سر پر آئی تو ہمیں بھی سب کچھ بھول گیا۔

(44)

فریدا دیہہ جر جر بھئی' نینیں وہے سریش

سے کوہاں منجھا بھیا' آنگن تھیا بدیس

مشکل الفاظ کے معانی:

دیہہ: بدن۔ جر جر: بڑھاپا۔ سریش: لیس دار۔ منجھا: چارپائی۔ آنگن: صحن۔ بدیس: غیر ملک' پردیس۔

ترجمہ: اے فرید! بڑھاپے میں ضعف اور ناتوانی کے سبب بدن کمزور سے کمزور ہوتا جارہا ہے۔ آنکھوں سے پیپ بہنے لگی ہے۔ نقاہت کے اس عالم میں مجھے اپنی چارپائی سو کوس کے فاصلے پر معلوم ہوتی ہے گھر کا آنگن پردیس کی طرح نظر آتا ہے۔

(45)

فریدا راتیں سوویں کھٹ' ڈینہیں پٹیں پیٹ کُوں
جاں تو کھٹن ویل' تداہیں تیں سوں رہیا

ترجمہ: اے فرید! رات کو تو مزے سے چارپائی پر سویا رہتا ہے اور دن بھر پیٹ کا ماتم کرتا ہے اور اسے بھرنے کی فکروں میں لگا رہتا ہے۔ افسوس ہے کہ جو وقت تیرے اللہ کو یاد کرنے اور اللہ کو یاد کر کے آخرت کی کمائی کا ہے اُس وقت تو سویا رہتا ہے۔

(46)

فریداں سکاں سِک سکندیاں' سکیں ڈیہنے رات
میندیاں سِکّاں سبھ پجن' جاں پریا پائی جھات

مشکل الفاظ کے معانی:

سک: خواہش۔ پجن: پوری ہوں۔ پریا: محبوب۔ جھات: دزدیدہ نظر۔

ترجمہ: اے فرید! میری چاہت اور آرزو کی امنگ فراق اور ہجر ہے۔ میں رات دن تمنا اور طلب میں پڑا رہتا ہوں۔ ہر وقت محبوب کی آرزو ہے۔ میری ساری آرزوئیں اور اُمیدیں بر آجائیں گی اگر میرا محبوب آ کر مجھے ایک نظر دیکھ لے۔

(47)

فریدا سو در سچّا سیوٗ جت مکلُوبنی جاہِ
رِج مستک ہڈ کھوہ' عمل نہ وکن کھاہِ

مشکل الفاظ کے معانی:

مسکلانہ: دُور جانا' بچھڑنا۔ جاہ: جگہ۔ رج: سیر شکمی۔ مستک: ماتھا' جبیں۔ ہڈ: جسم کی

ہڈیاں۔کھوہ: دشمنی۔

ترجمہ: اے فرید! وہی مقام سچا، حقیقی اور اصلی ہے جہاں انسان کو آخر کار جانا ہے۔ تو اپنے تن بدن سے عمل کا کنواں چلا اور دنیاوی عیش و عشرت کے لیے اپنے اعمال کا سودا نہ کر۔

(48)

فریدا سے داڑھیاں کوڑادیاں، جو شیطان بھُچن

اہرن تلے ودان جیوں، دوزخ کھڑ دھرئین

مشکل الفاظ کے معانی:

کوڑادیاں: جھوٹ اور مکر و فریب۔ بھُچن: سکڑنا۔ ودان: ہتھوڑا۔

ترجمہ: اے فرید! کئی سو لوگوں کی داڑھیاں جھوٹ اور مکر و فریب کی ہیں جن کو شیطان سمیٹتا رہتا ہے یہ اپنے مالکوں کو دوزخ میں لے جائیں گی اور وہاں اُن کو اس طرح عذاب دے دے کر کوٹا پیٹا جائے گا جس طرح کے اُہرن پر لوہے کو کوٹا پیٹا جاتا ہے۔

(49)

فریدا ایسا ہوءِ رہوُ جیسے ککھ مسیت

پیراں تلے لتاڑیئے، کدے نہ چھوڈیں پریت

ترجمہ: اے فرید! ایسے ہو رہو جیسے مسجد میں پڑا ہوا تنکا لوگ چاہے اُس کو بار بار اپنے پیروں تلے روندتے اور پامال کرتے ہیں مگر وہ اللہ کی درگاہ سے وابستہ رہتا ہے اور کسی حال میں بھی اللہ کی محبت کو ترک نہیں کرتا۔

(50)

سائیں سیویاں کھل گئی، ماس نہ رہیا دیہہ

تب لگ سائیں سیوساں، جب لگ ہوسوں کھیہہ

ترجمہ: اے میرے مالک! میرے جسم کی کھال اور گوشت ختم ہو گیا ہے لیکن اے میرے سائیں! میں اُس وقت تک عبادت کرتا رہوں گا جب تک میرا جسم ختم نہیں ہو جاتا۔

(51)

فریدا پاؤں پسار کے اٹھے پہر ہی سوں
لیکھا کوئی نہ پچھ ای، جے وچوں جاوی ہوں

ترجمہ: اے فرید! پاؤں پھیلا کر رات دن ہی سوتا رہ۔ یہ صرف اتنی دیر ہی ہے جب تک کوئی حساب کتاب نہیں پوچھتا۔ جب درمیان میں پڑتال ہوگئی تو پھر یہ سونا تکلیف دے گا۔

(52)

فریدا راتیں چار پہر، ڈو ستا ڈو جاگ
گھنا سووسی گور مَنہہ، لھسیا ایہہ ویراگ

ترجمہ: اے فرید! راتیں چار پہر کی ہوئی ہیں۔ تو پہلے دو پہر سویا کر اور پچھلے دو پہر جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کر۔ اگر تو ایسا ہی کرتا رہے گا تو قبر میں جا کر آرام سے گہری نیند سویا کرے گا اور وہاں تجھے کسی قسم کا کوئی فکر نہ ہوگا۔

(53)

فریدا سُتیاں نیند، مت پوندّے ایو
جیہناں نین نندراولے، دھنی مِلندے کیو

مشکل الفاظ کے معانی:

مت: نصیحت۔ نین: آنکھیں۔ نندراولے: نیند کا ماتا۔ دھنی: خوش قسمت۔

ترجمہ: اے فرید! جو لوگ عقل مند ہیں وہ اپنی زندگی اس طرح سو سو کر نیند کی حالت میں نہیں گوارا کرتے۔ بھلا جن آنکھوں میں سدا نیند ہی رہتی ہو انہیں محبوب حقیقی کیسے مل سکتا ہے؟

(54)

فریدا کھیتی اُجڑی، سچے سیوں لو لاءِ
جے ادھ کھادھی اُبریں، تاں پھل بہتیرا پاءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

اُبریں۔ بچا ہوا۔ ناکارہ۔

ترجمہ: اے فرید! تیری دنیا کی کھیتی تو اُجڑ گئی ہے۔ اب تجھے اس کا غم بھول کر اپنے سچے رب سے لو لگا لینی چاہیے۔ تو اگر آدھی کھا کر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے گا تو آخرت میں اس کا پھل پائے گا۔

(55)

فرید کڈیں اَہ ہکوا' اتے ہن بھی تھیسی ہک

اوہئی ثنا نہ کرے' تہی لایوس سک

ترجمہ: اے فرید! اپنے دل سے ایسی آواز بلند کر جو اُس ایک اللہ تک جا پہنچے اور اُس ذات باری کے ساتھ ایسا عشق کر کہ وہ کسی طرح بھی تیرے عشق اور تیری محبت کو رد نہ کر سکے۔

(56)

فریدا کھیتی اُجڑی' گردی پر رہیا مال

صاحب لیکھا منگسی' بندے کون حوال

ترجمہ: اے فرید! کھیتی ویران ہو گئی۔ تمہارے اعمال ضائع ہو چکے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ تجھ سے حساب مانگے گا تو تیرا کیا حال ہو گا اور تو کیا جواب دے گا؟

(57)

فریدا کدے آہوں ہیکڑا' اُتے ہُن تھیو پرگٹ

ایوں پاوٗ مشاہروٗ جا لاءِ بیٹھوں ہٹ

مشکل الفاظ کے معانی:

ہیکڑا: اکیلا' تنہا۔ پرگٹ: ظاہر۔ مشاہرو: مشہور۔ ہٹ: ضد۔

ترجمہ: اے فرید! کبھی ایک ایسی آہ دل سوز بلند کر کہ اس کے ساتھ ہی تیری نجات ہو جائے۔

اس طرح تجھے اپنی تمام عمر کی ریاضت اور عبادت کا صلہ مل جائے گا اور تو آخرت میں ٹھاٹھ سے اپنی دکان اور اپنے مقام پر جا بیٹھے گا۔

(58)

فرید چلے پردیس کوُ قطب جو کے بھاوَ
ساپناں جودھاں ناہراں' تینوں دانت بندھاوَ

مشکل الفاظ کے معانی:

قطب: اولیاء کی ایک قسم' شمال کی سمت۔ جو: جو' کوئی' جتنا' جس قدر۔ بھاوَ: کیفیت' حالت۔
جودھاں: جنگجو۔ ناہراں: بھڑیئے' شیر ببر: دانت: بے عزتی' غیرت۔
ترجمہ: فرید پردیس کو چل پڑے۔ شمال کی سمت یا کسی قطب کی طرح۔ اب ان کا راستہ جنگلوں اور بیانوں میں ہو گا۔ جہاں ان کا واسطہ زہریلے ساپنوں اور ظالم بھیڑیوں اور شیروں سے پڑے گا جس میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔

(59)

فریدا کرن حکومت دُنی دی' حاکم ناوَں دھرن
اگے دھول پیادیاں' پچھے کوت چلن
چڑھ چلن سُکھ واسنی' اُپر چور جھلن
سیج وچھاڑن پاہرو' جاءِ جتھے سون
تیہناں جناں دیاں ڈھیریاں' دوروں پییاں دِسّن

مشکل الفاظ کے معانی:

دھول پیادیاں: پیدل فوج معہ راگنی۔ کوت: جلوس۔ چور: مورچھل۔ پاہرو: پہرے دار' پاسبان۔ واسنی: بسنے والی۔
ترجمہ: اے فرید! دنیا پر حکومت کرنے والے اپنا نام حاکم بتلاتے ہیں۔ جب وہ باہر نکلتے

ہیں تو اس شان سے کہ اُن کے آگے آگے پیادے گرد اُڑاتے چل رہے ہوتے ہیں اور اُن کے پیچھے گھوڑ سواروں کے دستے ہوتے ہیں۔ ان کا ایک ایک لمحہ عیش میں گزرتا ہے۔ لوگ انہیں مورچھل کرتے ہیں تا کہ اُن کے جسم پر مکھیاں نہ بیٹھنے پائیں۔ وہ جہاں جا کے سوتے اور آرام کرتے ہیں وہاں اُن کے سونے اور آرام کرنے کے لیے پرتکلف اور آرام دہ سیج بچھائی جاتی ہے۔ مگر جب وہ لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ اُن کی قبریں دور سے دکھائی دیتی ہیں جو بے بسی اور بے چارگی کی داستان سناتی ہیں۔

(60)

کنّاں، دنداں، اکھیاں، سبھناں دِتی ہار
ویکھ فریدا چھڈ گئے مُدھ قدیمی یار

ترجمہ: اے فرید! بڑھاپے کے باعث میرے پرانے دوست میرے کان سننے سے جواب دے گئے ہیں، دانت چبانے سے رہ گئے ہیں اور آنکھیں دیکھنے سے جواب دے گئی ہیں۔ اے فرید! دیکھ اس عمر میں آ کر میرے قدیمی دوستوں نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

(61)

کنت نینہہ تن گارڑی، ناگاں ہاتھ مناءِ
وس گندلیں مسدہ نگر، ہوریں لہد لہاؤ

مشکل الفاظ کے معانی:

کنت: مالک، خدا۔ گارڑی: علاج جاننے والا۔ وِس: زہر۔ گندلیں: کومل نازک شاخ۔ مسدہ: آلہ۔ لہد: لحد، قبر۔

ترجمہ: اے فرید! محبوب حقیقی کی محبت تن بدن کے لیے ایسی گارڑی کی طرح ہے جس کی باگیں سانپوں جیسی ہیں۔ یہ دنیا تو دکھوں کا گھر ہے اور اس کی دلکشیاں اور دلفریبیاں زہریلی گندلوں کی طرح ہیں۔ ان سے انسان کا پیچھا تو لحد میں جا کر ہی چھوٹتا ہے۔

(62)

فریدا کوکینڈڑا تاں کُوک، کدے تاں رب سُنیسیا
نکل ویسی پھوک، تاں پھر کُوک نہ ہوسیا

ترجمہ: اے فرید! تو برابر کوک پکار کرتا جا۔ کبھی نہ کبھی تو اللہ تعالیٰ تیری کوک پکار سنے گا۔ کوک پکار کا یہ سارا کھیل اُس وقت تک ہے جب تک جسم میں پھونک یعنی سانس موجود ہے۔ جب جسم میں سے سانس کی یہ پھونک نکل جائے گی پھر تو کوک پکار نہیں کر سکے گا۔

(63)

فریدا کیا لڑ چتے لٹ، تھیں جالی چنج ونے
جے توں مریں پٹ، تاں کیہا تیرا سو پری

مشکل الفاظ کے معانی:

لڑ: کپڑے کا کنارہ یا کنہ۔ چٹ: فوراً، جلدی۔ مزہ۔ لٹ: زلف۔ جالی: جھلّی۔ سو: خبر۔ چنج: چونچ۔

ترجمہ: اے فرید! تیرے بال سفید ہو گئے ہیں لیکن تیرے دامن میں کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں! تو نے ساری عمر پیٹ کی خاطر بھاگ دوڑ کرتے اور پرندوں کی طرح دانہ دنکا چگتے گُو اردی ہے۔ اس غفلت بھری زندگی کی حالت میں اگر تجھے موت آجائے تو ذرا سوچ کہ اللہ تیرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

(64)

فریدا لہریں سائر کھیہندیاں، بھی سو ہنس ترن
کیا ترین بگ پڑے، جو پہلی لہر ڈبن

مشکل الفاظ کے معانی:

سائر: سمندر۔ بگ پڑے: بیچارے بگلے۔ کھیہن: رگڑ کھانا۔ ہنس: سارس۔

ترجمہ: اے فرید! سمندر کی لہریں ایک دوسری سے رگڑ کھا کر اس سے تلاطم پیدا کر رہی ہیں اور ان لہروں کے درمیان سینکڑوں ہنس بھی تیر رہے ہیں۔ تیرنے کا یہ شغل ہنسوں ہی کو زیب دیتا ہے۔ وہ بگلے بھلا کیا تیریں گے جو پہلی لہر کی مار کھاتے ہی ڈوب جائیں گے۔

(65)

فریدا مانک مُول اتھاہ، قدر کیہ جانیں شیش گر

اِکے تاں گوہڑا شاہ، اِکے تاں جانیں جوہری

مشکل الفاظ کے معانی:

مانک: موتی، یاقوت۔ مول: قیمت۔ اتھاہ: عمیق، گزر شیش گر: آئینہ ساز۔ گوہڑا: گہرا۔ جوہری: موتیوں کا کاروبار کرنے والا۔

ترجمہ: اے فرید! موتی بہت قیمت والا ہوتا ہے۔ بھلا موتی کی قدر و قیمت شیشے اور کانچ کا کام کرنے والے کیا جانیں۔ موتی کی قدر و قیمت یا تو کوئی قدر شناس دولت مند جان سکتا ہے یا پھر وہ جوہری جانتا ہے جسے ہیرے جواہرات اور موتیوں کی پرکھ ہوتی ہے۔

(66)

فرید ماؤ مینڈی کملی، جن ''جیون'' رکھیا ناؤں

جان دِن پنے موت دے، نہ جیون نہ ناؤں

ترجمہ: اے فرید! میری ماں بڑی سادہ لوح اور بھولی تھی جس نے میرا نام ''جیون'' رکھا تھا جب موت کا مقررہ دن آیا تو نہ میرا جیون (زندگی) رہا نہ میرا نام۔ میرے مرنے کے ساتھ سب کچھ فنا ہو گیا۔

(67)

مناں! مُن منایاں، سر مُنے کیا ہوءِ

کیتی بھیڈاں منیاں، سُرگ نہ لدھی کوءِ

مشکل الفاظ کے معانی:

مناں: اے دل' من: منڈوانا۔ منایاں: بال صاف کروانا۔ من: منہ۔ سُرگ: بہشت۔

ترجمہ: اے دل! سر' منہ مُنڈوانے سے کیا ہوتا ہے؟ آج تک نہ جانے کتنی بھیڑیں مونڈی گئی ہوں گی مگر تو خود ہی سوچ کہ کیا اس طرح مونڈے جانے سے کوئی بھیڑ بہشت میں بھی پہنچی ہے۔؟

(68)

فریدا منجھ ملّہ منجھ ماڑیاں' منجھے ہی محراب

منجھے ہی کعبہ تھیا' کیں دے کری نماز

مشکل الفاظ کے معانی:

منجھ: مجھ' درمیان۔ ماڑیاں: محل۔ محراب: مسجد میں امام کے کھڑا ہونے کی جگہ۔

ترجمہ: اے فرید! میرے اندر ہی مکہّ ہے' میرے اندر ہی بیت اللہ شریف ہے۔ میرے اندر ہی محراب ہے اور میرے اندر ہی کعبہ دکھائی دیتا ہے۔ تو پھر نماز کس لیے اور کس کی خاطر ادا کروں۔

(69)

مُوسیٰ نٹھا مُوت تے' ڈھونڈے کائے گلی

چارے کنڈاں ڈھونڈیاں' اگے موت کھلی

مشکل الفاظ کے معانی:

کُنڈاں: کونے' اطراف۔

ترجمہ: اے بندے! کوئی انسان اپنی موت سے دُور نہیں بھاگ سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی موت سے بھاگے تھے اور کوئی ایسی گلی ڈھونڈتے رہے تھے جہاں وہ موت سے بچ سکیں۔ انہوں نے دنیا کے چاروں گوشے دیکھ ڈالے تھے مگر وہ جہاں

بھی گئے موت انہیں اپنے سامنے کھڑی نظر آئی۔

(70)

فریدا مُوں تن اوگن اَتیڑے چمی اندر وار
ہک نری خواری تھی رہے جے ڈسن باہر وار

مشکل الفاظ کے معانی:

مُوں: مجھے۔ تن: جسم۔ اوگن: قصور۔ اَتیڑے: اتنے۔ وار: دن۔ چمی: چم کھال۔ نری: محض صرف۔ خواری: بدنامی۔ ڈسن: دکھائی دیں۔

ترجمہ: میرے اندر بہت عیب ہیں۔ اتنے فتور اور برائیاں ہیں جتنی جسم کے اندر گوشت کی تہیں ہیں۔ یہ غنیمت ہے کہ میرے یہ عیب دنیا والوں سے چُھپے ہوئے ہیں۔ اگر میرے یہ عیب میرے تن سے باہر نظر آنے لگیں تو پھر میرے لیے سوائے ذلت وخواری کے کچھ نہ رہے گا۔

(71)

میں تن اوگن ایتڑے جیتے دھرتی ککھ
تو جیہا میں نہ لہاں میں جیہاں کئی لکھ

مشکل الفاظ کے معانی:

اوگن: قصور، عیب۔ ککھ: تنکا، پھوس۔ دھرتی: زمین۔ لہاں: پورا اُترنا۔

ترجمہ: اے باری تعالیٰ! میرے تن میں اتنے عیب ہیں جتنے کہ اس دھرتی پر تنکے بلکہ شاید ان سے بھی زیادہ ہوں مگر تیرے جیسا ستار وغفار اور بخشنہار میرے لیے اور کوئی نہیں جبکہ مجھ جیسے عیبی اور گناہ گار لاکھوں مل جائیں گے۔

(72)

وچھوڑا بریار جنت وچھڑے تن دُبلا
سے ماہنو ہینسیار وچھڑ میٹے جو تھیئن

مشکل الفاظ کے معانی:

وچھوڑا: جدائی۔ بریار: بہت بُرا۔ سینکڑوں۔ ماہنو: انسان۔ ہیئیسار: بیوپاری۔ میٹے بند کئے۔ وچھڑ: بچھڑنا' جدا ہونا۔

ترجمہ: اے فرید! محبوب کی جدائی بہت بڑا دکھ ہے۔ جس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے وہ اپنے محبوب کے ہجر و فراق کے صدموں میں سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے۔ اگر مجھے اپنا بچھڑا ہوا پیارا مل جائے تو میں یہ سمجھوں مجھے ایک نہیں' سینکڑوں پیاروں کی رفاقت حاصل ہو گئی ہے۔

(73)

فریدا وڈی ایہہ بہادری' کر کسنگ کو تیاگ

درگاہ تھیوی مُکھ اُجلا' کوءِ نہ لگے داغ

مشکل الفاظ کے معانی:

کسنگ: بُرا بُری صحبت۔ تیاگ: چھوڑ' ترک۔ مکھ: منہ۔ اُجلا: روشن۔

ترجمہ: اے فرید! بڑی بہادری یہ ہے کہ بری صحبت کو ترک کیا جائے تو اپنے آپ کو نصیحت بد سے بچائے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اس حال میں جائے گا کہ تیرا چہرہ روشن ہوگا اور تیرے بدن پر کوئی داغ نہ ہوگا۔

(74)

فریدا ہاتھی سوہن انباریاں' پیچھے کٹک ہزار

جاں سر آوی آپنے' تاں کو میت نہ یار

مشکل الفاظ کے معانی:

انباریاں: عماریاں۔ سوہن: سجنا' خوبصورت لگنا۔ کٹک: فوج' لشکر۔ میت: دوست۔

ترجمہ: اے فرید! ہاتھیوں کی ماری بہت دلکش اور خوبصورت لگتی ہے اور ان کے پیچھے تلواروں سے مسلح جوانوں کے دستوں کا منظر کتنا اچھا لگتا ہے مگر جب آدمی کی اپنی موت اس کے سر پر

آ کھڑی ہوتی ہے تو اُس وقت نہ کوئی اُس کا ساتھی ہوتا ہے اور نہ مددگار۔

(75)

فریدا ہے جیا کھڑی جب' کسیسی س ون جیوں

کیا روسی تب' جو رہی کوڑا تھیا

مشکل الفاظ کے معانی:

کسیسی: قوت برداشت' تناؤ۔ کوڑا: جھوٹا۔

ترجمہ: اے فرید! جب موت کا فرشتہ تیرے جسم کے سب ٹانکے ادھیڑ کر رکھ دے گا اور تیری روح کو تیرے جسم سے نکال کر لے جائے گا۔ تب تیرا رونا دھونا تیرے کس کام آئے گا؟ جو بُرا بھلا تو نے کیا تھا' وہ تیرے سامنے آ گیا ہے۔

(76)

فریدا اتھاں ٹکیئے' جتھاں وس اَتھے

نہ کو ساکوں جانئے' نہ کو ساکوں منئے

ترجمہ: اے فرید! وہاں چل کے رہیں جہاں سارے نابینے ہوں تو اس طرح نہ کوئی ہمیں جانتا ہوگا اور نہ کوئی ہمارا پیروکار بنے گا۔ ہم وہاں سے سکون سے رہیں گے۔

(77)

فریدا تنے ٹول ، کرین

مٹھا بولن نوں چلن' ہتھوں بھی کجھ دین

ترجمہ: اے فرید! یہ تین عمل تلاش کرو' وہ تینوں عمل یہ ہیں۔ پیار سے بولنا' عاجزی سے چلنا اور ہاتھ سے کچھ خیرات کرنا۔

(78)

فریدا جنہیں دا صبر کمان' اُتے ذکر کماون کانیاں

اوہناں مندے بان' خالق خالی نہ کرے

مشکل الفاظ کے معانی:

مندے: مہنگائی۔ بان: عادت' طریقہ' کمان: لکڑی یا دھات کا مڑا ہوا حصہ۔ کانیاں: تیر۔

ترجمہ: اے فرید! جو لوگ صبر ہی کو اپنی کمان اور صبر ہی کو اپنی تانت بنا لیتے ہیں۔ ان کے تیر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ اگر اللہ کی رضا شامل نہ ہو تو ان کا بُرا حال ہو۔ صبر کے ساتھ اللہ کی رضا بہت ضروری ہے۔

(79)

زندگی دا وساہ نہیں' سمجھ فریدا توں
کر لے اچھے عمل تے ہو جا سرنگوں

ترجمہ: اے فرید! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اس لئے اچھے عمل کرو اللہ کی رضا کے سامنے سر جھکا دو۔ عاجزی اور انکساری۔

☆☆☆

اللہ کے ولی
حضرت داتا گنج بخش
شان بابا فرید گنج شکر
کرامات اولیاء
تذکرہ رابعہ بصری
مقام بابا فرید
ادارہ پیغام القرآن
پیغام القرآن
IDARA PEGHAM-UL-QURAN
۴۰۔ اردو بازار ○ لاہور ☎ 042-7323241